کتابِ لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ

(جلد سوم)

وارث سرہندی

مقتدرہ قومی زبان ۰ اسلام آباد

کتبِ لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ

(جلد سوم)

سلسلۂ مطبوعات :

مقتدرہ : ۱۳۸

دارالتصنیف : ۵۸

طبع اول : جولائی ، ۱۹۸۷ء

تعداد : ایک ہزار

قیمت : مجلد : ۷۵ روپے

غیر مجلد : ۶۵ روپے

فنی تدوین : عطش درانی

طابع : ایس ۔ ایم ۔ اظہر رضوی
اظہر سنز پرنٹرز ، ۱۰۸ ۔ لٹن روڈ ، لاہور

ناشر : ڈاکٹر وحید قریشی
(صدر نشین)
مقتدرہ قومی زبان ، ۱۶ ۔ ڈی (غربی)
بلیو ایریا ، ایف ۔ ۱/۶ ، اسلام آباد ۔

کتبِ لغت

کا

تحقیقی و لسانی جائزہ

(جلد سوم)

وارث سرہندی

مقتدرہ قومی زبان ۰ اسلام آباد

۱۹۸۷ء

رہنمائے کتب

نام کتاب: کتب لغت کا تحقیقی جائزہ (جلد سوم)

مصنف: وارث سرہندی

صفحات: (۳۷۰)

ناشر: مقتدرہ قومی زبان۔اسلام آباد

سنہ اشاعت: ۱۹۸۷۔

تعارف نگار: عبدالمتین منیری۔بھٹکل۔کرناٹک

برطانوی سامراج کی دنیا پر دو صدیوں تک حکومت رہی، اس کی کامیابی کا ایک بنیادی سبب یہ تھا کہ جن ملکوں پر اس کی حکمرانی رہی، وہاں کی تہذیب و ثقافت اور عادات و اطوار، ادب و فن کو سمجھنے اور ان پر عبور حاصل کرنے اور ان میں اپنی مرجعیت قائم کرنے کے لئے انہوں نے دانشوروں اور ماہرین کی ایک ٹیم تیار کی، جس نے بڑی تندہی اور جفاکشی سے انہیں جاننے اور سمجھنے میں اپنی عمریں صرف کردیں، اس کا ایک خاص میدان زبان دانی کے لئے کتب لغت اور قواعد کی تیاری تھی، اور اس میں شک نہیں کہ انہوں نے ان میدانوں میں بڑی پتہ ماری کا کام کیا، انہوں نے لغت و قواعد کا معیاری لٹریچر تیار کرنے کے لئے جن زبانوں کو منتخب کیا ان میں ایک اردو زبان بھی تھی، جس میں انہوں نے اپنی مہارت کے جھنڈے گاڑھ دئے، ان کے کام کی اہمیت کو دیکھ کر ڈیڑھ صدی کا عرصہ گذرنے کے باوجود اسے زندہ رکھنے اور اسے مفید تر بنانے کے لئے بعض چوٹی کے ماہرین لغت نے ان کے جائزے کا جوکھم اپنے سر لیا، اس سلسلے کی دو کتابوں کا تعارف کچھ عرصہ پہلے ہماری اس بزم علم و کتاب میں پیش ہو چکی ہیں، آج اس سلسلے کی تیسری کتاب پیش خدمت ہے، یہ کتاب ایک ماہر لغت وارث سرہندی مرحوم نے ترتیب دی ہے، اور اسے مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے کوئی (۳۵) سال قبل شائع کیا ہے، کتاب کی ندرت کی وجہ سے حسب سابق کتاب کی پی ڈی ایف کاپی بھی منسلک ہے

یہ کتاب ایک مستشرق جان شیکسپیر (ف۱۸۵۸ء) کی اردو انگریزی ڈکشنری

Dictionary, Hindustani and English(1198 page)

میں در پیش غلطیوں کا جائزہ ہے، مصنف کا کہنا ہے کہ " شیکسپیر کی لغت بھی اردو لغت کے سلسلہ الذہب میں امہات کتب میں شامل ہے۔ اس کی قدامت اپنی جگہ ایک شرف کی حامل ہونے کے علاوہ، اس کی عملی افادیت بھی کسی دوسری کتب لغت سے کم نہیں ہے۔ آج تک جتنی بھی کتب لغت اردو میں تالیف ہوئی ہیں وہ بالواسطہ یا براہ راست شیکسپیر کی لغت سے متاثر ہیں، پلیٹس ہوں یا فیلن صاحب فرہنگ آصفیہ ہوں یا مولف نور اللغات سبھی نے اس لغت سے استفادہ کیا ہے، اس کی استنادی حیثیت بھی بہت بلند ہے، اور بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مستشرقین کی تالیف کردہ کتب لغت میں شیکسپیر کی لغت کو ایک خاص اور ممتاز مقام حاصل ہے، اسی طرح نور اللغات کا بھی ایک منفرد مقام ہے، فرہنگ آصفیہ اگر دہلوی دبستان لسانیات کے لئے موجب افتخار ہے تو نور اللغات لکھنوی دبستان لسانیات کے لئے باعث فخر و مباہات ہے۔

ان کتابوں کی عظمت و افادیت کے باوصف یہ امر باعث حیرت نہیں ہونا چاہئے کہ ان میں کچھ خامیاں رہ گئی ہیں، کیونکہ انسانی کاموں میں کور کسر رہ ہی جاتی ہے، کوئی انسان کیسا ہی لائق اور دقیق النظر کیوں نہ ہو، مگر کہیں نہ کہیں اس سے کوتاہی ہو جاتی ہے، یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے، ہر قسم کے عیوب سے مبرا تو صرف خدا کا کلام ہی ہو سکتا ہے۔"

مصنف کا اس لغت میں در آنے والی غلطیوں کے بارے میں کہنا ہے کہ "اس کلیہ مطلب نہیں کہ یہ کتابیں محض اغلاط و تسامحات کا پلندہ ہیں، بلاشبہ ان کی خوبیاں ان کی خامیوں پر بھاری ہیں اور اس وجہ سے ان کی اہمیت و افادیت بھی ہے۔۔۔۔ان مغالطوں کا ازالہ ہو سکے اور اصلاح ہونے کے ساتھ ساتھ آئندہ لغت نگاروں کو ان اغلاط سے بچنے میں مدد مل سکے"۔

مصنف کے مطابق جان شیکسپیر کی اس زیر نظر لغت کی بنیاد کیپٹن جوزف کی تالیف

A Dictionary , Hindoostani and English

"ہندوستانی اور انگریزی لغت" ہے، جو موصوف نے اپنے ذاتی استعمال کے لئے مرتب کی تھی، اس کو بعد میں فورٹ ولیم کالج کے مقامی فضلاء کی مدد سے نظر ثانی کے بعد ڈبلیو ہنٹر نے طباعت کے لئے تیار کیا، جو پہلی بار ۱۸۰۸ء میں کلکتے سے شائع ہوئی، مولفین کی وفات کے بعد جب یہ لغت نایاب ہوگئی تو کیپٹن ٹیلر اور ڈاکٹر ہنٹر کے مسودے پر مبنی اس کی پہلی طباعت ۱۸۱۷ء میں لندن میں منظر عام پر آئی۔۔۔۔۔۔۔۔مگر بعد میں ضروری ترمیم و اضافہ بلکہ قطع و برید کے بعد از سر نو مرتب کر کے اسے ۱۸۳۰ء میں شائع کیا گیا، پھر اس کی تیسری اشاعت مزید اضافوں کے بعد عمل میں آئی، اس اشاعت میں اشاریہ بھی شامل کیا گیا، جس سے اس کی افادیت دوچند ہوگی، یعنی اس اشاریئے کی وجہ سے اسے انگریزی اردو لغت کی حیثیت سے بھی کام میں لایا جاسکتا تھا"۔

امید کہ جائزے کے سلسلے کی یہ تیسری کتاب بھی ہمارے قارئین کی دلچسپی اور افادیت کا باعث بنے گی۔علم و کتاب ٹیلگرام چینل کی درج ذیل لنک پر کتب دستیاب ہے۔

Https://telegram.me/ilmokitab

عرض ناشر

کتب لغت کے تحقیقی و لسانی جائزے کی یہ تیسری جلد ہے ۔ جس میں ایک مستشرق جان شیکسپیئر کی "اردو انگریزی ڈکشنری" کا محاکمہ کیا گیا ہے ۔ یہ لغت پاکستان میں متعدد بار طبع ہو چکی ہے ۔ اس جائزے سے جو بات ہمارے سامنے آتی ہے ، وہ یہ ہے کہ اگر ایسے از سرنو مرتب کر کے شائع کیا جائے تو یقیناً زیادہ سود مند ثابت ہوگی ۔

"نوراللغات" کے ضمن میں مولف نے اثر لکھنوی کی "فرہنگ اثر" کا محاکمہ بھی کیا ہے ۔ جسے جلد ششم کے طور پر شائع کیا گیا ہے ۔ "فرہنگ اثر" بھی "نور اللغات" اور "سرمایہ زبان اردو" کے جائزے پر مشتمل ہے ۔ چنانچہ اسے بھی کتب لغت کے جائزے کی چوتھی اور پانچویں جلد کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے ۔

مشمولات

صفحہ

پیش لفظ

شیکسپیئر کی لغت اور ''نوراللغات'' اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے انداز میں نہایت مفید اور اہم ہیں ۔ اردو لسانیات اور لغت سے دلچسپی رکھنے والا کوئی شخص بھی ان سے صرف نظر نہیں کر سکتا ۔ شیکسپیئر کی لغت بھی اردو لغت کے سلسلۃ الذہب میں امہات کتب میں شامل ہے ۔ اس کی قدامت اپنی جگہ ایک شرف کی حامل ہونے کے علاوہ ، اس کی عملی افادیت بھی کسی طرح دوسری کتب لغت سے کم نہیں ہے ۔ آج تک جتنی بھی کتب لغت اردو میں تالیف ہوئی ہیں وہ بالواسطہ یا براہ راست شیکسپیئر کی لغت سے متاثر ہیں ۔ پلیٹس ہوں یا فیلن ، صاحب ''فرہنگ آصفیہ'' ہو یا مؤلف ''نور اللغات'' سبھی نے اس لغت سے استفادہ کیا ہے ۔ اس کی استنادی حیثیت بھی بہت بلند ہے اور بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مستشرقین کی تالیف کردہ کتب لغت میں شیکسپیئر کی لغت کو ایک خاص اور ممتاز مقام حاصل ہے ۔ اسی طرح ''نور اللغات'' کا بھی ایک منفرد مقام ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' اگر دہلوی دبستان لسانیات کے لیے موجب افتخار ہے ۔ تو ''نور اللغات'' لکھنوی دبستان لسانیات کے لیے باعث فخر و مباہات ہے ۔

چار جلدوں پر مشتمل اس ضخیم اردو لغت میں اسناد کے اہتمام و التزام کے ساتھ ساتھ لکھنؤ کے لسانی معمولات اور روزمرہ و محاورات کو خاص طور پر شامل کیا گیا ہے ۔ جس کی وجہ سے اس کو کتب لغت میں ایک منفرد مقام حاصل ہوگیا ہے ۔ اگر ''امیر اللغات'' مکمل ہو جاتی تو لکھنوی دبستان لسانیات کا ایک شاہکار ہوتی ، مگر بدقسمتی سے وہ لغت ادھوری رہ گئی ۔ چنانچہ ''نور اللغات'' کو اس کی اپنی حیثیت کے ساتھ ساتھ ''امیر اللغات'' کا تکملہ بھی سمجھنا چاہیئے یا زیادہ مناسب الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ امیر مینائی مرحوم جس عظیم منصوبے کو بوجوہ

مکمل نہ کر سکے ، مولوی نور الحسن صاحب نے اپنی ذاتی اور انفرادی سعی و کاوش سے اسے مکمل کرکے ''نور اللغات'' کی صورت میں پیش کیا ۔

ان کتابوں کی عظمت و افادیت کے باوصف یہ امر باعث حیرت نہیں ہونا چاہیئے کہ ان میں کچھ خامیاں رہ گئی ہیں ۔ کیونکہ انسانی کاموں میں کور کسر رہ ہی جاتی ہے ۔ کوئی انسان کیسا ہی لائق اور دقیق النظر کیوں نہ ہو ، مگر کہیں نہ کہیں اس سے کوتاہی ہو جاتی ہے ۔ یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے ۔ ہر قسم کے عیوب سے مبرا تو صرف خدا کا کلام ہی ہو سکتا ہے ۔ چنانچہ ''نور اللغات'' کے تسامحات کی نشان دہی اور اصلاح کے لیے نواب جعفر علی خاں اثر لکھنوی مرحوم کو ''فرہنگ اثر'' لکھنی پڑی ۔ اگرچہ ''فرہنگ اثر'' کا ایک حصہ ضامن علی جلال کی مختصر لغت ''سرمایہ زبان اردو'' کی کوتاہیوں اور خامیوں پر بحث کے لیے مخصوص ہے ، لیکن اس کا معتدبہ حصہ ''نور اللغات'' ہی سے متعلق ہے ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ کتابیں محض اغلاط و تسامحات کا پلندہ ہیں ۔ بلاشبہ ان کی خوبیاں ان کی خامیوں پر بھاری ہیں اور اس وجہ سے ان کی اہمیت و افادیت بھی ہے ، لیکن بایں ہمہ ان خامیوں سے چشم پوشی بھی نہیں کی جا سکتی ، کیونکہ ایسا کرنا گمراہ کن ثابت ہو سکتا ہے ۔ اس لیے اس کے جائزے میں ان کی نشان دہی کرنے کا مقصد یہی ہے کہ ان مغالطوں کا ازالہ ہو سکے اور اصلاح ہونے کے ساتھ ساتھ آئندہ لغت نگاروں کو ان اغلاط سے بچنے میں مدد مل سکے ۔ جائزے سے اس ضرورت کا احساس دلانا بھی مقصود ہے کہ ان کتب لغت کو پوری دقت نظر کے ساتھ دوبارہ مرتب کرکے شائع کیا جائے ۔

ان کتابوں کی خصوصیات کا تفصیلی ذکر تو اپنے مقام پر ہوگا ۔ یہاں تمہید کے طور پر ان کا اجمالی تعارف ہی کافی ہے ۔

دونوں لغات کا یہ جائزہ دو جلدوں میں پیش کیا جا رہا ہے ۔ جلد سوم میں شیکسپیئر کی لغت موضوع بحث ہے اور جلد ششم میں ''نوراللغات'' پر گفتگو کی گئی ہے ۔

عین ممکن ہے کہ بعض محققین کو میری تحقیق اور میری بعض آراء سے اختلاف ہو ۔ ایسی صورت میں میں ان کا حق اختلاف تسلیم کرتا ہوں اور اگر وہ بدلائل مبرہنہ میری کوتاہی یا خامی ثابت کر سکیں تو مجھے ان کی رائے تسلیم کرنے اور اپنی اصلاح کرنے میں کوئی تامل نہ ہوگا ۔

راقم آثم
وارث سرہندی
کنجروڑ ۔ ضلع سیالکوٹ

۲۸ اپریل ۱۹۸۶ء

اردو ـ انگلش ڈکشنری

از

جان شیکسپیئر

کا

تحقیقی و لسانی جائزہ

o

جان شیکسپیئر کی اس زیر نظر لغت کی بنیاد کیپٹن جوزف کی تالیف (A Dictionary, Hindoostani and English) (ہندوستانی اور انگریزی لغت) ہے ، جو موصوف نے اپنے ذاتی استعمال کے لیے مرتب کی تھی ۔ اس کو بعد میں فورٹ ولیم کالج کے مقامی فضلاء کی مدد سے نظرثانی کے بعد ڈبلیو ہنٹر نے طباعت کے لیے تیار کیا ، جو پہلی بار ۱۸۰۸ء میں کلکتے سے شائع ہوئی ۔ مؤلفین کی وفات کے بعد جب یہ لغت نایاب ہو گئی تو کیپٹن ٹیلر اور ڈاکٹر ہنٹر کے مسودے پر مبنی اس کی پہلی طباعت ۱۸۱۰ء میں لندن میں منظر عام پر آئی ۔

اگرچہ اس کا بنیادی مواد وہی تھا ، جو کیپٹن جوزف ٹیلر اور ڈاکٹر ہنٹر نے جمع کیا تھا ، مگر بعد میں ضروری ترمیم و اضافہ بلکہ قطع و برید کے بعد از سرنو مرتب کرکے اسے ۱۸۳۰ء میں شائع کیا گیا ۔ پھر اس کی تیسری اشاعت مزید اضافوں کے بعد عمل میں آئی ۔ اس اشاعت میں اشاریہ بھی شامل کیا گیا ، جس سے اس کی افادیت دو چند ہو گئی ، یعنی اس اشارے کی وجہ سے اسے انگریزی ۔ اردو لغت کی حیثیت سے بھی کام میں لایا جا سکتا ہے ۔

بصورت موجودہ اس کی اولین اشاعت ۱۸۳۴ء میں ہوئی اور بعدازاں پاکستان میں پہلے ۱۹۸۰ء میں اور پھر ۱۹۸۶ء میں اسے سنگ میل پبلی کیشنز ، لاہور نے شائع کیا ۔

اس لغت کی چند اہم خصوصیات حسب ذیل ہیں :

۱ ۔ اگرچہ ہر لفظ کی سند پیش کرنے کا التزام نہیں کیا گیا ، کیونکہ اس صورت میں ضخامت بہت بڑھ جاتی ، لیکن الفاظ کی

صحت کا خاص خیال رکھا گیا۔ تلفظ کے سلسلے میں فیلن کی لغت سے اس کا معیار کہیں بلند تر ہے۔

۲۔ ہر لفظ کے صحیح ماخذ کی تلاش کی پوری کوشش کی گئی ہے اور اس کا نتیجہ ہے کہ بیش تر ماخذ صحیح درج ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر ایس۔ ڈبلیو فیلن نے عربی اور فارسی الفاظ کے ماخذ کی تلاش میں جا بجا ٹھوکر کھائی ہے۔ مگر شیکسپیئر نے اس بات میں بہت حزم و احتیاط سے کام لیا ہے اور بالخصوص عربی اور فارسی الفاظ کے مآخذ بڑی حد تک درست درج کیے ہیں۔

۳۔ ضرب الامثال کا حصہ کمزور ہے۔ یا یوں کہیے کہ ضرب الامثال بہت کم درج کی گئی ہیں، حالانکہ ضرب الامثال اپنی الگ اہمیت و افادیت رکھتی ہیں اور ان کے استعمال سے کلام میں بلاغت، برجستگی اور جامعیت پیدا ہوتی ہے۔ بہرحال یہ الگ بحث ہے۔ تاہم کہیں کہیں بعض اشعار اور دوہے درج ہیں اور ان کا انگریزی ترجمہ بھی پیش کیا گیا ہے، جس کے سبب ان کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور الفاظ کا محل استعمال بھی واضح ہو جاتا ہے۔

۴۔ عموماً کتب لغت میں اعلام کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ مگر اس لغت میں اعلام کی ایک بڑی تعداد بھی شامل ہے، جس سے اس لغت کی افادیت میں بلاشبہ اضافہ ہوا۔ بعض تاریخی اعلام کا تلفظ مختلف زبانوں میں مختلف ہے۔ چنانچہ اس لغت میں اعلام کے شمول کا ایک اضافی فائدہ یہ ہوا ہے کہ قاری کو اردو میں رائج بعض اعلام کی عربی اور فارسی صورتوں کے ساتھ ساتھ ان کی انگریزی صورتیں بھی معلوم ہو جاتی ہیں۔ اردو سے انگریزی یا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرنے والوں کے لیے اس طرح بہت سہولت پیدا ہو گئی ہے۔

۵۔ دکنی الفاظ یا اردو الفاظ کے دکنی لہجے کو خاص طور پر شامل کیا گیا ہے، جس سے اردو کی تدریجی ترقی کے مطالعے

میں بہت مدد مل سکتی ہے ۔

۶ ۔ معانی کے زیادہ سے زیادہ پہلو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور بعض اوقات اس کوشش یا شوق میں توغل کے باعث کسی لفظ کے ایسے معانی بھی درج ہو گئے ہیں، جن کا کوئی تعلق اور قرینہ متعلقہ لفظ سے نظر نہیں آتا ۔ کہیں کہیں معاملہ اس کے برعکس بھی ہے ، یعنی بعض نمایاں اور متداول معنوی پہلو نظرانداز ہو گئے ہیں ۔ مثلاً ''غلیظ'' کے معنی صرف excrement یعنی فضلہ درج کیے گئے ہیں ، حالانکہ یہ لفظ پست ، گڑھا اور قضائے حاجت کی جگہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔

ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ بعض کوتاہیاں بھی موجود ہیں ۔ جن کا اجمالی خاکہ مندرجہ ذیل ہے :

۱ ۔ ترتیب میں تراکیب اور محاورات ان کے بنیادی الفاظ کے تحت درج نہیں کیے گئے ، بلکہ ہر محاورہ اور ترکیب بنیادی لفظ کی حیثیت سے درج ہے ۔ اگرچہ ترتیب کا یہ بھی ایک انداز ہے ، مگر اس انداز میں یہ قباحت ہے کہ ذیلی محاورات اور تراکیب کی تلاش میں قاری کو خاصی دقت پیش آتی ہے ۔

۲ ۔ معانی کے اندراج میں کہیں کہیں ناہمواری پیدا ہو گئی ہے ۔ کہیں کسی لفظ کے لغوی معنی درج ہیں تو مجازی معنی غائب ہیں اور کہیں مجازی معنی مذکور ہیں تو لغوی معنی نظرانداز ہو گئے ہیں ۔

۳ ۔ ہائے مخلوط اور ہائے ملفوظ کی کتابت میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا گیا ، حالانکہ اردو میں ہائے مخلوط کے لیے ہائے دو چشمی لکھی جاتی ہے ۔ یہی حال ہائے معروف اور ہائے مجہول کا ہے ۔ ان میں بھی کوئی فرق ملحوظ نہیں رکھا گیا ۔ غالباً یہ قدیم طرز املا کا اثر ہے ۔

۴ - بہت سی ذیلی تراکیب ترک کر دی گئی ہیں ۔ مگر لغت نگار کو انتخاب کا حق حاصل ہے وہ اپنی صوابدید کے مطابق بعض الفاظ و تراکیب کو شامل کرتا ہے اور بعض کو ترک کر دیتا ہے ۔ خاص طور پر ضخامت کا مسئلہ بیچ میں آ جائے تو ضخامت کو قابو میں رکھنے کے لیے ایسا کرنا پڑتا ہے - مؤلف نے اس لغت کے جامع ترین ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ، اس لیے بعض تراکیب کے ترک پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا ۔

۵ - انگریزی الفاظ کے سلسلے میں ہجوں (spelling) کی غلطیاں موجود ہیں ۔ لیکن ان کو نظرانداز کیا جا سکتا ہے ، کیونکہ عین ممکن ہے کہ ان کا تعلق مؤلف سے نہ ہو بلکہ طباعت سے ہو ۔

۶ - بعض الفاظ کے صرف لاطینی (لاتینی) نام درج کر دیے ہیں ، حالانکہ ان کے عام فہم انگریزی نام بھی موجود ہیں ۔ فحش الفاظ کے سلسلے میں تو اس کا جواز ہو سکتا ہے ، اگرچہ میرے نقطۂ نظر کے مطابق کوئی لفظ فحش نہیں ہوتا بلکہ استعمال اور انداز بیان فحش ہوتا ہے ۔ لیکن عام الفاظ کے ضمن میں یہ روش بہرحال قابل اعتراض ہے ۔ مثلاً ''نخود'' کے معنی a kind of pulse لکھنے کے بعد Cicer arietinum لکھا ہے ۔ اس تشریح سے ایک عام قاری کے پلے کچھ نہیں پڑتا ۔ حالانکہ اس کا عام فہم انگریزی مترادف gram موجود ہے ۔ مگر اسے نظرانداز کر دیا ہے ۔

۷ - اکثر الفاظ کے لسانی تعین کے سلسلے میں ان کی موجود صورت کو نظرانداز کر دیا ہے ۔ اس کا نتیجہ ہے کہ بہت سے اردو اور ہندی الفاظ کو سنسکرت کے طور پر درج کیا ہے ۔ محض اس بنا پر کہ وہ سنسکرت سے ماخوذ ہیں ۔ اسی طرح بہت سے اردو اور فارسی الفاظ کو عربی ظاہر کیا ہے ، محض اس وجہ سے کہ وہ عربی سے ماخوذ ہیں ۔ حالانکہ وہ اپنی موجودہ

صورت میں سنسکرت اور عربی میں مستعمل نہیں ہیں ۔ ان کو تصرف کے بعد اردو ، ہندی یا فارسی میں شامل کیا گیا ہے ۔ اس لیے ان کو ان کی موجودہ صورت کے لحاظ سے اردو ، ہندی یا فارسی الفاظ کے طور پر درج کرنا چاہیے ۔ جیسا کہ فیلن نے کیا ہے ۔ اگر زیادہ احتیاط اور وضاحت مقصود ہو تو یہ صورت ہو سکتی ہے کہ ایسے الفاظ کو ان کی موجود صورت کے مطابق لسانی تعین کے بعد یہ صراحت کر دی جائے کہ وہ کس زبان سے ماخوذ ہیں اور ان کی اصل کیا ہے ۔

۸ ۔ بعض الفاظ کو خواہ مخواہ عربی بنانے کی کوشش کی ہے ۔ حالانکہ عربی سے ان کا دور کا تعلق بھی نہیں ہے ۔ مثلاً ''مسوڑا'' کو عربی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے ۔ ہو سکتا ہے یہ سہو کتابت ہو ۔

اس سلسلے میں مکمل تفصیل تو جائزے میں اپنے مقام پر آئے گی ، یہاں یہ سرسری تذکرہ ختم کرتا ہوں ۔

آخر میں یہ کہنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ اس لغت کی اصلی صورت میں اشاعت اگرچہ اہمیت و افادیت کی حامل ہے ، مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کی افادیت کا دائرہ وسیع کرنے کی بھی ضرورت ہے ۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اس کا اردو ترجمہ کرا کے شائع کیا جائے ۔ بصورت موجودہ اس سے صرف انگریزی زبان سے واقف لوگ ہی استفادہ کر سکتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ انگریزی زبان سے پوری واقفیت رکھنے والوں کی تعداد مقابلتاً بہت کم ہے ۔ جس کی وجہ سے اس لغت کی افادیت کا دائرہ محدود ہو گیا ہے، بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں یہ دائرہ بہت سکڑ کر رہ گیا ہے ۔ اگر اس کا معیاری اردو ترجمہ تحقیقی حواشی کے ساتھ شائع ہو جائے تو پاکستان کا ہر پڑھا لکھا شخص اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے ۔ یہ کام کوئی ادارہ ہی کر سکتا ہے ۔

— — —

جائزہ

(الف)

ابابیل : یہ لفظ عربی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے اور اس کے معنی a swallow بتائے گئے ہیں ۔ اس لفظ کے عربی الاصل ہونے میں تو کلام نہیں ہے ، مگر اردو اور عربی میں اس کے معنی ایک نہیں ہیں ۔ عربی میں تو یہ کسی خاص پرندے کا نام بھی نہیں ہے ، بلکہ پرندوں کے جھنڈ کو کہتے ہیں ۔ اہل لغت کو اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ واحد ہے یا جمع ۔

''موید الفضلا'' میں ''تاج'' کے حوالے سے لکھا گیا ہے :

''ابابیل : جمع ابول'' کذا فی التاج ولیکن اکنوں اسم شدہ است وآں پرندگان را کہ اصحاب فیل را ہلاک کردہ بودند'' ۔یعنی یہ ابول کی جمع ہے لیکن اب ان پرندوں کا نام پڑ گیا ہے ۔ جنھوں نے اصحاب فیل کو ہلاک کیا تھا ۔

''صراح'' کا بیان ہے :

''. . . ابابیل ای فرقا و کذ اطیراً ابابیل قال ہکذا یجئی فی معنی التکثیر و ہومن الجمع اللذی لا واحدلہ وقال بعضہم واحدہ ابول مثل عجول وقال بعضہم ابیل''۔

یعنی ابابیل سے مراد گروہ ہے ، جیسے پرندوں کا گروہ کہا گیا ہے کہ یہ کثرت کے معنی میں مستعمل ہے اور یہ جمع ہے جس کا واحد نہیں ہے ۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ اس کا واحد ابول ہے ، عجول

کی مانند ۔ بعض کے خیال میں اس کا واحد ابیل ہے ۔

"المنجد" میں بھی یہی کہا گیا ہے ۔ "الفرق وھی جمع لا وحدلہ" یعنی اس کے معنی فرقے ہیں جو جمع ہے ، جس کا واحد نہیں ہے ۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ابابیل کے معنی جھنڈ ہیں اور یہ جمع ہے۔ بعض کے نزدیک اس کا واحد ابول ہے اور بعض کے خیال میں ابیل واحد ہے ۔ مگر اکثر اہل لغت اس بات پر متفق ہیں کہ اس کا واحد نہیں ہے ۔ لیکن اردو میں ابابیل بطور واحد مستعمل ہے اور اس سے مراد ایک خاص قسم کی چڑیا ہے ، جس کی چونچ اور پر سیاہ ہوتے ہیں اور سینہ سفید ہوتا ہے عموماً چھتوں میں مٹی کا گھونسلا بنا کر رہتی ہے ۔ بادل چھایا ہوا ہو یا برس کر کھل گیا ہو تو جھنڈ کی صورت میں اڑتی پھرتی ہے ۔

شیکسپیئر نے نہ اس کے عربی معنی سے انصاف کیا ہے اور نہ اردو مفہوم سے - ایسی ناقص تشریح سے نہ کوئی مفہوم واضح ہوتا ہے اور نہ کوئی بات پلے پڑتی ہے ۔

آبارنا : اسے سنسکرت لفظ کے طور پر درج کرنے کے بعد اس کے معنی آزادکرنا اور چھوڑنا بتائے ہیں ۔ سب سے پہلے تو یہ حقیقت واضح کرنا مناسب ہوگا کہ بشکل موجودہ یہ سنسکرت نہیں بلکہ ہندی لفظ ہے ۔ اگرچہ اس کے مندرجہ معنی درست ہیں ، مگر یہ ان ہی معنی تک محدود نہیں ہے ، بلکہ اس کے اور بھی معنوی پہلو ہیں ، مثلاً پلیٹس نے اس کے معانی میں محفوظ کرنا ، بچا کر رکھنا اور سینت کر رکھنا کا ذکر بھی کیا ہے ۔ ان معانی کو نظر انداز کر دینے کا کوئی جواز نہ تھا ۔

آب بستہ : اس کے معنی ایک شیشہ (a glass) بیان ہوئے ہیں ۔ اگرچہ یہ ترکیب شیشے کے معنی میں بھی استعمال ہوتی ہے ، مگر یہ اس کے مجازی معنی ہیں ۔ اس کے لغوی معنی ہیں منجمد پانی یعنی برف ۔

چنانچہ پلیٹس نے اس کے معنی(ice) بھی درج کیے ہیں ۔ اصول کے مطابق کسی لفظ کے لغوی اور اصلی معنی درج کرنے کے بعد اس کے مجازی معنی کا ذکر کرنا چاہیئے ۔ اس سے کسی لفظ کا حقیقی مفہوم واضح ہونے کے علاوہ حقیقت اور مجاز میں جو مناسبت یا تعلق ہوتا ہے ، اس کو سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے ۔ البتہ بعض الفاظ اور اصطلاحات ایسی ہی ہیں جو مجازی معنی میں اس کثرت سے استعمال ہوتی ہیں کہ ان کو لغوی معنی میں نہ کوئی استعمال کرتا ہے اور نہ ان کو جاننے میں دلچسپی رکھتا ہے ۔ ایسی صورتوں میں صرف مجازی معنی کا اندراج جواز رکھتا ہے ۔ تاہم ان صورتوں میں بھی اگر لغوی مفہوم کی طرف اشارہ کر دیا جائے تو بہتر ہوتا ہے ۔ لیکن زیر بحث ترکیب کی یہ صورت نہیں ہے ۔ یہ اپنے لغوی مفہوم میں بھی مستعمل ہے ۔ اس لیے اس کے لغوی معنی کا اندراج ضروری تھا ۔ مگر مؤلف نے نہ جانے کس خیال کے زیر اثر لغوی معنی سے صرف نظر کرنے کو ترجیح دی ۔

آب پاشی : اس ترکیب کا مفہوم sprinkling water سے ظاہر کیا ہے ۔ یہ اس ترکیب کا لفظی ترجمہ ہے یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ اس کے لغوی معنی ہیں ۔ مگر یہ لفظ عام طور پر کھیتوں کی سیرابی اور آب رسانی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔ ان معنی سے چشم پوشی بے جواز ہے ۔ ایلن اور پلیٹس نے اس کے معنی irrigation اور watering field لکھ کر اس مفہوم کی ترجمانی کی ہے ۔ لطف کی بات یہ ہے کہ مؤلف نے ''آب بستہ'' کے ضمن میں تو محض مجازی معنی کا اندراج کافی سمجھا ، حالانکہ وہ ترکیب لغوی معنی میں بھی مستعمل ہے ، مگر یہاں اس کے برعکس رویہ اختیار کرتے ہوئے لغوی مفہوم درج کرنے پر اکتفا کیا ، حالانکہ یہ ترکیب لغوی مفہوم میں شاذ ہی استعمال ہوتی ہے اور جس مفہوم میں اکثر استعمال ہوتی ہے ، اسے نظرانداز کر دیا ۔ اسے ناہمواری سے تعبیر نہ کیا جائے تو کیا کہا جائے ۔

ابدال : اس کے معنی مذہبی درویش اور پرجوش بتائے ہیں ۔ یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ابدال ہر درویش اور پرجوش شخص کو نہیں کہتے ۔

تصوف کی اصطلاح میں اولیاء اللہ کے ایک خاص گروہ کا یہ نام ہے ، جن کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ نظام عالم میں تصرف رکھتے ہیں ۔ ان میں سے اگر کوئی وفات پا جائے یا کسی اور منصب پر فائز ہو جائے تو کوئی دوسرا اس کی جگہ مقرر کر کے تعداد پوری کر دی جاتی ہے ۔ چونکہ یہ ایک دوسرے کا بدل ہو جاتے ہیں ۔ اس لیے ان کو ابدال کا نام دیا گیا ہے ۔ اس مفہوم کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا گیا ۔ اس صورت میں اس تشریح کو ناقص بلکہ مغالطہ انگیز کہا جا سکتا ہے ۔ اصطلاحات کے معاملے میں یہ بے پروائی کسی طرح بھی پسندیدہ نہیں ہے ۔

آب دست : ہاتھ دھونے کا پانی ، ہاتھ دھونا ، ماہر کاریگر جو اپنے کام میں نفاست پیدا کرے ، بے گناہ فقیر ۔ یہ اس تشریح کا خلاصہ ہے ، جو مؤلف نے اس ترکیب کی کی ہے ۔

''بے گناہ فقیر'' کے معنی کسی مستند فارسی لغت میں مذکور نہیں ہیں، باقی معنی درست ہیں ، مگر اس کے عام اور مشہور معنی استنجا اور طہارت ہیں ، جن کا ذکر ہی نہیں ہے اور اردو میں تو یہ لفظ استنجا اور طہارت کے معنی ہی میں استعمال ہوتا ہے ، چنانچہ ''فرہنگ آصفیہ'' میں بصراحت مذکور ہے کہ ''اردو میں صرف طہارت ، استنجے ، پا کی کے معنی میں بولتے ہیں ۔''

یہاں یہ وضاحت کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ یہ معنی صرف اردو تک محدود نہیں ہیں ، بلکہ فارسی میں بھی ان معنی میں یہ ترکیب مستعمل ہے ۔ چنانچہ ''بہار عجم'' کا بیان ہے : ''بمعنی وضو و استنجا کردن اشتہار یافتہ و بکثرت استعمال اضافت آں ساقط شدہ'' یعنی وضو اور استنجا کرنے کے معنی میں مشہور ہوا اور کثرت استعمال سے اس کی اضافت گر گئی ۔

''برہان قاطع'' کے حاشیے میں اس کے معنی ''زبردست و چابک'' بھی بیان کیے گئے ہیں ۔ ''بہار عجم'' ہی کا اندراج ہے کہ ''باضافت بمعنی خوبی و لطافت و قوت دست مجاز است'' یعنی اضافت کے ساتھ خوبی ،

نظافت اور قوت دست کے معنی میں مجازاً مستعمل ہے ۔ اس مفہوم کی سند میں کمال خجند اور طالب آملی کے اشعار بھی درج ہیں ۔

حاصل کلام یہ کہ اس کے مشہور معنی وضو اور استنجا ہیں اور اگر اسے اضافت کے ساتھ استعمال کیا جائے تو اس کے معنی خوبی و لطافت بھی ہیں ۔ مگر مؤلف نے ان معنی کو ترک کر دیا ہے ۔ مشہور معنی کو ترک کر کے غیر مشہور معنی کا اندراج خلاف اصول لغت‌نگاری ہے ۔

ابرص : اس لفظ کی تشریح having, leprosy, leprous کے الفاظ میں کی گئی ہے : یہی معنی جذامی یا کوڑھی کے ہیں ۔ اسی لغت میں جذام کے معنی leprosy درج ہیں ۔ گویا مؤلف کے نزدیک جذام اور برص ہم معنی الفاظ ہیں - حالانکہ ایسا نہیں ہے ۔ جذام یا کوڑھ میں جسمانی اعضاء گل کر جھڑ جاتے ہیں ، مگر برص یا پھلبہری میں بدن کی جلد پر سفید دھبے پڑ جاتے ہیں ۔ برص اتنا تکلیف دہ اور کراہت انگیز مرض نہیں ہے ، جتنا جذام ہے ۔ اس فرق کو تشریح میں ملحوظ رکھنا چاہیئے تھا ۔

ابلقا : عربی لفظ کے طور پر درج ہے اگرچہ اس کی اصل عربی ابلق ہے مگر یہ موجودہ شکل اور معنی میں اردو لفظ ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں بھی غلط طور پر اس کا عربی لفظ کی حیثیت سے اندراج ہوا ہے ، مگر عربی میں اس لفظ کا سراغ نہیں ملا ۔ پلیٹس نے اسے عربی ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ، جو صحیح ہے ۔

ابوبکر : اس کے لفظی معنی father of the virgin یعنی کنواری کا باپ درج ہوئے ہیں ۔ پلیٹس نے بھی یہی اندراج نقل کر دیا اور خود تحقیق کی ضرورت محسوس نہیں کی ۔ اگر "بکر" بکسر اول ہوتا تو یہ معنی ہو سکتے تھے ، مگر اس کنیت میں بکر بالفتح ہے ۔ اس لیے یہ معنی نہیں ہو سکتے ۔ "المنجد" میں "بکر" بفتح اول کے معنی "الفتی من الابل" مذکور ہیں ۔ گویا جوان اونٹ کو "بکر" کہا جاتا ہے ۔ چونکہ حضرت صدیق اونٹوں اور ان کے امراض و علاج میں مہارت رکھتے تھے ، اس لیے ان کی یہ کنیت پڑ گئی ۔

ابوجہل : کی تشریح An uncle of Muhammad کے الفاظ میں کی ہے۔ یہ تشریح مغالطہ انگیز ہے - ابوجہل آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا نہیں تھا ، بلکہ ہم قبیلہ بھی نہ تھا ۔ حضور اکرم کا تعلق بنو ہاشم سے تھا اور ابوجہل بنو مخزوم سے تھا ۔ دشمنان اسلام میں شامل آں حضرت کا چچا ابولہب تھا ۔

ابو تراب : مؤلف نے کنیتوں کے لغوی مفہوم کے اندراج کا التزام کر رکھا ہے ، مگر یہاں اپنی یہ روش ترک کر دی ہے ، معلوم نہیں کس مصلحت کی بنا پر - یہاں بھی اس کا لغوی مطلب ”مٹی کا باپ“ درج ہونا چاہیئے تھا ، تاکہ ہمواری پیدا ہو سکتی ۔

ابواب : اس کے معنی دروازے ، اصلیں بتائے ہیں ، جو درست ہیں ، مگر یہ مالیات کی ایک اصطلاح بھی ہے، جس کے معنی محصولات اور محصول کی مدیں ہیں ۔ دوسرے اہل لغت نے ان معنی کا استقصا کیا ہے - ”فرہنگ آصفیہ“ میں اس کے معنی معاملہ، زرلگان سے زائد رقم، جزیہ ، تاوان بھی درج ہیں ۔ ان معنی سے بے اعتنائی ناقابل فہم ہے ۔

ابہام : اس لفظ کو بطور صفت بھی درج کیا ہے اور اس کے معنی پوشیدہ، ڈھکا ہوا اور نامعلوم بتائے ہیں ۔ بطور صفت اس لفظ کا استعمال ثابت نہیں ہے ۔ عربی میں تو یہ ثلاثی مزید کی باب افعال سے مصدر ہے مگر اردو اور فارسی میں بطور اسم کیفیت مستعمل ہے ۔ اگرچہ مؤلف نے اسے اسم کی حیثیت سے بھی درج کیا ہے ، جو درست ہے ، مگر صفت کے طور پر اس کا اندراج محل نظر ہے ۔

ابھی : ab - hi کی صورت میں درج ہے ۔ یہ درست ہے کہ یہ لفظ ”ب“ اور ”ہی“ کا مرکب ہے، مگر اردو میں یہ ہائے مخلوط سے ”ابھی“ بولا جاتا ہے ۔ اسی صورت میں اسے درج کرنا چاہیئے تھا ، البتہ یہ وضاحت کی جا سکتی تھی کہ اصلاً یہ ”اب ہی“ ہے ۔ اردو کے سبھی لغت نگاروں نے اسے ہائے مخلوط التلفظ کے ساتھ ”ابھی“ لکھا ہے ۔ جس طرح ”سبھی“ لکھا اور بولا جاتا ہے جو ”سب ہی“ کی مرکب صورت ہے ۔

اپر : بمعنی تاخیر سنسکرت لفظ کی حیثیت سے درج کیا گیا ہے ۔ بصورت موجودہ یہ سنسکرت نہیں بلکہ ہندی ہے، جو سنسکرت اوپاڑ سے ماخوذ ہے ۔ پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طرر پر درج کیا ہے ۔ اس کی زیادہ مشہور اور متداول صورت اوپر ہے ، جو مؤلف نے درج ہی نہیں کی ۔

آپا : بڑی بہن کے معنی میں یہ لفظ سنسکرت کا لفظ ظاہر کیا گیا ہے ، فیلان نے اسے ترکی لفظ قرار دیا ہے ۔ کسی فارسی لغت میں یہ لفظ نہیں ملا ، حالانکہ فارسی کتب لغت میں فارسی میں رائج ترکی لفظ بھی شامل ہوتے ہیں ۔ ''موید الفضلا'' میں ترکی الفاظ کی الگ فصل قائم کی گئی ہے ۔ مگر کسی بھی لغت میں ''آپا'' کا سراغ نہیں ملا ۔ پلیٹس کی لغت اور ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کا اندراج بطور ہندی لفظ ہے ۔ یہی قرین قیاس ہے ۔ موجودہ صورت میں یہ سنسکرت بھی نہیں ہے ۔ اس لیے اسے ہندی یا اردو لفظ کی حیثیت سے شامل کرنا چاہیئے ۔

اپدیس : سین مہملہ سے سنسکرت لفظ کے طور پر مرقوم ہے ۔ سنسکرت میں شین منقوطہ سے ''اپدیش'' ہے ۔ سین بے نقط سے ''اپدیس'' اس کی ہندی صورت ہے ۔

اتابگ : کاف فارسی سے (ata-bag) مذکور ہے اور اسے اتا بمعنی والا بگ بمعنی آقا سے مرکب بتایا ہے ۔ اگرچہ یہ لفظ عام طور پر اردو اور فارسی میں کاف تازی سے (ata-bak) مروج ہے ، مگر صحیح کاف عجمی ہی سے ہے ۔ یہ دراصل اتا بمعنی پدر اور بیگ بمعنی بزرگ سے مرکب ہے ۔ ''بگ'' ''بیگ'' کا مخفف ہے ۔ گویا اس کے معنی پدر بزرگ کے ہیں اور کنایتاً استاد اور امیر کے معنی میں مستعمل ہے ۔ یہ شاہان شیراز کا لقب بھی تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ سعد بن زنگی سلطان سنجر کا اتابک یعنی استاد تھا سلطان سنجر نے اسے حاکم فارس مقرر کر دیا تھا ۔ سلطان سنجر کی وفات کے بعد سعد نے یہی لقب اختیار کر لیا ۔ ''لغات سعیدی'' میں اس کے معنی کم عمر بادشاہ کی جگہ کام کرنے والا نائب السلطنت (regent) بھی مذکور ہیں ۔

الاتی : اس کے معنی مفت ناچنے اور گانے والا بتائے ہیں ۔ مگر ان معنی میں اس لفظ کا استعمال کم از کم میرے دیکھنے اور سننے میں نہیں آیا۔ ممکن ہے کبھی ان معنی میں یہ لفظ استعمال ہوا ہو ، مگر ایسا شاذ ہی ہوگا ۔

اس کے مشہور معنی استاد کی مدد کے بغیر کوئی فن سیکھنے والا ہیں یا جو کسی فن میں ناقص اور اناڑی ہو ۔ انگریزی میں اس کے لیے quack کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے ۔ یہ لفظ اردو میں شوقیہ فن‌کار (یعنی جس نے کسی فن کو باقاعدہ استاد سے سیکھ کر پیشہ نہ بنایا ہو) کے معنی میں مستعمل ہے جس کے لیے انگریزی میں amateur کا لفظ استعمال ہوتا ہے بعض اہل علم کے نزدیک صحیح عطائی ہے ، یعنی جس کو کوئی فن کسی نے باقاعدہ شاگرد بنائے بغیر عطا کیا ہوا ۔

مؤلف نے جو معنی لکھے ہیں وہ amateur کے معنی تو ہو سکتے ہیں کیونکہ اس انگریزی لفظ کا ایک معنوی پہلو یہ بھی ہے ، مگر اردو میں ان معنی میں ''اتائی'' کا استعمال معدوم نہیں تو شاذ ضرور ہے ۔ پلیٹس نے اگرچہ اس کے یہ معنی بھی لکھے ہیں ، جو عین ممکن ہے کہ مؤلف کی تقلید ہو ، مگر پلیٹس نے اس کے مشہور و متداول مفہوم سے بھی صرف نظر نہیں کیا ۔ شیکسپیئر نے مشہور معنی کو ترک کرکے اپنی بے خبری کا ثبوت دیا ہے ۔

اثامی : عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی مجرم اور ملزم بتائے ہیں ۔ مجھے یہ الفاظ عربی کی کسی مستند لغت میں نہیں ملے ۔ البتہ ''فرہنگ عامرہ'' میں یہ لفظ ان معنی میں موجود ہے ، مگر ''فرہنگ عامرہ'' عربی الفاظ کے باب میں پایہ استناد نہیں رکھتی ۔ ''المنجد'' اور ''صراح'' میں اس کا ثبوت نہیں ملا ، حالانکہ یہ عربی کی مشہور و مستند اور جامع کتب لغت ہیں ۔ فارسی کی مشہور کتب لغت میں بھی یہ موجود نہیں ہے ۔ عربی میں ان معنی ''اثیم'' استعمال ہوتا ہے قیاس ہے کہ یہ لفظ اردو یا فارسی والوں کا تراشیدہ ہے ؛ مگر اردو اور فارسی میں بھی اس کا استعمال شاذ ہے ۔

اجابت : اس لفظ کے معنی قبول ، تعمیل وغیرہ مذکور ہیں ، جو درست ہیں ۔ مگر یہ لفظ اخراج فضلہ یعنی پاخانہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔ دوسرے اہل لغت نے یہ معنی درج کیے ہیں ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کے معنی براز ، ملین پاخانہ یا دست مندرج ہیں ۔ پلیٹس نے بھی ان معنی کا ذکر کیا ہے ، مگر مؤلف نے ان معنی کو درخور اعتناء نہیں سمجھا ۔

اجتہاد : یہ لفظ سعی و کوشش کے معنی میں درج کیا ہے ۔ یہ اس کے لغوی معنی ہیں ۔ اصطلاح فقہ میں یہ لفظ قرآن و سنت سے مسائل کے استخراج کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہیں ۔ اردو میں تو یہ لفظ استعمال ہی ان اصطلاحی معنوں میں ہوتا ہے ۔ سبھی اہل لغت نے ان معنی کا احاطہ کیا ہے ، مگر مؤلف نے ان سے اعتناء نہیں کیا ۔ یہ بہرحال ایک خامی ہے ۔

اجراء : کے معنی performance اور اجراء کرنا کے معنی perform بتائے گئے ہیں ۔ اردو میں یہ لفظ زیادہ تر جاری کرنا ، نافذ کرنا اور شروع کرنا کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ فیلن اور پلیٹس نے ان معنی کا ذکر بھی کیا ہے ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کے اصطلاحی معنی شروع ، نکاس ، بہاؤ ، درج ہوئے ہیں ۔ اس کے لغوی معنی جاری کرنا ہیں ، مؤلف نے نہ لغوی معنی لکھے اور نہ مجازی معنی کا احاطہ کیا ۔

احد : اس کے ایک معنی unity بھی درج ہیں ۔ مگر یہ اس کا مفہوم نہیں ہے ۔ احد، ایک، یکتا، یگانہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ unity اتحاد یا احدیت کے معنی ہو سکتے ہیں ۔ چونکہ ایک سے نو کے اعداد کو آحاد کہتے ہیں ، جو احد کی جمع ہے اور اردو میں اعداد کے اس درجے کو اکائی کہتے ہیں ۔ اس لیے ہو سکتا ہے مؤلف نے احد کو اکائی کا مترادف خیال کرتے ہوئے اس کا ترجمہ unity کر دیا ہو ۔ اگر ایسا ہی ہوا ہے تو مؤلف نے اس سے غلط نتیجہ نکالا ہے ۔ ہر زبان کا اپنا انداز ہوتا ہے ۔ اردو میں اکائی ایک عدد کو نہیں بلکہ اعداد کے درجے کو کہتے ہیں ۔ مگر عربی میں درجے کے لیے نہیں بلکہ اس درجے کے اعداد کے لیے آحاد کا لفظ استعمال ہوتا ہے ۔ اسی طرح دس سے سو تک

کے اعداد کو عشرات اور سو سے ہزار تک کے اعداد کو مئات اور ہزار کے ضرب سے بننے والے اعداد کو آلاف کہا جاتا ہے - جو بالترتیب احد، عشر، ماۃ اور الف کی جمعیں ہیں - بہرحال احد کا ترجمہ unity درست نہیں ہے -

احمقی : اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر ہوا ہے - اپنی موجودہ صورت میں یہ عربی نہیں ہے - البتہ عربی فارسی کا مرکب لفظ کہہ سکتے ہیں ، کیونکہ عربی لفظ احمق پر فارسی ہائے مصدری کے اضافے سے اسم کیفیت بنایا گیا ہے - حماقت کے معنی میں اردو میں شاید ہی کوئی اسے استعمال کرتا ہو - اردو میں اس کی جگہ حماقت اور احمق پن زیادہ مستعمل ہیں- تاہم قاعدے کے لحاظ سے یہ درست ہے - اس کا اندراج فارسی یا عربی فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے -

ادا : یہ لفظ عربی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور فارسی میں بھی ، لیکن دونوں زبانوں میں اس کے معنی مختلف ہیں - اس لحاظ سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ صوتی اور لفظی مماثلت کے باوجود مختلف الفاظ ہیں - مگر مؤلف نے ان دونوں کو ایک ہی سمجھ لیا ہے - عربی میں ادا بجا آوری کے معنی میں ہے اور فارسی میں اس کے معنی ناز و کرشمہ ہیں - مؤلف نے اسے عربی لفظ کی حیثیت سے درج کرکے ناز و کرشمہ اور بجا آوری کے معنی اسی کے تحت بیان کر دیئے ہیں، جس سے ایک مغالطہ انگیز اور گمراہ کن صورت پیدا ہوگئی ہے - یہ وضاحت ہونی چاہیئے تھی کہ ناز و انداز کے معنی میں یہ فارسی ہے - دوسرے اہل لغت نے اس فرق کی طرف اشارہ کر دیا ہے - "فرہنگ آصفیہ" میں "ادا" عربی لفظ کے طور پر درج ہوا ہے اور اس کے عربی معنی درج کرنے کے بعد معنی نمبر ۴ فارسی بتا کر فارسی میں رائج معانی کا ذکر کیا گیا ہے - "بہار عجم" اور "لغات سعیدی" میں بھی ایسا ہی کہا گیا ہے -

ادانی : اس لفظ کو دنی کی عربی جمع بتایا گیا ہے - یہ دنی کی نہیں بلکہ "ادنیٰ" کی جمع ہے - عربی جمع کے معاملہ میں مؤلف نے کئی جگہ ٹھوکر کھائی ہے - اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ خود تحقیق کرنے کی

کوشش نہیں کی ، بلکہ سنی سنائی یا محض نقل در نقل سے کام لیا ہے ۔

ادرک : سنسکرت لفظ کے طور پر مرقوم ہے ۔ پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے تو "فرہنگ آصفیہ" میں اسے فارسی قرار دیا گیا ہے "عمید" نے اسے عربی بتایا ہے ۔ مختلف اہل لغت کی مختلف آراء نے ایک الجھن پیدا کر دی ہے ۔ اس میں تو کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ لفظ فارسی میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔ لیکن فارسی میں بہت سے عربی الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں ، اس لیے محض استعمال پر تکیہ کرکے اس کے عربی یا فارسی ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا ۔ اسی طرح اس کے اردو میں استعمال پر انحصار کرکے اسے اردو یا ہندی قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ اس کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے عربی ، فارسی اور اردو کتب لغت ہی سے مدد لی جا سکتی ہے ۔

عربی کتب لغت میں "ادرک" ان معنی میں نہیں ملا ۔ عربی میں ان معنی میں "زنجبیل" استعمال ہوتا ہے ۔ اب فارسی اور ہندی میں اس کی تلاش ہو سکتی ہے ۔ "برہان قاطع" میں یہ لفظ موجود ہے اور یہ وضاحت بھی کہ ہندی میں بھی اس کا یہی نام ہے ۔ اب رہا یہ معاملہ یہ ہندی یا اردو میں سنسکرت سے آیا یا فارسی سے ، تو قرین قیاس یہی ہے کہ اردو میں یہ لفظ فارسی سے آیا ہے ، کیونکہ اردو میں فارسی سے براہ راست بہت سے الفاظ آتے ہیں ، مگر براہ راست سنسکرت سے بہت کم الفاظ درآمد ہوئے ہیں ۔ سنسکرت کے اکثر الفاظ اردو میں پراکرتوں کے واسطے سے آئے ہیں ، اس لیے اردو میں ان کی صورت سنسکرت سے مختلف ہے ۔ ایسے بہت کم الفاظ ہیں جو سنسکرت سے براہ راست اردو میں وارد ہوئے ہوں ، اس لیے کہ اردو بمشکل ہی سنسکرت کے لہجے کی متحمل ہو سکتی ہے ۔ اپنے صحیح سنسکرت تلفظ اور لہجے کے ساتھ اردو میں خال خال الفاظ ملتے ہیں ۔ مگر فارسی اور عربی کا یہ حال نہیں ہے ۔ اردو میں اکثر فارسی اور عربی الفاظ اپنے اصلی لہجے اور تلفظ کے ساتھ رائج ہیں ۔ کسی لفظ کا فارسی اور سنسکرت

میں مشترک ہونا بعید از قیاس نہیں ہے کیونکہ فارسی اور سنسکرت متحد الاصل زبانیں ہیں ۔ تاہم ہمیں قریبی ذریعے کو ترجیح دینی ہوگی ۔ قریبی ذریعہ فارسی ہے ۔ اس لیے ''ادرک'' کا اندراج بھی فارسی لفظ کے طور پر لائق ترجیح ہے ۔

ادغام : اگرچہ یہ لفظ صرف اور تجوید کی اصطلاح کے طور پر بھی مستعمل ہے اور اس اصطلاح کی صورت میں دو ہم جنس حروف باہم ملا کر ادا کرنے کے مفہوم میں مستعمل ہے ۔ لیکن اس لفظ کا استعمال محض اس اصطلاحی مفہوم تک محدود نہیں ہے ، جیسا کہ مؤلف نے اس کا صرف یہی مفہوم درج کرکے اس کے استعمال کو محدود و مقید کرنے کی کوشش کی ہے ۔ عربی میں تو اس کے متعدد معنی ہیں ۔ مثلاً کوئی چیز چبائے بغیر نگلنا ، گھوڑے کے منہ میں لگام دینا ۔ اگر اردو کے استعمال کا لحاظ رکھا جائے تو بھی یہ لفظ ایک چیز کو دوسری میں ملا کر ایک کرنے کے معنی میں عام استعمال ہوتا ہے ۔ مگر مؤلف نے ان معنی کو نظر انداز کر دیا ہے اور ایک حرف کو دوسرے میں ملا کر مشدد کرنے کے معنی بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے ۔

ادیم : اس لفظ کے صرف ایک معنی perfumed leather یعنی معطر چمڑا بیان کیے ہیں ۔ یہ معنی درست ، مگر اس کے اور بھی معنی ہیں ۔ مثلاً عربی میں چاشت کے وقت ، آسمان اور زمین اور ان سے ظاہر ہونے والی چیزیں ، دن اور دن کی سفیدی بھی ہیں ۔ کسی چیز کے ظاہر اور سطح کو بھی ادیم کہتے ہیں ۔ ''ادیم زمین'' کی ترکیب میں ادیم سے مراد سطح ہے ۔

اذبک : اسے ترکی لفظ کے طور پر ذال معجمہ سے درج کیا ہے ۔ اس کا صحیح املا زائے منقوطہ سے ''ازبک'' ہے ۔

آذر : یہ لفظ بضم ذال معجمہ آگ کے معنی میں اور حضرت ابراہیم کے والد کے نام کے طور پر درج ہے ۔

اس لفظ کا مشہور تلفظ تو بفتح دوم ہے ۔ ''بہار عجم'' میں بھی بفتح دوم مرقوم ہے ، مگر صاحب ''برہان قاطع'' نے بیان کیا ہے کہ

"فرہنگ جہانگیری" کے مؤلف نے طویل بحث کے بعد بضم دوم کو مرجح قرار دیا ہے۔ اگرچہ فارسی زبان میں ذال معجمہ کا وجود نہیں ہے اور یہ متعربین کی بدعت ہے جو بعض فارسی الفاظ کے ذال معجمہ سے املا کی صورت میں چلی آ رہی ہے۔ عموماً تعریب کی صورت میں فارسی کی دال مہملہ ذال معجمہ سے بدل جاتی ہے، مثلاً استاد کی معرب صورت استاذ ہے۔ تعریب میں تو اس کا جواز ہے مگر غیر معرب صورت میں اس کا کوئی جواز نہیں ہے، کیونکہ ذال معجمہ فارسی کے حروف تہجی اور صوتیات میں شامل ہی نہیں۔ مگر متعربین نے ذال معجمہ کو دال مہملہ کا بدل بلکہ نعم البدل بنا لیا اور فارسی لفظ کی دال کو ذال منقوطہ سے بدل دیا اور اس کے لیے ایک کلیہ بھی وضع کر لیا۔ جس کو ایک رباعی کی صورت میں یوں پیش کیا گیا ہے:

آناں کہ بفارسی سخن میرانند
در معرض دال، ذال را ننشانند

ماقبل وی ار ساکن جز 'وای' بود
دال است وگرنہ ذال معجم خوانند

یعنی اگر اس سے پہلے حرف صحیح اور ساکن ہو تو دال پڑھیں گے۔ ورنہ ذال معجمہ۔ اس قاعدے کی رو سے گنبد، غود، گشود جیسے الفاظ کو ذال معجمہ سے گنبذ، غوذ، گشوذ لکھا جانے لگا۔ جس سے ایک مضحکہ خیز صورت پیدا ہو گئی۔ چنانچہ اہل زبان نے اس قاعدے کو رد کر دیا۔ چنانچہ عمید نے اپنی فرہنگ میں شامل "دستور زبان فارسی" میں اس قاعدے کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ:

"اما امروزہ این قاعدہ رعایت نمی شود۔"

یعنی آجکل اس قاعدے کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ لیکن ابھی تک متعربین کی اس بدعت کے آثار بعض الفاظ کی صورت میں باقی ہیں، جن میں سے ایک لفظ "آذر" بھی ہے۔ اگرچہ یہ بھی اصلاً دال مہملہ سے ہے۔ اس کی اوستائی صورت آتر، آترے، قدیم فارسی آتر اور پہلوی اتجہ

آثر ہے - جس سے فارسی میں آدر ہوا ، جس کو متعربین نے آذر بنا دیا۔ آذر کو غلط العام یا غلط العوام کی حیثیت سے گوارا کیا جا سکتا ہے ، مگر حضرت ابراہیم کے والد کا نام تو کسی صورت میں بھی ذال معجمہ سے نہیں بلکہ زائے منقوطہ سے آزر ہے - علاوہ بریں مؤلف نے آذر بضم ذال درج کیا ہے، مگر حضرت ابراہیم کے والد کا نام بفتح زائے منقوطہ ہے - یعنی ان دونوں کی حرکات بھی مختلف ہیں - اس صورت میں آذر کو حضرت ابراہیم کے باپ کا نام بتانا سخت گمراہ کن ہے -

ارادت : اس لفظ کے جو معنی درج ہوئے ہیں ، وہ عربی کے لحاظ سے تو درست ہیں - مگر اردو اور فارسی میں یہ لفظ کنایتاً عقیدت و اطاعت کے معنی میں مستعمل ہے - اسی سے ارادت مند اور ارادت مندی جیسی تراکیب بھی مستعمل ہیں - ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کے معنی عقیدت، مریدانہ اطاعت بھی مذکور ہوئے ہیں - کم از کم اردو لغت میں ان معنی کا شمول ضروری ہے مگر مؤلف نے یہ مفہوم نظرانداز کر دیا ہے - شاید اردو کے استعمال پر مؤلف نے دھیان ہی نہیں دیا -

ارب : اس کے معنی one hundred millions مرقوم ہیں - گویا مؤلف کے نزدیک دس کروڑ کو ارب کہتے ہیں - حالانکہ سو کروڑ کا ایک ارب ہوتا ہے - اس لحاظ سے one thousand million لکھنا چاہیئے تھا - لیلن اور پلیٹس نے بھی one handred million ہی لکھا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے حساب لگانے کی کوشش ہی نہیں اور نقل در نقل پر مدار کرکے ایک غلط بات کو رواج دینے کی کوشش کی ہے - لغت نگاری میں جب بھی تحقیق و تدقیق سے صرف نظر کرکے تساہل سے کام لیا جائے گا ، یہی مضحکہ خیز صورت پیدا ہوگی -

ارزانی رکھنا : پیش کرنا اور عطا کرنا کے معنی میں درج ہوا ہے - آجکل ان معنی میں ارزانی کرنا یا ارزانی فرمانا استعمال ہوتا ہے - ہو سکتا ہے قدیم روزمرہ میں''ارزانی رکھنا'' استعمال ہوتا ہو - غالب نے ایک شعر میں ''ارزانی رہنا'' استعمال کیا ہے - مثلاً :

مجھ کو ارزانی رہے ، تجھ کو مبارک ہو جیو
نالۂ بلبل کا درد اور خندۂ گل کا نمک

مگر یہ استعمال شاذ ہے اور اب متروک بھی ہے - فارسی میں "ارزانی داشتن" استعمال ہوتا ہے - "ارزانی رکھنا" اسی فارسی محاورے کا اردو ترجمہ ہے - مگر اب اہل اردو نے اس میں تصرف کرکے "ارزانی کرنا" بنا لیا ہے - ہو سکتا ہے اس محاورے کا یہ روپ مؤلف کی نظر سے اوجھل ہو -

ارسلان : اس کے معنی a lion مرقوم ہیں - یہ معنی درست ، مگر یہ لفظ بہادر اور بندہ و غلام کے معنی میں بھی کنایتاً استعمال ہوتا ہے - مؤلف نے صرف لغوی معنی پر اکتفا کیا ہے - تمام لغوی اور مجازی معنوں کا احاطہ کرنا چاہیئے ، کیونکہ بعض الفاظ اپنے لغوی معنی سے زیادہ مجازی معنی میں مستعمل ہوتے ہیں -

ارغنوں : اس لفظ کو یونانی بتایا ہے - بلاشبہ یہ اصلاً یونانی لفظ ہے - یونانی میں اس کا تلفظ arganon ہے لیکن اس کی مندرجہ صورت فارسی ہے - عربی میں بھی "ارغنون" استعمال ہوتا ہے ، اس لیے اس صورت کو معرب بھی کہا جا سکتا ہے - اس کی دوسری صورتیں ارغون، ارغنن، ارغن بھی استعمال ہوتی ہیں - فیلن ، پلیٹس اور عمید نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے - بہرحال موجودہ صورت میں یہ فارسی یا عربی ہے ، یونانی نہیں - البتہ بطور فارسی یا عربی لفظ درج کرنے کے بعد یہ صراحت کی جا سکتی ہے کہ یہ یونانی arganon سے ماخوذ ہے -

ارقان : عربی لفظ کے طور پر درج کرکے اس کے معنی jaundice; mildew or blight in corn لکھے گئے ہیں - ان معنی میں کم از کم اردو ، فارسی اور عربی میں یہ لفظ استعمال نہیں ہوتا - jaundice کے معنی میں اردو فارسی اور عربی میں البتہ "یرقان" استعمال ہوتا ہے - چنانچہ ان معنی میں مذکور تینوں زبانوں کی کتب لغت میں "یرقان" ہی درج ہے اور یہی زبانوں پر بھی ہے -

البتہ "برہان قاطع" میں "ارقان" رومی لفظ کی حیثیت سے موجود ہے مگر اس کے معنی حنا یعنی مہندی بتائے گئے ہیں - مغرب العلی کی زبان میں اس کے معنی بادام کو ہی بیان ہوئے ہیں - ظاہر ہے کہ ان معنی

کا "یرقان" jaundice سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ اگر "ارقان" اور "یرقان" میں معنوی مماثلت ہوتی تو کہا جا سکتا تھا کہ یہ ایک دوسرے کے متبادل ہیں ۔ "المنجد' میں "رقان ، رقون اور ارقان" کو مبدلات کی حیثیت سے درج کرکے معنی حنا اور زعفران بیان ہوئے ہیں۔ "المنجد" ہی میں "یرقان" الگ "ی" کے تحت درج ہے اور اسے jaundice کے معنی میں درج کرکے یونانی الاصل قرار دیا ہے ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ارقان اور یرقان ایک ہی لفظ کے دو روپ نہیں ہیں ۔ بلکہ یہ دو مختلف الفاظ ہیں ۔ چنانچہ "ارقان" کو "یرقان" کے معنی میں درج کرنا گمراہ کن ہے ۔

ازمان : یہ لفظ زمان یا زمانہ کی جمع کے طور پر درج ہے ۔ یہ درست نہیں ہے ۔ زمان کی جمع ازمنہ ہے ۔ ازمان جمع ہے ، زمن کی ۔ آگے چل کر مؤلف نے خود ہی اپنے اس اندراج کی عملاً تردید جمعی کر دی ہے ، وہ اس طرح کہ "ازمنہ" کو زمان یا زمانے کی جمع بتایا ہے ۔ لیکن دونوں اندراجات کو دیکھ کر قاری الجھن میں پڑ جاتا ہے اور اس کے لیے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ صحیح کونسی صورت ہے اور غلط کونسی ، تا وقتیکہ وہ خود تحقیق کرکے صحیح نتیجے پر نہ پہنچے ۔

ازوقہ : یہ لفظ عربی لفظ کی حیثیت سے درج کرکے اسے "ذوق" کا بگاڑ بتایا ہے اور اس کے معنی خوراک (food) بیان کیے ہیں ۔

یہ تشریح سراسر غلط اور گمراہ کن ہے ۔ شاید مؤلف کو اس کی دوسری صورت اذوقہ یا آذوقہ سے مغالطہ ہوا ہو ، مگر مؤلف نے یہ صورت درج ہی نہیں کی ۔ پلیٹس نے "آزوقہ" ہندی لفظ کے طور پر درج کرکے "آزوقہ" کا بگاڑ بتایا ہے اور "آزوقہ" کو "آب و زقہ" کا مخفف قرار دیا ہے ۔ غیاث کی رائے بھی قریب قریب یہی ہے ۔ "غیاث اللغات" میں اسے آب زقہ باضافت بیانی سے ماخوذ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ "زقہ" عربی میں چوگے کے معنی میں آتا ہے اور فارسی میں مجازاً غذائے قلیل کے معنی میں مستعمل ہے ۔ اسے مرکب اضافی تسلیم کرنے کی

صورت میں اس سے یہ معنی متبادر نہیں ہوتا ۔ اس صورت میں اس کے معنی چوگے کا پانی ہوں گے ۔ البتہ مرکب عطفی یعنی آب و زقہ" تسلیم کرنے کی صورت میں اس کے معنی آب و دانہ یا غذائے قلیل کے مجازی معنی قرار دینے کا قرینہ ہو سکتا ہے ۔

"فرہنگ آصفیہ" میں اسے "آذوقہ ، اذوقہ" کی صورت میں عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور اسے "ذوق ، ذائقہ" سے ماخوذ قرار دیا ہے ۔ علاوہ بریں سنسکرت 'اجیوکا' کا بھی اس سلسلے میں ذکر کیا ہے ۔ مؤلف "فرہنگ آصفیہ" نے غیاث کی رائے کا حوالہ بھی دیا ہے اور اس کے بعد اپنے درج کردہ مادہ یعنی "ذوق ، ذائقہ" کی صحت پر اصرار کیا ہے ۔ لیکن ذوق اور ذائقہ ذائقہ یا مزے کا مفہوم رکھتا ہے ۔ البتہ "ذواق" طعم اور طبیعت کے معنی میں مستعمل ہے ۔ عربی میں آذوقہ یا اذوقہ تو مستعمل ہی نہیں ۔ اس صورت میں اسے عربی قرار دینا اور ذوق یا ذائقہ سے مشتق سمجھنا بعید از قیاس ہے ۔ اگر غیاث کی رائے کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ عربی اور فارسی کا مرکب لفظ ٹھہرے گا ۔ غیاث کا یہ بیان کہ "زقہ" عربی میں چوگے کے معنی میں مستعمل ہے ، محل نظر ہے ۔ "المنجد" میں "زقہ" موجود تو ہے مگر اس کے معنی ایک آبی پرندہ کے بتائے ہیں ۔ البتہ "زق" عربی میں 'چوگا دینا' کے معنی میں ضرور مستعمل ہے ۔ "صراح" میں "زق" کے معنی : " خورش دادن مرغ چوزہ را بدہان" مذکور ہیں ۔ "المنجد" سے بھی ان معنی کی تائید و تصدیق ہوتی ہے ۔ گویا "آب و زقہ" سے ماخوذ سمجھنے کا ایک قرینہ موجود ہے ۔ بشرطیکہ "زقہ" کو "زق" کا بگاڑ سمجھا جائے ۔ لیکن اس صورت میں بہت سے مفروضات پر انحصار کرنا ہوگا اور یہ دور کی کوڑی لانا کے مصداق ہوگا ۔

حمید نے ان معنی میں "آزوغہ" فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے اور "آذوقہ" کو اس کی متبادل صورت بتایا ہے ۔ فارسی اور ترکی زبانوں میں غین معجمہ اور قاف قرشت کا تبادل عام ہے ۔ اس لیے "آزوغہ" کا متبادل "آزوقہ" زائے منقوطہ سے تو قرین قیاس ہے ، مگر ذال معجمہ

سے ''آذوقہ'' خلاف قیاس ہے ۔ میری رائے میں صحیح ''آزوقہ'' ہے ۔ ''آذوقہ'' نہیں ۔ کیونکہ جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس لفظ کا ماخذ ذوق یا ذائقہ نہیں ہے ، تو اسے ذال نقطہ دار سے لکھنے کا بھی کوئی جواز باقی نہیں رہا ۔ لیکن یہ امر ابھی فیصلہ طلب ہے کہ اس کی اصل کیا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس تمام بحث اور نکتہ آفرینی میں اہل لغت نے سنسکرت کو نظر انداز کر دیا ہے ۔ سنسکرت کا 'آجیوکا' صوتی ، صوری اور معنوی لحاظ سے ''آزوقہ'' سے قریب تر ہے ۔ ''آجیوکا'' کے معنی روزی اور معاش کے ہیں ۔ یا صحیح تر الفاظ میں اس کا ترجمہ ''قوت لایموت'' ہے ۔ چونکہ سنسکرت اور فارسی متحد الاصل زبانیں ہیں ، اس لیے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ سنسکرت آجیوکا ہی کی فارسی صورت ''آزوقہ'' ہے اور ''آزوغہ'' اس کی متبادل صورت ہے جو غین اور قاف کے تبادل سے عمل میں آئی ۔ اس صورت میں اسے فارسی لفظ سمجھنا مناسب ہوگا ۔ مؤلف ''فرہنگ آصفیہ'' نے اگرچہ آجیوکا کا ذکر کیا ہے ، مگر خود ہی اس خیال کو مسترد کر دیا ۔ اگر مؤلف ''فرہنگ آصفیہ'' آزقہ اور آجیوکا کی صوتی اور معنوی مشابہت بلکہ مشارکت پر غور کرتے تو اس قیاس کو مسترد نہ کرتے ، مگر موصوف غالباً اس کے ذال معجمہ سے املا ''آذوقہ'' کے سبب مغالطہ کا شکار ہوکر غلط رخ اختیار کر گئے ۔ میں غور و خوض اور تحقیق و تقابل کے بعد جس نتیجہ پر پہنچا ہوں ، اس کا اظہار میں نے تفصیل کے ساتھ کر دیا ہے ۔

اساڑھی : اس کے معنی اساڑھ میں پورے چاند کا دن بتائے ہیں اور اس کے مشہور معنی نظرانداز کر دیے ہیں ۔ عام طور پر اساڑھی فصل ربیع کے معنی میں مستعمل ہے ۔ اردو کی دوسری کتب لغت میں یہ معنی مذکور ہیں ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کے ایک اور معنی وہ زمین جو اساڑھ کی پیداوار کے لیے موزوں اور مخصوص ہو'' بھی شامل ہیں ۔ مگر مؤلف نے ان معنی سے اعتنا ہی نہیں کیا ۔

استاد : اس کا اندراج عربی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ حالانکہ یہ خالص فارسی لفظ ہے ۔ البتہ ''استاذ'' معرب ہے ، جس کو عربی لفظ کے طور

پر درج کیا جا سکتا ہے - پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کرکے بتایا ہے کہ قدیم فارسی میں وستات اور پہلوی میں اوستات ہے - "برہان قاطع" کے حاشیہ نگار نے مستند حوالوں سے بیان کیا ہے کہ پہلوی اور پازند میں یہ اوستات (ostat) تھا - یہ مرکب ہے او + ستاد کا ستاد ستات ہی کی ایک صورت ہے - 'او' سابقہ ہی بمعنی اول یا آگے اور ستاد یا ستات بمعنی استادن یا کھڑا ہونا ہے - اس ترکیب لفظی کا مطلب پہلے یا آگے کھڑا ہونے والا ہیں ، جو کنایتاً آموزلدہ اور معلم کے معنی میں استعمال ہونے لگا - چنانچہ فارسی میں یہ اوستاد کی صورت میں رائج ہوا اور تخفیف کے بعد استاد رہ گیا - یزدی اور تہرانی میں اسا (usa) اور گیلکی میں آستا کی شکل اختیار کر گیا - ظاہر ہے کہ یہ سب اوستات یا اوستاد کی مختلف صورتیں ہیں - یہ لفظ جب عربی میں گیا تو تعریب کے عمل میں اس کی دال مہملہ ذال معجمہ سے بدل گئی اور "استاذ" ہوگیا -

بہرحال "استاد" فارسی لفظ ہے اور اس کا اندراج بھی اسی حیثیت سے ہونا چاہیئے - مگر مولف نے الٹی بات کی ہے یعنی استاد (ustad) کو عربی ظاہر کیا ہے اور استاذ (ustaz) کو فارسی بتایا ہے - حالانکہ استاذ کو عربی لفظ کے طور پر درج کرنا چاہیئے تھا ، کیونکہ یہ استاد کی معرب صورت ہے -

استعفا : اس کے معنی deprecating اور asking forgiveness لکھے ہیں۔ یہ معنی عربی کے لحاظ سے درست ہیں - مگر اردو اور فارسی میں یہ لفظ resignation کے معنی میں استعمال ہوتا ہے - کسی اردو لغت میں ان معنی کو نظر انداز کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے -

استہلال : اس لفظ کے معنی the appearing of the new moon درج ہوئے ہیں - ان معنی کے علاوہ اس کے معنی نیا چاند تلاش کرنا ، ماہ نو کی تلاش میں آسمان کی طرف دیکھنا یا نیا چاند دیکھنا ، بادل بہت برسنا اور پیدائش کے وقت بچے کا رونا بھی ہیں - مگر مؤلف نے صرف ایک معنی کا ذکر کرکے بات ختم کر دی - تمام معانی کا استقصا کیا جاتا تو بہتر تھا -

آسرم : سین مہملہ سے سنسکرت لفظ کے طور پر شامل ہے ۔ مگر بصورت موجودہ یہ ہندی ہے ۔ سنسکرت میں یہ شین منقوطہ سے آشرم ہے ۔ اسی لیے فیلن اور پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے ۔

اسطرلاب : اسے یونانی بتایا ہے ۔ اگرچہ اکثر محققین نے اسے یونانی‌الاصل قرار دیا ہے اور اسے اسطر بمعنی ترازو اور لاب بمعنی آفتاب کا مرکب بتایا ہے ۔ یونانی میں اس کا تلفظ astrolabos ہے ۔ جو مرکب ہے astron بمعنی ستارہ اورlambanein بمعنی گرفتن سے مرکب کے معنی ہیں ستارہ گیری یا تقدیر ستارگان ۔ یہ رائے ہے ابو ارطان کی ۔ حمزہ اسپاہانی نے اسے فارسی الاصل قرار دیا ہے اور ''ستارہ یاب'' کی مبدل صورت قرار دیا ہے ۔ لیکن محققین کی اکثریت اسے یونانی الاصل قرار دیتی ہے ۔

مؤلف ''برہان قاطع'' نے اس کے موجد کے متعلق دو اقوال نقل کیے ہیں ۔ پہلے قول کے مطابق یہ حضرت ادریس علیہ السلام کے بیٹے کی ایجاد ہے اور دوسرے قول کی رو سے اس کا موجد ارسطاطالیس ہے ۔ ''برہان قاطع'' کے حاشیہ نگار نے اسطرلاب کی اختراع کو ایک ریاضی دان ابرخس (Hepparxas) سے منسوب کیا ہے ، جو دوسری صدی قبل مسیح میں زندہ تھا اس کی دوسری مشہور صورت 'اصطرلاب' ہے مگر یہ دونوں صورتیں معرب ہیں ۔ اس لیے اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر ہونا چاہیئے تھا ، البتہ یہ وضاحت کی جا سکتی تھی کہ اصلاً یہ یونانی ہے ، فارسی میں استرلاب اور سرلاب بھی مستعمل ہے ۔ اسی نوعیت کا ایک لفظ اسطبل بھی ہے ، معرب ہے ، مگر یونانی الاصل ہے ، اسے مؤلف نے عربی لفظ کے طور پر شامل لغت کیا ہے ، مگر ''اسطرلاب'' کے سلسلے میں اپنی ہی روش سے انحراف کرکے ناہمواری پیدا کر دی ہے ۔ حالانکہ اصولی طور پر دونوں لفظ عربی الفاظ کی حیثیت سے قابل اندراج ہیں یا اگر اصل و ماخذ ہی ملحوظ تھا تو دونوں کو یونانی الفاظ کے طور پر درج کرنا چاہیئے تھا ۔

اسفنج : یہ لفظ بھی یونانی لفظ کے طور پر درج ہے - حالانکہ بصورت موجودہ یہ یونانی نہیں بلکہ عربی ہے - یہ واقعی یونانی سے ماخوذ ہے یا نہیں ، اس میں اختلاف ہے - "المنجد" میں اسے یونانی الاصل بتایا گیا ہے - عمید نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کر کے یہ صراحت کی ہے کہ عربی میں بھی اسے اسفنج کہتے ہیں - "لغات سعیدی" کے مؤلف کا خیال ہے کہ اسفنج عربی ہے اور اس کی فارسی صورت "اسپنج" ہے -

"برہان قاطع" کے حاشیہ میں بھی اسے عربی اور یونانی قرار دیا گیا ہے - اس کا یونانی نام spoggas ہے - یونانی نام اور عربی نام میں صوتی مشابہت قریبی نہیں ہے - البتہ اس کے انگریزی نام sponge اور اسپنج یا اسفنج میں زیادہ قریبی مشابہت ہے - عین ممکن ہے کہ اس کا انگریزی نام عربی اسفنج سے ماخوذ ہو - یہ بعید از قیاس بھی نہیں کیونکہ انگریزی اور لاطینی میں عربی کی طبی اصطلاحات بکثرت تصرف کے ساتھ اختیار کی گئی ہیں - بہرحال کوئی بھی صورت ہو اسفنج اپنی موجودہ شکل میں یونانی نہیں ہے - اس لیے اس کا اندراج بھی عربی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہئے تھا -

اسنان : بمعنی غسل کو سنسکرت لفظ ظاہر کیا گیا ہے - اگرچہ "اسنان" بولتے کم ہی سنا ہے - عموماً شین منقوط سے "اشنان" بولا جاتا ہے - اشنان البتہ سنسکرت ہے ، مگر "اسنان" سنسکرت نہیں ہے - یہ اس کا ہندی روپ ہوسکتا ہے - عام طور پر ہندی میں سنسکرت کا شین منقوطہ سین مہملہ سے بدل جاتا ہے - اسی لیے پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے -

اسو : گھوڑے کے معنی میں سنسکرت بتایا گیا ہے ، یہ بھی سنسکرت "اشو" بہ شین نقطہ دار کا ہندی روپ ہے ، جس کا اندراج بطور ہندی لفظ ہونا چاہئے تھا -

اسیر باد : اس لفظ کا بھی یہی حال ہے - یہ سنسکرت "آشیرواد" کی ہندی صورت ہے ، مگر مؤلف نے اسے سنسکرت ظاہر کیا ہے - اسے بھی

ہندی لفظ کے طور پر شامل کیا جانا چاہیئے تھا ۔

اشتمال : اس کے معنی comrehension, containing بتائے ہیں ۔ یہ معنی درست سہی ، مگر تمام معنوی پہلوؤں کا احاطہ نہیں کرتے ۔ مثلاً اس کے معنی ہیں دوڑنا ، احاطہ کرنا ، گرد گھومنا ، اپنے اوپر چادر اوڑھنا تاہم ان معنی سے چشم پوشی کو گوارا کیا جا سکتا ہے ، کیونکہ یہ معنی اردو میں متداول نہیں ہیں ، لیکن اس کے بہت مشہور معنی ایک مالک کی زمین کے بکھرے ہوئے قطعات کو یک جا کرنا ہیں ۔ ان معنی میں یہ محکمہ مال کی اصطلاح ہے ۔ ایک ناخواندہ زمیندار اور کاشت کار بھی اس کے اس مفہوم سے واقف ہے ۔ ان معنی میں یہ اصطلاح تنہا بھی استعمال ہوتی ہے اور ''اشتمال اراضی'' کی ترکیب کی صورت میں بھی ۔ انگریزی میں اس کے لیے consolidation یا land consolidation کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے ۔ ان معنی سے صرف نظر بہرحال ایک نقص ہے ، جس کی طرف توجہ دلانا ضروری تھا ۔ تعجب کی بات ہے کہ اکثر اہل لغت نے یہ مفہوم نظرانداز کر دیا ہے ۔ اس کی وجہ نقل در نقل کی عادت ہے ۔

اشراق : اس لفظ کے بعض معنوی پہلو مؤلف سے نظر انداز ہو گئے ہیں ۔ مثلاً یہ لفظ روشن ضمیری اور کشف والہام کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کے معنی'' حکمت ، روشن ضمیری ، تصفیہ' باطنی'' بھی تحریر ہیں ۔ ٥مہذ نے اس کے معنی الہام گرفتن بھی بتائے ہیں ۔ اشراق حکما یا فلاسفہ کے ایک مسلک کا نام بھی ہے ، اس مسلک سے تعلق رکھنے والے کو اشراقی کہا جاتا ہے ۔

اصطرلاب : یہ لفظ یونانی ظاہر کیا گیا ہے ۔ اس پر مفصل بحث 'اسطرلاب' کے ضمن میں ہو چکی ہے ۔ یہاں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ یہ معرب ہے اور اسے عربی لفظ کے طور پر درج کرنا چاہیئے ، جیسا کہ مؤلف نے اصطبل کو عربی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے ۔ اگر اصطبل معرب ہونے کے باعث عربی لفظ کے طور پر درج ہو سکتا ہے تو اصطرلاب کے سلسلے میں اس قاعدے سے انحراف کیوں ۔

اصول : اسے اصل کی جمع بتا کر جو معنی لکھے گئے ہیں وہ بجا ، مگر اصول اردو میں بطور واحد بھی مستعمل ہے ۔ اس حیثیت میں اس کے معنی قاعدہ ، دستور وغیرہ بھی ہیں ۔ انگریزی میں اس کے لیے principle کا لفظ استعمال ہوتا ہے ۔ ایک اردو لغت میں ان معنی کا اندراج ضروری تھا ، مگر مؤلف نے یہ معنی ترک کر دیئے ہیں ۔

اغراق : اس لفظ کے لغوی معنی تو درج کر دیئے ہیں ، مگر علم معانی کی اصطلاح میں یہ مبالغہ کی ایک قسم کا نام بھی ہے ۔ پلیٹس نے ان معنی کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ دوسری کتب لغت میں بھی ان اصطلاحی معنی کا ذکر ملتا ہے ۔ اغراق اس مبالغہ کو کہتے ہیں جو عقل کے لحاظ سے تو ممکن ہو مگر عادت کے لحاظ سے ممکن نہ ہو ۔ مؤلف نے ان معنی کا ذکر نہیں کیا ۔

افشاں : اس کے لغوی معنی بکھیرنا ، منتشر کرنا ، پراگندہ کرنا ، وغیرہ تو مذکور ہیں مگر اس کے خاص معنی نظرانداز کر دیے ہیں ، حالانکہ ان خاص معنی میں بھی یہ لفظ عام استعمال ہوتا ہے ۔ یعنی مقیش کے باریک کترے ہوئے ٹکڑے یا طلائی و نقرئی اوراق کا برادہ جو خواتین آرائش کے لیے پیشانی اور سر کے بالوں کی مانگ میں چپکا لیتی ہیں ۔ اردو میں اس سے ”افشاں چننا“ کا محاورہ بھی بنا ہے ۔ یہ معنی قریب قریب سبھی اردو کتب لغت میں شامل ہیں ، مگر مؤلف نے نہ ان معنی کا ذکر کیا اور نہ اس سے مشتق محاورہ ”افشاں چننا“ شامل لغت کیا ۔

اقارب : اسے ”قریب“ کی جمع بتایا ہے ”قریب“ کی جمع ”اقربا“ ہے ۔ خود مؤلف نے ”اقربا“ کے تحت اسے ”قریب“ کی جمع کہا ہے ۔ ”اقارب“ جمع ہے ”اقرب“ کی ”یہی لغزش مؤلف ”فرہنگ آصفیہ“ سے بھی ہوئی ہے ۔ایسی اغلاط اس وقت سرزد ہوتی ہیں ، جب لغت نویس خود تحقیق نہیں کرتا بلکہ کسی ایک لغت سے نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہے ۔ یا سنی سنائی بات پر اندھا اعتماد کر لیتا ہے ۔

اقربہ : اس لفظ کو عربی لفظ کے طور پر درج کرنے کے بعد اسے ”اقربا“ کا بگاڑ بتایا ہے ۔ بگڑی ہوئی صورت میں اسے عربی لفظ کی حیثیت سے شامل کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے ۔

اکثیر : اسے عربی لفظ کی حیثیت سے ''اکسیر'' کے بدل کے طور پر درج کیا ہے - یہ ''اکسیر'' کے بدل کے طور پر اردو ، فارسی اور عربی میں کبھی بھی مستعمل نہیں رہا ۔ اگر کسی بے خبر کاتب نے ''اکسیر'' کی جگہ ''اکثیر'' لکھ دیا ہو تو یہ سند نہیں بن جاتی ۔ بہت سے لوگ املا کی غلطیاں کرتے ہیں ، ان کو سند یا متبادل صورتیں تسلیم کر لیا جائے تو زبان کا خدا ہی حافظ ہے - صحیح ''اکسیر'' ہے اور یہی لفظ اردو ، فارسی اور عربی میں استعمال ہوتا ہے ۔

اکرام : بفتح اول کو ''کرم'' کی جمع کے طور پر درج کیا ہے - عربی کی کسی مستند لغت سے ''اکرام'' بالفتح کا ثبوت نہیں ملا ۔ ''فرہنگ عامرہ'' میں یہ لفظ اس صورت میں موجود ہے،' مگر یہ لغت عربی الفاظ کے سلسلے میں مستند نہیں ہے ۔ ''المنجد'' اور ''صراح'' میں ''اکرام'' بالفتح کا ذکر نہیں ہے ۔ ''مفتاح اللغات'' ''فرہنگ عمید''، ''بہار عجم''، ''لغات سعیدی'' میں اکرام بالفتح شامل نہیں ۔ البتہ اکرام بالکسر قریب قریب سبھی کتب لغت میں موجود ہوتا ہے - اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ''اکرام'' بفتح اول کا حقیقتاً کوئی وجود نہیں ہے اور یہ کسی اردو دان کے غلط قیاس کا نتیجہ ہے ، جو بہرحال رواج نہیں پا سکا ، ورنہ غلط انعام کا درجہ پا لیتا تو زبان میں شمول کا حق دار بن جاتا مگر ایسا نہیں ہوا ۔ اہل لغت کی غالب اکثریت نے بجا طور پر اس لفظ سے اعتنا نہیں کیا ۔

آلاغ : یہ ہندی لفظ کے طور پر شامل کیا گیا ہے اور اس کے معنی (اُلو) An owl بتائے گئے ہیں ۔ ہندی میں یا سنسکرت میں غین معجمہ کا وجود ہی نہیں ۔ اگر ہندی سے اردو مراد لی جائے تو اردو میں بھی الو کے معنی میں یہ لفظ دیکھنے سننے میں نہیں آیا ۔ پلیٹس اور فیلن نے بھی یہ لفظ درج نہیں کیا ۔ البتہ فارسی میں ''الاغ'' گدھے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور ان ہی معنی میں اردو میں بھی استعمال ہوا ہے ، چنانچہ مرزا سودا نے اپنے شہر آشوب میں الاغ بمعنی خر استعمال کیا ہے ۔ فارسی کی سبھی کتب لغت میں یہ لفظ موجود ہے - یہ اصلاً

ترکی لفظ ''اولاق'' کی مبدل صورت ہے ۔ ترکی میں ''اولاق'' کے معنی سواری ، مرکب بیگار میں لیا جانے والا جانور ، گھوڑا ، قاصد ہیں ۔ ''برہان قاطع'' میں ''آلاغ'' ان ہی معنی میں درج ہے اور یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ یہ غین کی بجائے قاف سے بھی درست ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ مؤلف کو مغالطہ ہوا ہو اور کسی اور لفظ کے معنی سہواً ''الاغ'' کے تحت درج کر دیے ہوں ۔ یہی ایک صورت قرین قیاس ہے ۔

آلاق : ترکی لفظ کی حیثیت سے مندرج ہے اور معنی صرف a kind of small boat لکھے ہیں ۔ اگرچہ یہ لفظ ان معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے ، مگر صرف ان ہی معنی تک محدود نہیں ہے یہ ''الاغ'' ہی کی مبدل صورت ہے ۔ چنانچہ ''برہان قاطع'' کے حاشیہ نگار نے چغتائی کے کے حوالے سے لکھا ہے :

''اولاغ ، اولاق ۔ ترکی ، بمعنی کار مزد ہے ، اسپ ، پیک ، کشتیٔ کوچک'' مگر مؤلف نے جس انداز سے الاغ اور الاق کو درج کیا ہے، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دولوں مختلف زبانوں کے مختلف المعنی الفاظ ہیں ، حالانکہ یہ ایک ہی لفظ کی دو متبادل صورتیں ہیں ، اس لیے ان کے معنی بھی یکساں ہیں ۔

الغار : یہ لفظ فارسی لغت کے طور پر درج کرکے اس کے معنی :

''A farced march of an army'' لکھے ہیں ۔

پہلی بات یہ ہے کہ یہ لفظ فارسی نہیں ، ترکی میں اس کی صحیح صورت ''ایلغار'' ہے ۔ مگر اردو میں عموماً مخفف صورت میں ''یلغار'' استعمال ہوتا ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے معنی جبری کوچ نہیں بلکہ یورش ، دھاوا ، ہجوم ، تاخت اور شبخون ہیں ۔

الغوزہ : بطور عربی لفظ بنسری کی قسم کے ایک ساز کے معنی میں مرقوم ہے ۔ نیلن کی لغت اور ''فرہنگ آصفیہ'' میں بھی اسے عربی لفظ ظاہر کیا گیا ہے ۔ مگر فارسی اور عربی کی کسی مستند لغت میں ان معنی میں النغوزہ یا الگوزہ کا ثبوت نہیں ملا ۔ عربی میں ''لغز'' کے مادہ کے

مشتقات میں ایک لفظ "اَلغوزہ" ملتا ہے ، مگر اس کے معنی پہلی یا چیستان ہیں ۔ "لغات سعیدی" میں ایک لفظ "الغوزہ" ایک قسم کی بالسری کے معنی میں موجود ہے ، مگر اس کی تائید و توثیق کسی اور مستند ذریعے سے نہیں ہوئی ، ورنہ اسے "الغوزہ" کا ماخذ مانا جا سکتا تھا ۔ اردو لغت بورڈ ، کراچی کی شائع کردہ ضخیم لغت میں اس لفظ کے تحت کہا گیا ہے کہ ایک سند میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ یہ ساز مصر سے دوسرے ملکوں میں پہنچا ، مگر مختلف زبانوں میں اس کی کیا کیا شکلیں رائج ہوئیں ، ان کا سراغ نہیں ملتا ۔ اس کو انگوزہ اور انگوزا بھی کہا جاتا ہے ۔

یہ تو ظاہر ہے کہ یہ لفظ اردومیں استعمال ہوتا ہے ، مگر اصلاً کس زبان کا لفظ ہے اور اردو میں کس زبان سے درآمد ہوا ، اس کے متعلق یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا - ایسی صورت میں عربی لفظ کی حیثیت سے اس کا اندراج درست نہیں ہے ۔ البتہ اردو لفظ کے طور پر درج کیا جائے تو بے جواز نہ ہوگا ، کیونکہ بصورت موجودہ یہ اردو لفظ ہے اور اردو زبان کا ایک حصہ ہے ۔

الفی : حرف الف سے مشابہ نشانوں والی چیز (کپڑا وغیرہ) ۔ یہ معنی اس لفظ کے بیان کیے گئے ہیں اور اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا گیا ہے ۔ "الفی" مردہ کے کفن میں شامل ان سلے کرتہ یا کفنی کو بھی کہتے ہیں ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کے معنی "ایک قسم کا بے نوا فقیروں کا بانا جیسے کفنی کی طرح گلے میں ڈال لیتے ہیں" اور "وہ گڈی یا کنکوا جس کے تمام ٹھڈے پر ایک سیدھی دوسرے رنگ کے کاغذ کی پٹی لگی ہوئی ہوتی ہے" بھی مذکور ہیں ۔ مگر مؤلف نے ان معنی کا ذکر ہی نہیں کیا ۔ ان معنی میں عربی نہیں ، بلکہ اردو ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو لفظ کے طور پر شامل کیا گیا ہے ۔ "الف" سے نسبت کی بنا پر اس کے عربی ہونے کا ایک قرینہ تو ہے ، مگر حروف تہجی کے پہلے حرف "الف" کا تلفظ بفتح اول و کسر ثانی و سکون ثالث (alif) ہے ۔ مگر "الفی" کا دوسرا حرف ساکن ہے ۔ اسے اردو کا تصرف

قرار دیا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اسے عربی نہیں، اردو لفظ سمجھا جائے گا۔

عربی میں ایک دوسرا لفظ ''الف'' بفتح اول و سکون دوم و سوم (alf) بھی موجود ہے۔ اس کے معنی ہزار ہیں۔ ''الفی'' سے اس کی صفت نسبتی ہو سکتی ہے، ہزاری کے معنی میں۔ اس صورت میں اسے عربی کہا جائے گا۔ مگر مؤلف نے ان معنی میں یہ لفظ درج ہی نہیں کیا۔ جن معنی میں شامل کیا ہے، ان میں یہ اردو لفظ ہے اور اس کے معنی ادھورے بیان کیے ہیں۔

الم غلم: اس لفظ کو ترکی قرار دیا ہے۔ فارسی اور ترکی میں اس کا سراغ نہیں ملا۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے اردو لفظ کی حیثیت سے شامل کیا گیا ہے۔ یہی صورت قرین قیاس ہے۔

امارہ: اس کے معنی ضدی اور ہٹیلا وغیرہ بتائے ہیں۔ ''امار'' عربی میں اسم مبالغہ ہے اور اس کے معنی ہیں بہت حکم دینے والا۔ ''امارہ'' اس کی تانیث ہے۔ ''امارہ'' اس نفس کا نام بھی ہے جو انسان کو برے کاموں پر اکساتا رہتا ہے۔ ان مشہور تر معنی کا مؤلف نے ذکر ہی نہیں کیا۔

امروت، امرود: امروت کو سنسکرت لفظ کے طور پر درج کرکے اس کے معنی a guava بتائے ہیں اور امرود کو فارسی لفظ کی حیثیت سے شامل کرکے اس کے معنی a pear لکھے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک ہی لفظ کی دو صورتیں ہیں۔ فارسی میں امرود اور امروت کے علاوہ مرود، البرود اور انبرود بھی رائج ہے۔ جب یہ ایک ہی لفظ کی مختلف اشکال ہیں تو ظاہر ہے ان کے معنی بھی یکساں ہیں۔ مگر مؤلف نے ان کو مختلف زبانوں کے مختلف المعنی الفاظ کے طور پر درج کیا ہے۔ جس سے غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے۔ نیز اس کے صحیح معنی guava ہیں۔

امیری: اس لفظ کو عربی قرار دیا ہے۔ بشکل موجودہ یہ عربی لفظ نہیں ہے۔ عربی لفظ امیر پر بقاعدہ فارسی یائے مصدری کا اضافہ کرکے اسم

کیفیت بنایا گیا ہے ۔ گویا یہ عربی اور فارسی کا مرکب لفظ ہے ، جو فارسی اور اردو میں تو مستعمل ہے، مگر عربی میں استعمال نہیں ہوتا۔ اس لیے اسے فارسی لفظ کے طور پر شامل کرنا چاہیئے ۔ پلیٹس نے اسے درست انداز میں درج کیا ہے ۔ تعجب ہے کہ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے عربی صفت ظاہر کیا گیا ہے اور معنی اسم کیفیت کے بیان کیے ہیں ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' کا اندراج سہو کتابت بھی ہو سکتا ہے ، ورنہ ''فرہنگ آصفیہ'' کے مولف سے (جو عربی دان تھے) اس غلطی کی امید نہیں ہو سکتی ۔

الانھ : اس کے معنی بیوہ ، بے مالک ، بے سردار بیان کیے ہیں ۔ یہ معنی درست ہیں ۔ مگر یہ لفظ زیادہ تر یتیم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو مؤلف نے نظرانداز کر دیے ہیں ۔

الامت : یہ لفظ ''امالت'' کے بدل کی حیثیت سے عربی لفظ کے طور پر درج کیا گیا ہے ۔ عربی کیا ، اردو اور فارسی میں بھی ''انامت'' کوئی نہیں بولتا ، بلکہ ''امالت'' ہی استعمال ہوتا ہے ۔ اگر اردو میں بعض جہلا ''امالت'' کو ''الامت'' بولتے ہوں تو ان کی سند نہیں ہے ۔ اگر ان کے اس شاذ استعمال کے سبب اس کو لغت میں شامل کیا ہے تو بھی اردو لفظ کے طور پر شامل کرنا چاہیئے البتہ یہ صراحت کی جا سکتی ہے کہ یہ امالت کا بگاڑ ہے چنانچہ پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔

الباری : ''الامت'' کی طرح اس لفظ کو بھی ''عماری'' کے بدل کے طور پر عربی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے ۔

''الباری'' جہلا کی زبان ہے ۔ اردو اور فارسی میں کوئی پڑھا لکھا شخص ''انباری'' نہیں بولتا ۔ صحیح عماری ہے اور یہی متداول بھی ہے۔ اگر اس بگڑی ہوئی صورت کا اندراج ضروری سمجھا گیا ہے ، تو بھی اسے اردو لفظ کی حیثیت سے درج کرکے اس کی اصل کی طرف اشارہ کر دینا چاہیئے تھا ۔ پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔

اس سلسلے میں یہاں یہ صراحت بھی مناسب ہوگی کہ عربی میں عاری مستعمل نہیں ہے، البتہ فارسی اور اردو میں اس کا استعمال عام ہے "غیاث اللغات" میں بعض فارسی کتب لغت کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ عاری عار سے منسوب ہے ، جو اس کا واضح تھا ۔ اس کی تائید "برہان قاطع" سے بھی ہوتی ہے ۔ عار چونکہ عربی لفظ ہے، اس لیے اس کی صفت نسبتی عاری عربی قاعدے ہی سے بن سکتی ہے اور اس صورت میں اسے عربی لفظ قرار دیا جا سکتا ہے ، مگر اپنی موجودہ صورت اور معنی میں یہ اسم ہے اور ان معنی میں عربی میں مستعمل بھی نہیں ہے، اس لیے اسے عربی نہیں بلکہ فارسی لفظ سمجھا جائے گا ۔ فارسی میں ان معنی میں "عار" بھی استعمال ہوا ہے ۔ جب خود "عاری" ہی عربی لغت نہیں ہے ، تو اس کا بگاڑ "انباری" عربی کیسے ہو سکتا ہے ۔

ان پڑھا : ناخواندہ اور بے خبر کے معنی میں سنسکرت لفظ کی حیثیت سے درج ہے ۔ اردو میں ان معنی میں "ان پڑھ" مستعمل ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں بھی "ان پڑھ" ہی مرقوم ہے ۔ ہو سکتا ہے "ان پڑھا" بھی کبھی استعمال ہوتا ہو ، مگر "ان پڑھ" اس کی مشہور اور متداول صورت ہے ۔ اس لیے "ان پڑھا" کے ساتھ ساتھ "ان پڑھ" کا اندراج بھی ضروری تھی ۔ 'ان پڑھا' اور "ان پڑھ" سنسکرت میں استعمال نہیں ہوتے ۔ یہ اردو لہجے کے مطابق ہیں ۔ اس لیے "ان پڑھا" کو اردو یا مستشرقین کے رویے کے مطابق ہندی لفظ کے طور پر درج کرنا چاہیے تھا ۔

التظاری : "التظار" کے بدل کے طور پر عربی لفظ کی حیثیت سے مندرج ہے ۔ قدیم اردو میں اس کا استعمال ہوتا تھا ۔ متقدمین کا یہ عام دستور تھا کہ عربی مصادر پر ہائے مصدری کا اضافہ کر کے ان کو اردو بنا لیتے تھے ۔ مگر بعد میں یہ طریقہ متروک ہو گیا اور عربی مصادر اپنی اصلی صورت میں بطور اسم کیفیت یا اسم مصدر استعمال ہونے لگے ۔ فارسی میں بھی یہی چلن ہے ۔ گویا "التظاری" قدیم مورد صورت ہے ۔ چنانچہ اس کا اندراج بھی اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے ۔

پلیٹس نے اسے عربی اور فارسی کے مرکب لفظ کے طور پر شامل لغت کیا ہے ۔ اس لحاظ سے تو یہ اندراج درست ہے کہ عربی انتظار پر فارسی کے قاعدے کے مطابق یائے مصدری کا اضافہ کیا گیا ہے ، مگر فارسی میں اس لفظ کا عدم استعمال اور محض اردو میں استعمال اس بات کا مقتضی ہے کہ اسے اردو لفظ سمجھا جائے اور اسی حیثیت سے اس کا اندراج کیا جائے ۔ یہ لفظ اگرچہ اب متروک ہے ، مگر جہلا کی زبان پر اب بھی ہے ۔

انجیل : یہ لفظ یونانی لغت کے طور پر درج کیا گیا ہے ۔ اگرچہ یہ اصلاً یونانی ہے ، مگر اس کی موجودہ صورت یونانی نہیں بلکہ عربی ہے ۔ یونانی میں یہ مرکب ہے ۔ eu بمعنی خوب اور aggellein بمعنی اطلاع دادن کا ۔ ترکیب کا مطلب ہے ''بشارت ، خوش خبری''۔ انجیل اس کی معرب صورت ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج بھی عربی لفظ کے طور پر ہونا چاہیے ۔ البتہ اس کے یونانی الاصل ہونے کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح خلط مبحث کرنا مغالطہ انگیز ہے ۔

انصرام : اس کے جو معنی درج کیے ہیں وہ درست ہیں ، مگر اردو میں یہ لفظ انتظام کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، چنانچہ فیلن اور پلیٹس نے اس کے معنی administration بھی لکھے ہیں ، مگر مؤلف نے یہ معنی چھوڑ دیے ہیں ۔ چونکہ اردو میں یہ لفظ زیادہ تر انتظام ہی کے معنی میں مستعمل ہے ، اس لیے ایک اردو لغت میں ان معنی کا شمول ضروری قرار پاتا ہے ۔

انفعال : کے معنی شرم ، حیا ، حجاب وغیرہ لکھے ہیں ۔ اگرچہ اردو اور فارسی میں یہ لفظ شرمندگی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے ، مگر اپنے اصلی معنی کسی فعل کا اثر قبول کرنا یا تاثر کے معنی میں بھی اردو اور فارسی میں مستعمل ہے ۔ فارسی کی مثالیں پیش کرنے کی تو ضرورت نہیں ہے ۔ تاہم اردو کی ایک دو مثالیں کافی ہوں گی ۔ فعل و انفعال کی ترکیب اردو میں استعمال ہوتی ہے ۔ اس ترکیب میں 'انفعال' اثر پذیری کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔ غالب نے اکیلے انفعال کو

بھی اس کے اصلی معنی میں استعمال کیا ہے ۔ غالب کا شعر حسب ذیل ہے :

ہنگامۂ زبونیِ ہمت ہے انفعال
حاصل نہ کیجے دہر سے عبرت ہی کیوں نہ ہو

مؤلف نے یہ معنی نظرانداز کر دیے ہیں ، حالانکہ ان کا اندراج ضروری تھا ۔ یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو کی بعض دوسری کتب لغت میں بھی یہ معنی موجود نہیں ہیں ، تو اس کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ان کی خامی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے مؤلفین نے نقل در نقل پر انحصار کیا اور خود غور و تفحص کی کوشش نہیں کی ۔ میں اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ لغت نویسی پل صراط پر چلنے کی مانند ہے ، اس خطرناک اور نازک راہ میں لغت نگار جہاں بھی تساہل اور بے پروائی کا شکار ہوا ، ٹھوکر کھا کر گر پڑا ۔

انکساری : بطور عربی لفظ درج ہے اور ''انکسار'' کا بدل قرار دیا گیا ہے ۔ یہ بدل تو ہے مگر اردو بدل ہے ، عربی بدل نہیں ، اس مسئلے پر تفصیل سے بحث ''انتظاری'' کے ضمن میں ہو چکی ہے ۔ جن کا اعادہ تحصیل حاصل اور تضئیع اوقات ہوگا ، اس لیے یہاں صرف اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ یہ لفظ اپنی موجودہ ہئیت ترکیبی کے لحاظ سے اردو ہے ، اس لیے اس کا اندراج بھی اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے ۔

انگریزی : کو فارسی لفظ کی حیثیت سے شامل لغت کیا ہے ۔ اس لفظ کی اصل کے بارے میں اہل لغت کے اختلاف نے قارئین کو الجھن میں ڈال دیا ہے ۔ پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے اردو بتایا گیا ہے ۔ فارسی میں ''انگریزی'' کا لفظ استعمال نہیں ہوتا ، بلکہ اس کی جگہ انگلیسی استعمال کرتے ہیں ۔ اس کا بنیادی لفظ ''انگریز'' ہے، جس پر یائے نسبتی بڑھا کر 'انگریزی' بنایا گیا ، جو انگریز کی زبان کے معنی میں بھی مروج ہے ۔ فارسی

میں انگریز ایک خار دار گھاس کا نام ہے ۔ عمید نے یہی معنی لکھے ہیں ۔ البتہ "برہان قاطع" میں ان معنی کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے : "نوعی از مردم فرنگ ہم ہست" یعنی فرنگ کے لوگوں کی ایک قسم ۔ یہ غالباً ہندوستان کا اثر ہے ۔ چونکہ "برہان قاطع" کا مؤلف غیر منقسم ہندوستان کا باشندہ تھا اور ہندوستان میں انگلش قوم انگریز کے نام سے معروف ہوئی ، اس لیے اس نے اپنی لغت میں اس مفہوم کو بھی شامل کر لیا ۔ ورنہ فارسی میں انگلش قوم کو انگلیس اور انگلش زبان کو انگلیسی کہتے ہیں ۔ اگرچہ انگلیس اور انگلیسی بھی فارسی زبان کے اپنے الفاظ نہیں ہیں ، بلکہ ان کی حیثیت دخیل الفاظ کی ہے ، لیکن یہ الگ بحث ہے کہ ان کا حقیقی تعلق کس زبان سے ہے اور یہ میرے موضوع زیربحث سے خارج ہے ۔ یہاں معاملہ "انگریزی" کا ہے ۔ "انگریز" دراصل پرتگالی زبان کا لفظ ہے، جو پرتگالی کے بعض دوسرے الفاظ کی طرح اردو میں رچ بس گیا ۔ چونکہ انگلش کو پرتگالی میں انگریز کہتے ہیں ۔ اس لیے اردو میں انگریز نے رواج پایا تو انگریز کی زبان کو انگریزی کا نام دیا گیا ۔ چونکہ یہ لفظ اردو میں استعمال ہوتا ہے ، اس لیے اس اردو لفظ کے طور پر تو درج کیا جا سکتا ہے، مگر اسے فارسی کے سر منڈھنے کا لہ کوئی قرینہ ہے ، نہ جواز ۔ حوالہ یا سند کے طور پر یہ بتا دینا مناسب ہے کہ اسٹینگاس نے بھی اپنی لغت میں انگریزی کو پرتگالی لفظ قرار دیا ہے ۔

انیسون : اسے یونانی لفظ ظاہر کیا گیا ہے ۔ اس کے یونانی الاصل ہونے کا قرینہ تو موجود ہے ۔ مگر اپنی موجودہ شکل میں یہ یونانی لفظ نہیں ہے ۔ عمید نے اسے فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے ۔ مگر عربی میں بھی یہ لفظ موجود ہے ۔ "المنجد" میں اسے یونانی الاصل بتایا گیا ہے ۔ اسٹینگاس کے بیان کے مطابق یونانی میں anison ہے ۔ لاطینی میں اس کا نام anisum ہے ۔ مؤلف "برہان قاطع" کا بیان ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک یہ یونانی نہیں ، بلکہ عربی لفظ ہے ۔ بہرحال اتنا تو ثابت ہے کہ یہ عربی میں بھی مروج ہے ۔ اس لیے قطع نظر اس سے کہ یہ اصلاً عربی ہے یا معرب ، اس کا بشکل موجودہ عربی لفظ کی

حیثیت سے اندراج ہونا چاہئے ۔ یوں بھی اردو میں یہ براہ راست یونانی سے نہیں بلکہ عربی یا فارسی کے واسطے سے آیا ہے ۔ پلیٹس نے بھی اسے عربی لفظ کے طور پر شامل کیا ہے ۔

اواخر : اس کو "آخر" کی جمع بتایا ہے ۔ "آخر" کی جمع مکسر نہیں آتی ، بلکہ اس کی جمع سالم "آخرون" ہے ۔ "المنجد" میں اس کی جمع "آخرون" ہی مذکور ہے ، جو عربی میں بعض عوامل کے زیر اثر آخرین بن جاتی ہے ، مگر اردو اور فارسی میں ان عوامل کا لحاظ کیے بغیر آخرون اور آخرین دونوں جمعیں رائج ہیں ۔ اواخر جمع ہے "آخرہ" کی ۔ "صراح" میں بھی "آخرہ" کی جمع اواخر مذکور ہے ، عمید نے بھی ایسا ہی لکھا ہے ۔

اوباش : اس لفظ کو فارسی قرار دیا ہے ۔ یہ دراصل عربی لفظ ہے اور جمع ہے "وبش" کی جس کا مقلوب "بوش" بھی استعمال ہوتا ہے ۔ عربی میں "وبش" گھٹیا اور رذیل شخص کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ فارسی اور عربی میں "اوباش" بطور واحد قریب قریب ان ہی معنی میں مستعمل ہے ۔ اس میں چونکہ کوئی اہم معنوی اور لفظی تصرف نہیں ہوا ، اس لیے اسے عربی لفظ کے طور پر درج کرنا چاہیے ۔ البتہ اوباشانہ اور اوباشی کو فارسی الفاظ کے طور پر درج کرنا چاہیے ۔ مؤلف کی روش تو یہ ہے کہ دور کا تعلق بھی ہو تو اس لفظ کو اس کے ماخذ کے لحاظ سے درج کیا جائے ۔ یہاں نہ جانے اپنی روش سے انحراف کیوں کیا ہے ۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مؤلف نے اسے اصلاً فارسی لفظ خیال کیا ۔

اوتاد : کے معنوں میں اس کے خاص اور مشہور معنی نظر انداز ہو گئے ہیں ۔ یعنی وہ اولیاء اللہ جن پر نظام عالم قائم ہے ۔ ان کی تعداد تمام دنیا میں صرف چار بتائی جاتی ہے ۔ ان میں سے ہر ایک کے ذمے کسی ایک سمت کا انتظام ہوتا ہے ۔ چونکہ مشرق ، مغرب ، جنوب اور شمال چار سمتیں ہیں ، اس لیے ان کی تعداد بھی چار ہے ۔ نیکی اور پارسائی میں ثابت قدم رہنے والے بزرگوں کو بھی کنایتاً اوتاد سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔

اوزار : یہ لفظ ''وزر'' کی جمع کی حیثیت سے عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی گناہ ، جرائم ، آلات ، ظروف اور پناہ وغیرہ درج ہیں ۔ ایک لفظ کے اتنے مختلف بلکہ متضاد معانی بعید از قیاس ہیں ۔ یہاں در اصل خلط مبحث ہوگیا ہے اور دو مختلف الفاظ کو ایک سمجھ لیا گیا ہے ۔ اس ضمن میں بعض دوسرے اہل لغت نے بھی ٹھوکر کھائی ہے اور اس کی وجہ وہی ہے ، جس کا میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں یعنی خود تحقیق سے گریز اور دوسرے لغت نگاروں کی اندھی تقلید ۔

عربی میں یہ واقعی ''وزر'' کی جمع ہے ۔ وزر کے لغوی معنی ہیں بوجھ ، وزن اور مجازی معنی گناہ اور جرم کے ہیں ۔ لیکن ہتھیار اور آلہ کے معنی میں یہ الگ فارسی لفظ ہے جو واحد ہے ۔ فارسی میں اس کی متبادل صورتیں ابزار اور افزار ہیں ۔ مولف نے گناہ اور جرم کے معنی کو چھوڑ کر جتنے معنی بیان کیے ہیں وہ فارسی 'اوزار' کے ہیں ۔ یہ دونوں الفاظ الگ الگ اپنے اپنے معنی میں درج ہونے ضروری تھے ۔

اہل ذوق : اس ترکیب کی تشریح یوں کی گئی ہے addicted to pleasure, a vol ptuary ۔ اس تشریح میں ذم پہلو موجود ہے ۔ عیاش اور عشرت پسند لوگوں کو اہل ذوق نہیں کہا جاتا ، بلکہ کسی فن کے شناسا اور ماہرین کے لیے یہ ترکیب استعمال ہوتی ہے اور اس میں ذم کی بجائے مدح و ستائش کا شائبہ پایا جاتا ہے ۔ پلیٹس نے اس ترکیب کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے : having a taste for divine knowledge, of good taste پلیٹس اس ترکیب کے مفہوم تک پہنچا ہے اور اس کی صحیح ترجمانی کرنے کی کوشش کی ہے ۔ مولف نے کچھ کا کچھ کر دیا ہے ۔

اسور : سنسکرت لفظ کے طور پر درج ہے ۔ سنسکرت میں یہ شین منقوطہ سے اشور ہے ۔ اسور سین مہملہ سے اس کا ہندی روپ ہے ۔ مولف نے اکثر اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھا ۔

(ب)

بابا جان : اس کے معنی dear child (پیارا بچہ) بتائے ہیں ۔ اگرچہ اردو میں "بابا" بچے کے معنی میں بھی مستعمل ہے ، جو انگریزی babe کا مورد ہے ۔ مگر عموماً بابا اور بابا جان باپ کے معنی میں مستعمل ہیں ۔ چنانچہ پلیٹس نے اس کے معنی father dear بھی لکھے ہیں ، جو درست ہیں ۔ مگر مولف نے یہ معنی ترک کر دیے ہیں ۔

بابل : یہ عراق کے مشہور تاریخی شہر کا نام ہے ۔ اسے بضم بائے دوم Babul لکھا ہے ۔ اگرچہ اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ مگر عبرانی میں اس کا ماخذ تلاش کیا ہے ۔ اگرچہ بضم سوم بھی استعمال ہوا ہے ، مگر اس کا مشہور تر تلفظ بکسر بائے دوم Babil ہے ۔ قرآن حکیم میں بھی بکسر سوم استعمال ہوا ہے ۔

بعض لوگوں کے خیال میں یہ مشتری ستارے سے منسوب ہے ۔ اگرچہ سریانی زبان میں ستارہ مشتری کو بل یا بیل bil or bel کہتے ہیں ۔ مگر زیادہ مشہور اور قابل قبول روایت یہ ہے کہ بابلی زبان میں اس کا نام بابلو (ba - bi - lu) تھا یعنی باب ایل ، جس کے معنی ہیں خدا کا دروازہ ۔ جو عربی لہجے میں "بابل" ہو گیا ۔ اگرچہ اس شہر سے متعلق بعض تاریخی حقائق اور روایات بہت دلچسپ ہیں ، مگر یہاں ان کا ذکر بے محل ہوگا ، خلاصۂ کلام یہ کہ "بابل" بکسر بائے دوم مشہور تر اور صحیح تر ہے ، اس لیے اس کا یہ تلفظ بھی درج ہونا چاہیے تھا ۔ مشہور تلفظ کو نظر انداز کر کے غیر مشہور کا اندراج غیر مناسب ہے ۔

باچھ : کے معنی انتخاب اور ہولٹ کا کولنا بتائے ہیں ۔ اس لفظ کے اور بھی متعدد معانی ہیں ۔ مثلاً شرح ؛ تقسیم کی شرح ، حصہ ، حصے کی

تشخیص - فیلن اور پلیٹس نے ان معنی کا ذکر کیا ہے - ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کے معنی پتی ، چندہ ، بہرہ اور جمعبندی بھی مذکور ہیں - مولف نے ان معنی کو نظر انداز کر دیا ہے ، ''فرہنگ آصفیہ'' میں گوشۂ لب کے معنی میں اسے الگ لفظ کے طور پر درج کیا گیا ہے ، مگر مولف نے ایسا بھی نہیں کیا ۔ اگر یہ کہا جائے کہ گوشۂ لب اور دوسرے معنی میں یہ دو مختلف الفاظ ہیں اور مولف نے صرف ایک ''باچھ'' بمعنی گوشۂ لب کا اندراج کیا ہے ، اس لیے دوسرے معانی سے اعتنا نہیں کیا ۔ اگر مولف نے اس کے ایک معنی selection نہ لکھے ہوتے تو یہ مفروضہ قابل قبول ہو سکتا تھا ، مگر مولف نے دونوں کے معنی سمیٹنے کی کوشش کی ہے ، لیکن کوشش ادھوری اور خام ہے -

باختہ : اس کے معنی صرف played (کھیلا ہوا) لکھے ہیں - گویا مولف کے نزدیک باختن کے معنی صرف کھیلنا ہیں ۔ حالانکہ اس کے معنی ہاتھ سے دینا ، جوئے میں ہارنا بھی ہیں - اردو میں یہ لفظ تنہا استعمال نہیں ہوتا ، بلکہ دل باختہ ، حواس باختہ جیسی تراکیب میں استعمال ہوتا ہے اور ان تراکیب میں یہ ہارا ہوا یا کھویا ہوا کے معنی میں استعمال ہوا ہے - پلیٹس نے اس کے معنی : stalked; lost; beaten بھی لکھے ہیں - مولف نے ان معنی سے صرف نظر کرکے کم نگاہی کا ثبوت دیا ہے -

بادر : بفتح دال مہملہ کو سنسکرت ظاہر کیا ہے - یہ سنسکرت نہیں ہندی ہے - سنسکرت میں وادل ، ہندی میں بادر اور اردو میں بادل کہتے ہیں - چنانچہ اس کا اندراج ہندی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے -

بادُر : چمگادڑ کے معنی میں سنسکرت لفظ کے طور پر مرقوم ہے ۔ یہ بھی ہندی لفظ ہے سنسکرت میں اسے واتل کہتے ہیں ۔ اسے بھی ہندی لفظ کی حیثیت سے درج کرنا چاہیے تھا ۔

بانی : اس لفظ کا بھی یہی حال ہے ۔ بصورت موجودہ یہ ہندی لفظ ہے ، مگر اسے سنسکرت بتایا گیا ہے - سنسکرت میں وانی مستعمل ہے -

ببَر : بفتح اول و دوم babar بمعنی شیر بطور فارسی لفظ ہے ۔ اس لفظ کے تلفظ میں بعض اہل لغت کی بے احتیاطی نے بڑی الجھن پیدا کر دی ہے ۔ کسی نے بفتح اول و سکون دوم و سوم لکھا ہے اور کسی نے بفتحتین تحریر کیا ہے ۔

دراصل ببر بفتحتین (babar) اور ببر بفتح اول و سکون دوم و سوم (babr) دو مختلف جانور ہیں ۔ بعض اہل لغت نے دونوں کو ایک سمجھ کر خلط مبحث کر دیا ۔ ''بہار عجم'' میں ببر بروزن کمر یعنی بفتح اول و دوم درج کرنے کے بعد یہ صراحت کی گئی ہے کہ فارسی میں بسکون استعمال ہوتا ہے ۔ اس کے معنی ایک قسم کا شیر بتائے ہیں ۔ عربی میں بفتحتین babar کا ثبوت نہیں ملا ۔ ''المنجد'' میں بفتح اول و سکون ثانی و ثالث (babr) اور بفتح اول و کسر دوم و سکون سوم مرقوم ہے اور اسے ہندی درندہ بتایا گیا ہے ، جس کا پیٹ سفید ہوتا ہے اور اطراف میں سیاہ رنگ کی دھاریاں ہوتی ہیں ۔ ''صراح'' میں بفتح بائے اول و سکون بائے دوم babr درج ہے ۔ لغات سعیدی میں بھی مشہور درندے کے معنی میں بسکون دوم و سوم babr مرقوم ہے ۔

''فرہنگ آصفیہ'' میں بسکون بائے دوم babr کو صحیح قرار دیتے ہوئے اس کے معنی شیر کا دشمن درندہ بیان کیے گئے ہیں اور بفتحتین babar کے معنی بے دم کا صحرائی جانور ، جس کی نرم کھال کی پوستینیں بنائی جاتی ہیں ۔ اس کی تائید ''برہان قاطع'' سے بھی ہوتی ہے ۔ ''برہان قاطع'' میں بفتح اول و ثانی و سکون رائے قرشت کے معنی بلی سے مشابہ ایک صحرائی جانور، جس کی دم نہیں ہوتی اور جس کی کھال کی پوستین بنائی جاتی ہے ۔ ''برہان قاطع'' کے حاشیہ نگار نے بتایا ہے کہ انگریزی میں اسے beaver کہتے ہیں ۔ انگریزی کتب لغت میں اسے چوہے کے خاندان کا ایک جانور بتایا گیا ہے ، جس کی دم چوڑی اور کھال قیمتی ہوتی ہے ''برہان قاطع'' ہی میں بسکون ثانی babr کے معنی مشہور درندہ بیان ہوئے ہیں ۔

اس تمام بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ببر بفتح اول و دوم (babar) ایک بے دم صحرائی جانور ہے، جس کی کھال سے پوستین بناتے ہیں اور بفتح اول و سکون و دوم سوم babr ایک درندہ ہے جو بعض کے نزدیک شیر کا دشمن ہے اور بعض کے نزدیک شیر ہی کی ایک قسم ہے۔ اس لیے lion کے معنی میں اس کا صحیح تلفظ بفتح بائے اول و سکون بائے دوم و رائے مہملہ babr ہے۔ مولف نے ان معنی میں بفتحتین babar درج کرکے خطا کی ہے۔

بُرجی: عربی لفظ کے طور پر اس کا اندراج کیا ہے۔ عربی میں ''برج'' تو استعمال ہوتا ہے، مگر ''برجی'' عربی نہیں ہے۔ اردو والوں نے عربی ''برج'' پر یائے تصغیر کا اضافہ کرکے بنایا ہے۔ اس لیے بہ ہیئت موجودہ یہ اردو لفظ ہے اور اس کا اندراج بھی اردو لفظ کے طور پر ہونا چاہیے۔ مزید وضاحت کے لیے البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ عربی اور اردو کا مرکب لفظ ہے۔ اس طرح یہ عربی نہیں ہے اور نہ اس حیثیت سے اس کے اندراج کا جواز ہے۔

برخورد: اس کے معنی کامیابی اور حصول آرزو بتائے ہیں۔ عمید نے اس کے معنی ملاقات۔ دو چیزوں یا دو اشخاص کا ملاپ بتائے ہیں۔

غیاث نے بھی اس کی تائید کی ہے۔

''بہار عجم'' میں اس کی مزید وضاحت موجود ہے۔ یہ محاورہ اگر ''برخوردن از چیزی'' کی صورت میں ہو تو اس کے معنی کسی چیز سے نفع اٹھانا اور کامیاب ہونا ہیں۔ ''برخوردن با کسی اور برخورد...'' کی صورت میں اس کے معنی ملاقات ہیں۔ مؤلف نے چونکہ محض ''برخورد'' درج کیا ہے، اس لیے اس کے معنی ملاقات صحیح ہوئے۔

برشکال: اس لفظ کو سنسکرت ظاہر کیا ہے۔ سنسکرت میں یہ ''ورش کال'' ہے۔ ''برشکال'' اس کی ہندی یا فارسی صورت ہے۔ فارسی میں ''برشکال'' کا استعمال ایرانی شعراء کے کلام میں ملتا ہے۔

چنانچہ مسیح کاشی نے کہا ہے:

تنگی دلہا اگر باشد چنیں در برشکال
قطرۂ حاشا کہ از دست سحاب آید بروں

فارسی والوں نے اس سے صفت نسبتی برشکالی بھی بنائی ہے ۔ اس کا استعمال طالب آملی کے شعر میں دیکھیے :

کہی ابر تر و گاہی ترشح گون گہی باران
بیا در چشم من بنگر ہوای برشکالی را

بعض لوگ اسے کاف عجمی سے ''برشگال'' بھی استعمال کرتے ہیں ۔ لغات سعیدی میں ''برشگال'' (barshgal) فارسی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی یا ہندی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا ۔ البتہ اس کا ماخذ بیان کرتے ہوئے اس کی اصلی سنسکرت صورت ''ورشکال'' کا ذکر کیا جا سکتا تھا ۔

برومند : اس کے معنی خوش اور خوش قسمت بیان کیے گئے ہیں ۔ یہ اس کے مجازی معنی ہیں ۔ اس کے لغوی معنی بار دار ، میوہ دار ہیں ۔ یہ لفظ ''بر'' (مخفف بار) بمعنی ثمر اور '' او مند'' لاحقہ صفت کا مرکب ہے ۔ ''بہار عجم'' میں اس کے معنی متمتع ، مرادف ، برخوردار و نخل بارور ، مرقوم ہیں ۔ ''برہان قاطع'' کے اندراج کے مطابق اس کے معنی ''بار دار و بارور و صاحب نفع ۔ کامیاب و برخور دار'' ہیں ۔ عمید نے اس کے معنی بارور ، باثمر ، میوہ دار ، میوہ دہندہ اور خرم و شاداب و کامیاب و برخوردار بیان کرنے کے بعد یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ یہ ترکیب ''آبرومند'' کے مخفف کے طور پر بھی مستعمل ہے ۔ اس لیے مجازی کے ساتھ ساتھ اس کے اصلی اور لغوی معنی کا ذکر ہونا بھی ضروری تھا ۔ مگر مؤلف نے ایک ہی معنوی پہلو کے اندراج پر اکتفا کر کے بات ختم کر دی ۔

برہسپت بار : اسے سنسکرت قرار دیا ہے ۔ یہ بشکل موجودہ ہندی لفظ ہے ۔ سنسکرت میں ''برہسپت وار'' ہے ۔ ہندی میں عموماً واو بائے موحدہ سے بدل جاتا ہے ۔ ایسا ہی یہاں ہوا ہے ۔

بزاز : اس لفظ کو ''بز'' کی superlative degree یعنی تفضیل کل بتایا ہے ۔ اول تو ''بز'' صفت نہیں کہ اس کی تفضیل کل بنائی جا سکے ۔ ''بز'' اسم ہے ، جس کے معنی سلاح اور کپڑا ہیں ۔ دوم یہ لفظ تفضیل

کل کے وزن پر نہیں بلکہ مبالغہ کے وزن پر ہے۔ تفضیل کا وزن 'افعل' ہے اور مبالغہ کا مشہور وزن ''فعال'' ہے، جس پر یہ لفظ ہے۔ عربی میں پیشوں کے نام بھی مبالغہ کے وزن فعال پر آتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کے کہ فعال کے وزن پر ہر لفظ اسم مبالغہ ہی ہو۔ حلاج، نجار، قصار، نداف، سراج یہ سب ''فعال'' کے وزن پر ہیں، مگر یہ پیشوں یا پیشوں سے متعلق لوگوں کے نام ہیں۔

مؤلف نے اس لکتے کو پیش نظر نہیں رکھا اور مبالغہ اور تفضیل کے فرق کو بھی جا بجا نظر انداز کیا ہے۔ پلیٹس نے اس فرق کو ملحوظ رکھا ہے۔

بستر‌ا: اس لفظ کو فارسی ظاہر کیا ہے۔ بصورت موجودہ یہ اردو لفظ ہے، جو فارسی ''بستر'' پر الف بڑھا کر بنایا گیا۔ پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور ''فرہنگ آصفیہ'' میں اردو لفظ کی حیثیت سے مذکور ہے۔ فارسی لفظ کے طور پر اس کا اندراج خلاف قاعدہ ہے۔

بسرام: اس لفظ کو سنسکرت بتایا ہے۔ یہ سنسکرت ''وشرام'' کا ہندی روپ ہے۔ چنانچہ فیلن اور پلیٹس نے اس کا اندراج ہندی لفظ کے طور پر کیا ہے، جو درست ہے۔

بسما: اس لفظ کو عربی لفظ کی حیثیت سے درج کرکے خود ہی اس کی عربی اصل ''وسمہ'' قرار دی ہے۔ عجیب منطق ہے۔ یہ بے قاعدگی الجھن پیدا کرتی ہے۔ بات وہی ہے کہ غور و فکر کی زحمت نہیں کی گئی۔ ''بسما'' عربی ''وسمہ'' کی اردو صورت ہے۔ اس لیے اس کا اندراج ہوی اردو لفظ کے طور پر ہونا چاہیے تھا۔ یہاں یہ وضاحت غیر مناسب نہ ہوگی کہ اردو میں بھی اکثر ''وسمہ'' ہی استعمال ہوتا ہے۔ ''بسما'' کسی علاقے کا مقامی لہجہ ہو سکتا ہے۔ بہرحال اس صورت میں اسے عربی نہیں کہا جا سکتا۔

بسمل: اسے عربی لفظ کے طور پر شامل لغت کیا ہے۔ اس صورت و معنی میں یہ عربی لفظ نہیں ہے۔ فارسی والوں نے ''بسم اللہ'' سے

بنا لیا ہے ۔ اس لیے اسے فارسی لفظ ہی سمجھا جائے گا ۔ عمید نے اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے کیا ہے ۔

بسملی : اسے بھی عربی بتایا ہے ۔ یہ "بسمل" سے اسم کیفیت بنایا گیا ہے ، بقاعدہ فارسی ، مگر عربی تو کیا اس کا ثبوت فارسی میں بھی نہیں ملا ۔ اردو میں بھی اس کا استعمال شاذ ہی ہوگا ۔ اس کا اندراج اردو لفظ کے طور پر کیا جا سکتا تھا اسے عربی کہنا تو مذاق ہی ہے ۔

بسیر : (bisyar) کو سنسکرت بتایا ہے ۔ یہ بھی موجودہ صورت میں سنسکرت نہیں ، ہندی لفظ ہے ۔

بسیرا : یہی حال اس کا ہے ۔ یہ بھی ہندی ہے ، مگر سنسکرت ظاہر کیا گیا ہے ۔

بسیلا : یہ بھی سنسکرت بتایا گیا ہے ، مگر ہندی ہے ۔

بش : اسے بھی سنسکرت لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ سنسکرت میں "وش" ہے ، جس کا یہ ہندی روپ ہے ، اگرچہ ہندی میں عام طور پر "بس" سین مہملہ سے استعمال ہوتا ہے ۔

بشم : کو سنسکرت ظاہر کیا گیا ہے ، حالانکہ یہ سنسکرت "وشم" کا ہندی لہجہ ہے ۔

بشن : یہ بھی ہندی ہے ، جسے سنسکرت کے طور پر درج کیا گیا ہے ۔ سنسکرت میں "وشنو" مستعمل ہے ۔

بشنی : یہی بطور سنسکرت مرقوم ہے ۔ یہ سنسکرت "وِسنی" کی ہندی صورت ہے ۔ ایسے تمام الفاظ کو ہندی کہنا چاہیے ۔

بصد : اس کے معنی with a hundred تحریر ہیں ۔ یہ اس ترکیب کا لفظی ترجمہ ہے ۔ یہ ترکیب بالعموم بہت اور زیادہ کے معنی میں مستعمل ہے ۔ مگر یہ معنی نظرانداز کر دیے گئے ہیں ۔

بطیخ : یہ لفظ عربی ظاہر کیا گیا ، مگر موجودہ صورت میں یہ عربی ہے نہ فارسی ، بلکہ اردو ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کا اندراج اسی

حیثیت سے ہوا ہے ۔ عربی میں ''بط'' ہے ، جس پر کاف تصغیر کا اضافہ کر کے فارسی والوں نے ''بطک'' بنایا ۔ یہی ''بطک'' اردو کے تصرف سے ''بطخ'' کی صورت اختیار کر گیا ۔

بطون : بفتح اول (Batun) لکھا گیا اور بطور اسم اس کے معنی اندرونی حصہ ، دل اور بطور صفت اس کے معنی پوشیدہ بیان کیے گئے ہیں ۔ (Butun) (بطون) بضم اول ہے ۔ یہ بطن کی جمع بھی ہے اور مصدر بھی بطن کی جمع کی صورت میں اس کے معنی پیٹ، درمیانی اور اندرونی حصہ ہیں اور مصدر کی صورت میں اس کے معنی پوشیدہ ہونا ہیں ، چونکہ عربی مصادر اردو میں اسمائے کیفیت کے طور پر استعمال ہوتے ہیں ۔ اس لیے اس کے معنی پوشیدگی بھی لیے جا سکتے ہیں ۔ ''بطون'' بالفتح کا ثبوت مجھے عربی کی مستندکتب لغت سے نہیں ملا ۔ ''المنجد'' ''صراح'' اور''مفتاح اللغات'' میں ''بطون'' بفتح اول موجود ہی نہیں ۔ ''لغات سعیدی'' اور ''فرہنگ عمید'' میں بھی ''بطون'' بالفتح کا سراغ نہیں ملا - عربی میں ''فعول'' کے وزن پر صفات آتی ہیں ۔ اگرچہ ہر مادے سے اس وزن پر صفت نہیں بنتی ، تاہم اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ''بطن'' کے مادے سے اس وزن پر صفت بن سکتی ہے ، تو 'بطون' بالفتح کا جواز تو نکل آتا ہے اور اس کے معنی پوشیدہ لیے جا سکتے ہیں ، لیکن ایسی صورت میں اس کے معنی اندرونی حصہ اور دل نہیں ہو سکتے ۔

بعضا ، بعضے : ان الفاظ کو عربی ظاہر کیا ہے ۔ ''بعض'' تو واقعی عربی لفظ ہے ۔ مگر بعضا اور بعضے میں الف اور یائے تحتانی کا اضافہ اردو تصرف ہے ۔ اس لیے ان کا اندراج اردو الفاظ کے طور پر ہونا چاہیے ۔

بغار ، بغارہ : دیوار کا شگاف اور گہرا زخم کے معنی میں فارسی لفظ کے طور پر درج ہے ۔''فرہنگ آصفیہ'' میں یہ لفظ ان ہی معنی میں موجود ہے ۔ البتہ اتنی صراحت ضرور ہے کہ صحیح بفتح با ہے ۔ اردو کی بعض دوسری کتب لغت میں بھی یہ لفظ موجود ہے ۔ فارسی کی ''لغات سعیدی'' میں یہ موجود ہے اور اس کے معنی ''سامان لادنے کی کشتی۔

کپڑے یا دیوار کا بڑا چھید'' بیان کیے گئے ہیں۔ سبھی کتب لغت میں اسے فارسی قرار دیا گیا ہے، مگر فارسی کی مستند کتب لغت میں اس کا سراغ نہیں ملا۔ ''بہار عجم''، ''برہان قاطع''، ''موید الفضلا'' اور ''فرہنگ عمید'' میں ''بغار یا بغارہ'' موجود ہی نہیں۔ البتہ خانہ یا پچھر کے معنی میں ایک لفظ ''بغاز'' سبھی فارسی کتب لغت میں موجود ہے۔ یہ لفظ غین معجمہ کی جگہ ''فا'' کے ساتھ بھی فارسی میں مستعمل ہے۔ ممکن ہے ٹالہ یعنی چوب شگاف بمعنی شگاف بھی رواج پا گیا ہو اور یہ استعمال صرف اردو تک محدود ہو۔

عمید نے بضم اول ''بغاز'' ترکی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور اس کے معنی تنگہ یعنی دریا کی شاخ جو دو خشکیوں کے درمیان ہو اور دریاؤں کو ملاتی ہو اور دروازہ بتائے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دروازہ شگاف کے معنی میں بدل گیا ہو اور یہ لفظ زائے منقوطہ کی بجائے رائے مہملہ سے اردو میں رواج پا گیا ہو۔ اگر بغار یا بغارہ شگاف کے معنی میں کوئی فارسی لفظ ہوتا تو فارسی کی کسی نہ کسی لغت میں ضرور درج ہوتا۔

بغیا : اسے فارسی لفظ کے طور پر شامل کیا ہے۔ مگر یہ اپنی موجودہ ہیئت ترکیبی کے لحاظ سے فارسی لفظ ہرگز نہیں ہے۔ یہ اردو قاعدے کے مطابق فارسی ''باغ'' سے اسم مصغر وضع کیا گیا ہے، اس لیے اسے اردو لفظ کی حیثیت سے درج کرنا چاہیے۔

بغیچہ : یہ بھی بصورت موجودہ اردو لفظ ہے، فارسی نہیں۔ فارسی میں ان معنی میں ''باغیچہ'' استعمال ہوتا ہے۔

بکاس : اسے سنسکرت لفظ ظاہر کیا ہے۔ سنسکرت میں وکاس یا وکاش ہے۔ یہ اس کی ہندی صورت ہے، اس لیے ہندی ہی کی حیثیت سے اس کا اندراج ہونا چاہیے۔

بکواد، بکواس : ان کو بھی سنسکرت الفاظ کی حیثیت سے شامل لغت کیا ہے۔ مگر یہ بھی بشکل موجودہ سنسکرت نہیں بلکہ ہندی الفاظ ہیں۔ سنسکرت میں ''واک واد'' ہے۔

بکھ : یہ بھی سنسکرت لفظ کے طور پر درج ہے ۔ سنسکرت میں ''وش'' ہے جس کی یہ ہندی شکل ہے ۔ یاد رہے کہ سنسکرت کا ''ش'' ہندی میں سین مہملہ یا کھ سے بدل جاتا ہے اسی قاعدے سے ''وش'' بس اور بکھ کی صورت میں ہندی میں رائج ہے ۔ چنانچہ ہندی لفظ ہی کی حیثیت سے اس کا اندراج ہونا چاہیے ۔

بکھیا : کو ''بخیہ'' کا بگاڑ بتانے کے باوجود فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ یہ ''بخیہ'' کا اردو روپ ہے اور وہ بھی جاہلانہ ۔ ورنہ ۔ اردو میں بھی ''بخیہ'' ہی مستعمل ہے ۔

بگھار : کے معنی وہ مصالح جو خوراک میں ذائقہ پیدا کرنے کے لیے ملائے جاتے ہیں، بیان ہوئے ہیں ۔ یہ اس لفظ کا صحیح مفہوم نہیں ہے ۔

بلاس : سنسکرت لفظ کے طور پر مرقوم ہے ۔ سنسکرت میں ''ولاس'' ہے یہ اس کی ہندی شکل ہے ۔ اسی طرح ''بلاسی'' بھی سنسکرت نہیں ، اردو لفظ ہے ۔ مؤلف نے اسے بھی سنسکرت قرار دیا ہے ۔

بُلاق : ناک کے زیور کے معنی میں ہندی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ اکثر کتب لغت مثلاً فیلن ، پلیٹس اور اردو لغت بورڈ کی لغات میں اسے ترکی لفظ قرار دیا گیا ہے ۔ ''مؤید الفضلا'' میں اسے ترکی الفاظ میں شامل کیا گیا ہے اور اس کے معنی ۔ ''چاک و سوراخ و پرۂ بینی'' بیان کیے گئے ہیں ۔ ناک کی نسبت سے ناک کے زیور کا نام بھی بلاق ہونا قرین قیاس ہے ۔ ''غیاث اللغات'' اور ''لغات سعیدی'' میں اس کے معنی ناک کا زیور بتائے گئے ہیں ۔

بلبل : کو فارسی لفظ قرار دیا ہے ۔ اہل لغت کی اکثریت اس کے عربی ہونے پر متفق ہے ۔ عربی میں بلبل مستعمل ہے اور اس کی عربی جمع ''بلابل'' آتی ہے ۔

بلوا : بمعنی شورش و فساد کو ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ فیلن اور پلیٹس نے بھی یہی بات کہی ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں ''بلو'' اردو اور ''بلوہ'' فارسی لفظ کے طور پر درج ہوا ۔ اردو لغت بورڈ کی

شائع کردہ لغت میں ''سنسکرت بل کوپ'' میں اس کا ماخذ تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ سامنے کی بات سے چشم پوشی کرکے دور کی کوڑی لانے کے شوق نے اہل لغت کو راہ سے بھٹکا دیا ہے ۔ ورنہ حقیقت سامنے موجود تھی ۔ در اصل یہ عربی لفظ ''بلویٰ'' ہے چونکہ اس کا تلفظ ''بلوا'' ہے ، اس لیے اردو میں یہ ''بلوا'' لکھا جاتا ہے جس طرح ''مولیٰ'' اردو میں ''مولا'' لکھا جاتا ہے ۔ عربی کے اور بھی متعدد الفاظ بشکل یا الف مقصورہ سے کتابت ہوتے ہیں ، اردو میں الف سے لکھے جاتے ہیں ۔ یہ تو ہوئی لفظی اور صوتی مماثلت ۔ معنوی لحاظ سے بھی ان میں گہری مشابہت پائی جاتی ہے ۔ عربی میں اس کے معنی آزمایش ، سختی ، مصیبت وغیرہ ہیں ۔ اردو میں اس کے معنی میں شورش اور فساد کا اضافہ بھی ہو گیا ۔ عربی میں اس لفظ کی کئی صورتیں ہیں یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس مادے کے متعدد الفاظ مشترک معنی کے حامل ہیں ''المنجد'' میں ''البلوی ، البِلوہ ، البِلیہ ، البَلیہ'' چار صورتیں مذکور ہیں ۔ ان سب کی ایک ہی جمع ''بلایا'' اور معنی بھی ایک ہی ہیں ۔ عمید نے بھی ''بلویٰ'' عربی لفظ کے طور پر بلیہ ، مصیبت ، سختی ، آشوب ، غوغا کے معنی درج کیا ہے ۔ قریب قریب یہی معنی اردو میں بھی رائج ہیں ۔ ایسی صورت میں اس کو کھینچ تان کر سنسکرت سے ملانے کا کوئی قرینہ نہیں ہے ۔ بلوا عربی لفظ ہی ہے اور اسی حیثیت سے اس کا اندراج ہونا چاہیے ۔

بناس : بمعنی فنا و تباہی حسب عادت سنسکرت لفظ کے طور پر درج ہے ۔ یہ بھی بصورت موجودہ ہندی لفظ ہے ، سنسکرت میں ''وناش'' استعمال ہوتا ہے ۔

بوالہوسی : (bulhawasi) کو عربی بتایا ہے ۔ اگر بوالہوس عربی ہو تو بھی ''بوالہوسی'' عربی نہیں ہے ، کیونکہ یہ فارسی یائے مصدری کے اضافے سے اسم کیفیت بنایا گیا ہے ۔

بوتا : اونٹ کے بچے کے معنی میں فارسی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ فارسی میں اس کا املا ''بوتہ'' ہے ۔ اردو میں بھی بوتہ ہی درست ہے ۔

ہوزا : اس کی صحیح صورت بھی "ہوزہ" ہے ۔ "ہوزا" درست نہیں ہے ۔

بھان متی : کو مؤنث بتایا ہے اور اس کے معنی بھی an actress اور a female juggler لکھے ہیں ۔ ہو سکتا ہے سنسکرت میں یہ مؤنث ہو ، مگر اردو میں یہ لفظ مذکر استعمال ہوتا ہے ۔ فیلن نے اسے مذکر بتایا ہے ، "فرہنگ آصفیہ" میں بھی اسے اسم مذکر درج کیا گیا ہے ۔

بیت بجنی : اس کے معنی criticism of poetry یعنی شاعری کی تنقید بتائے ہیں ۔ اس کے مشہور اور رائج الوقت معنی شعر خوانی کا مقابلہ ہیں ، جس میں ایک فریق کا شعر جس حرف پر ختم ہو ، دوسرا فریق اسی حرف سے شروع ہونے والا شعر سناتا اور یہ سلسلہ ہار جیت تک چلتا رہتا ہے ۔ یہی معنی "فرہنگ آصفیہ" میں بھی مرقوم ہیں ۔ اس کا دوسرا مشہور تر نام "بیت بازی" ہے ۔ مؤلف نے نہ اس دوسرے نام کا ذکر کیا ہے اور نہ مروجہ مفہوم درج کیا ہے غالباً "بجنی" پر قیاس کرکے اس کے معنی شاعری کی تنقید وضع کر لیے ۔

بیجنتی : (bajanti) سنسکرت لفظ کے طور پر درج ہے ۔ سنسکرت میں ویجنتی (vaijyunti) ہے ۔ یہ اس کا ہندی روپ ہے ۔

اس سے پہلے "بیا کل" اور "بیا کرن" بھی سنسکرت الفاظ کے طور پر درج ہوئے ہیں ۔ وہ بھی ہندی ہیں ۔ سنسکرت میں "ویا کل" اور "ویا کرن" کی صورت میں ہیں ۔

بید : یہ بھی ہندی ہے ، مگر سنسکرت ظاہر کیا گیا ہے ۔ مذہبی کتاب کے معنی میں سنسکرت میں "وید" اور طبیب کے معنی میں "ویدیا" ہے ۔

بیدانت : سنسکرت لفظ کے طور پر درج ہے ۔ سنسکرت میں ویدانت ہے یہ اس کی ہندی شکل ہے ۔

بیدک : اسے بھی سنسکرت بتایا ہے ۔ حالانکہ سنسکرت میں یہ "ویدیک" ہے ۔ "بیدک" اس کا ہندی روپ ہے ۔

بیراگ: سنسکرت لفظ کے طور پر شامل ہے۔ سنسکرت میں یہ "ویراگیا" ہے۔ البتہ ہندی میں "بیراگ" ہے۔

بیرج: یہ بھی سنسکرت لفظ کی حیثیت سے مرقوم ہے۔ مگر ہندی سے سنسکرت میں "ویریا" ہے۔

بیرق: فارسی لفظ کے طور پر درج ہے۔ پلیٹس اور اردو لغت بورڈ کی لغت میں بھی اسے فارسی ظاہر کیا گیا ہے۔ عمید نے اسے عربی لفظ کی حیثیت سے شامل لغت کیا ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اسے ترکی لفظ قرار دیا گیا ہے۔

اہل لغت کے اس اختلاف نے ایک عام قاری کے لیے بڑی الجھن پیدا کر دی ہے اور وہ پریشان ہو جاتا ہے کہ یہ کس زبان کا لفظ ہے۔ ع:

شد پریشان خواب من از کثرت تعبیر ہا

حقیقت یہ ہے کہ یہ "ترکی" زبان کا لفظ ہے، جو فارسی کے علاوہ عربی میں بھی دخیل لفظ کی حیثیت سے رائج ہے اور عربی میں اس کی جمع بیارق آتی ہے۔ "برہان قاطع" کے حاشیے میں چغتائی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ ترکی لفظ ہے اور ترکی میں اس کے معنی ہیں: چھوٹا جھنڈا اور وہ لکڑی جو گھڑ دوڑ کے میدان میں نشان کے طور پر گاڑ دی جاتی ہے۔ "المنجد" میں "بیرق" موجود ہے اور یہ اشارہ بھی کہ یہ ترکی الاصل ہے۔ غیاث نے بھی سروری اور برہان کے حوالے سے اسے ترکی لفظ قرار دیا ہے۔

بیس: ہنود کے تیسرے ورن یا طبقے کے معنی میں بطور سنسکرت لفظ شامل ہے۔ سنسکرت میں "ویشیہ" ہندی اور اردو میں اسے عموماً "ویش" بولتے ہیں۔ "بیس" بولتے کم از کم میں نے نہیں سنا۔ بہرحال موجودہ صورت میں یہ سنسکرت تو ہرگز نہیں ہے۔

بیسا کھا: لاٹھی وغیرہ کے معنی میں مندرج ہے۔ یہ قدیم صورت ہو سکتی ہے۔ اس کی رائج الوقت صورت "بیساکھی" ہے۔ بیساکھی

خاص طور پر اس لاٹھی کو کہتے ہیں ، جس کے سہارے سے لنگڑا آدمی چلتا ہے ۔ کنایۃً سہارے کے معنی میں مستعمل ہے ۔

بیگار ، بیگاری : بیگار کے معنی وہ آدمی جس سے بلا اجرت جبراً کام لیا جائے اور بیگاری کے معنی جبری کام بتائے گئے ہیں ۔ مگر یہ الفاظ مندرجہ معنی کے برعکس استعمال ہوتے ہیں ۔ یعنی بیگار جبری کام کے معنی میں اور بیگاری جس سے جبراً کام لیا جائے کے معنی میں مستعمل ہیں ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں بھی یہی معنی بیان کیے گئے ہیں ، جو چلن کے مطابق ہیں ۔

بیگم : بفتح کاف عجمی (begam) ترکی لفظ کی حیثیت سے درج ہے ۔ اس کا صحیح تلفظ بضم کاف فارسی (begum) ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" بکسر کاف فارسی کو صحیح قرار دیا گیا ہے ۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے ۔ "لغات سعیدی" ، فرہنگ عمید" اور "برہان قاطع" کے حاشیے میں "دائرۃ المعارف اسلام" کے حوالے سے بفتح اول و سوم مذکور ہے ۔ اس میں میم تانیث کے لیے ہے ۔ یہ "بیگ" کی تانیث ہے ۔ ترکی میں میم تانیث کا ماقبل حرف مضموم ہوتا ہے ۔

بھا ، بھاں : ہندی لفظ کے طور پر درج کیا گیا ہے ۔ اردو لغت بورڈ کی لغت میں اس کا ماخذ سنسکرت "بھیمک" قرار دیا گیا ہے ۔ لیکن میں سمجھتا ہوں ، اتنی دور جانے کی ضرورت نہیں تھی ۔ فارسی میں یہ لفظ اسی صورت اور معنی میں موجود ہے ۔ فارسی میں اس کا املا 'بیمہ' ہے اور یہی املا اردو میں بھی مروج ہے ۔ اہل لغت کی اکثریت نے اسے فارسی لفظ کے طور پر شامل لغت کیا ۔ پلیٹس کی لغت "فرہنگ آصفیہ" اور "نوراللغات" میں بھی یہ فارسی لفظ کی حیثیت سے مندرج ہے ۔ پلیٹس اور مؤلف "فرہنگ آصفیہ" نے اس کا ماخذ "بیم" قرار دیا ہے ، جو قرین قیاس ہے ۔ سنسکرت بھیمک اور فارسی بیم میں جو مشابہت ہے ، وہ ان دونوں زبانوں کے متحد الاصل ہونے کی وجہ سے ہے ۔ اردو میں ایسے بہت سے الفاظ فارسی سے براہ راست آتے ہیں چونکہ یہ لفظ شکلاً اور معناً فارسی اور اردو میں یکساں ہے، اس لیے اس سے یہی

نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ فارسی سے اردو میں آیا ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج بھی فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے ۔ اردو میں اس کا املا بھی فارسی املا کے مطابق "پیسہ" ہے ۔ "پیا" اور "پیاں" کوئی نہیں لکھتا ۔

بیوتات : یہ لفظ "بیتا" کی جمع کے طور پر عربی لفظ کی حیثیت سے درج ہے اور اس کے معنی اخراجات خانہ داری بیان کیے ہیں ۔

اپنی ساخت کے لحاظ سے یہ واقعی عربی لفظ ہے ۔ یہ "بیت" کی جمع نہیں ، بلکہ بیوت کی جمع ہے ، جو "بیت" کی جمع ہے ۔ یعنی بصورت موجودہ یہ "بیت" کی جمع الجمع ہے اور اس کے لغوی معنی ہیں ۔ بہت سے گھر ۔ عمید نے اسے بمعنی خانہ ہا درج کیا ہے ۔ گھر کے اخراجات کے معنی میں یہ عربی میں استعمال نہیں ہوتا ۔ یہ معنی اردو یا فارسی کا تصرف ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کے معنی "محل شاہی" جس میں بیگمیں رہتی ہیں ، محلات اور انواس ، بھی مذکور ہیں ۔ "لغات سعیدی" میں بھی اس کے معنی "شہزادیوں اور امیر زادیوں کے محل" بیان ہوئے ہیں ۔ مؤلف نے یہ معنی بھی نظر انداز کر دیے ہیں ۔

(پ)

پاد زہر : اس لفظ کے معنی ایک دوا کا نام اور دافع زہر بتائے ہیں۔ دوسرے معنی تو درست ہیں ، مگر پہلے معنی درست نہیں' کیونکہ یہ کسی خاص دوا کا نام نہیں ہے، بلکہ زہر سے محفوظ رکھنے والی ہر چیز یا تدبیر کو پاد زہر کہہ سکتے ہیں ۔ یہ لفظ "پاد" اور "زہر" کا مرکب ہے ۔ "پاد" کے معنی ہیں "پاسبان ، نگہبان ، محافظ" وغیرہ ۔ اس لحاظ سے اس مرکب کے معنی "زہر کا محافظ" یعنی زہر سے محفوظ رکھنے والا ہیں ، گویا یہ "تریاق" کا مترادف ہے ۔ اس کی متبادل صورتیں "فاد زہر" اور "پازہر" ہیں ۔

پادشاہت : فارسی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ "پادشاہ" کے فارسی ہونے میں تو کلام نہیں ہے ، مگر تائے مثناۃ فوقانیہ کا اضافہ فارسی قاعدے کے خلاف ہے ۔ فارسی میں ان معنی میں "پادشاہی" استعمال ہوتا ہے ۔ پادشاہ پر تائے مصدری کا اضافہ بقاعدہ عربی کرکے پادشاہت اسم کیفیت بنا لیا گیا ہے ۔ گویا ترکیبی لحاظ سے یہ فارسی ، عربی کا مرکب لفظ ہے ۔ مگر بصورت موجودہ یہ نہ فارسی میں استعمال ہوتا ہے اور نہ عربی میں ۔ البتہ اردو میں مستعمل ہے ۔ اس لیے اسے اردو لفظ کی حیثیت سے درج کرکے اس کے ترکیبی اجزاء کی صراحت کرنی چاہیے ۔

پالا پڑنا : اس کے معنی to snow (برف پڑنا) بیان ہوئے ہیں "پالا" برف کو نہیں بلکہ کہر (frost) کو کہتے ہیں ۔ اس لیے یہ معنی بھی درست نہیں ۔ محاورے میں اس کے معنی "واسطہ ہونا" ، "کام پڑنا" ہیں ۔ چنانچہ فیلن نے اس کے معنی :

to have to do with لکھے ہیں ۔ مؤلف نے یہ معنی البتہ "پالے پڑنا" کے تحت to fall with in the power of another کے الفاظ

میں درج کیے ہیں ۔ گویا مؤلف کے نزدیک ان معنی میں ''پالا پڑنا'' نہیں بلکہ ''پالے پڑنا'' مستعمل ہے ۔ مگر ''پالا پڑنا'' اردو میں شروع ہی سے سابقہ پڑنا ، واسطہ پڑنا کے معنی میں استعمال ہوتا رہا ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں ان معنی کی سند میں مومن کا یہ شعر پیش کیا گیا ہے :

دل بستگی جو ہے کسی زلف دوتا کے ساتھ
پالا پڑا ہے مجھ کو خدا کس بلا کے ساتھ

پامردی : اس کے معنی طاقت ، پختہ ارادہ اور دلیری بیان کیے ہیں ۔ اس کے معنی مدد ، حمایت ، میانجیگری اور شفاعت ہیں ۔ ''فرہنگ عمید'' ، ''بہار عجم'' اور ''برہان قاطع'' سے بھی ان معانی کی تصدیق ہوتی ہے ۔ چنانچہ ان معنی سے چشم پوشی کا کوئی جواز نہ تھا ۔

پبتر : (pabitr) سنسکرت لفظ کی حیثیت سے درج ہے ۔ سنسکرت میں ''پوتر'' ہے ، یہ اس کی ہندی صورت ہے ۔ اگرچہ یہ لفظ اپنی اصلی صورت ''پوتر'' میں زیادہ استعمال ہوتا ہے ۔ اگر ' پبتر'' درج کیا ہی تھا تو ہندی لفظ کے طور پر درج کرنا چاہیے تھا ۔

پتّی : اس لفظ کے جو معنی بیان ہوئے ہیں وہ بجا لیکن یہ لفظ ''چائے'' کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔ حیرت ہے کہ کسی بھی اردو لغت میں ان معنی کو بار نہیں ملا ۔ اس معاملے میں مؤلف کو معذور سمجھا جا سکتا ہے ، کیونکہ ممکن ہے اس لغت کے زمانہ تالیف میں ان معنی کا رواج نہ ہوا ہو ، مگر اردو لغت بورڈ کی اردو لغت میں بھی یہ معنی موجود نہیں ہیں ۔ روزمرہ کی بول چال میں چائے کے معنی میں پتی استعمال ہوتا ہے ۔ کبھی کبھی مزید تشریح کے لیے چائے کی پتی بھی کہہ دیتے ہیں ۔

پٹا : یہ لفظ دو معنوں میں الگ الگ درج ہوا ۔ یعنی وہ حلقہ جو جانور کے گلے میں ڈال دیا جاتا ہے، قلادہ اور ٹھیکے پر زمین لینے کی دستاویز ۔ یہ اندراج تو درست ہیں ، مگر ''پٹا تڑانا'' اس ''پٹا' کے تحت درج ہے

جس کے معنی ٹھیکے کی دستاویز بتائے گئے ہیں حالانکہ اس کا تعلق "پٹا" بمعنی قلادہ سے ہے اور وہیں اس کا اندراج ہونا چاہیے تھا ۔

بورڈ کی لغت میں اس محاورے کا اندراج صحیح مقام پر ہوا ہے مگر وہاں "پٹا" کے معنی میں "قلاوہ" واؤ سے مرقوم ہے ۔ صحیح لفظ دال مہملہ سے "قلادہ" ہے ۔ "قلادہ" ہی سے "تقلید" مشتق ہے ۔ ایسی مستند لغت میں ایسی فاحش غلطی تکلیف دہ اور گمراہ کن ہے ۔

پٹوار ، پٹواری : یہ دونوں الفاظ متبادلات و مترادفات کی حیثیت سے درج ہوئے ہیں ۔ پلیٹس اور بورڈ کی لغات میں بھی اندراج کی یہی صورت ہے ۔ مگر عام طور پر ان میں فرق کیا جاتا ہے ۔ "پٹوار" پٹواری کے منصب یا کام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ، مگر ان معنی سے اعتنا نہیں کیا گیا ۔ فیلن کی لغت اور "فرہنگ آصفیہ" میں "پٹوار" شامل ہی نہیں ہے ۔

پدر : اس لفظ کے دو تلفظ درج کیے ہیں ۔ بفتح اول padar کو فارسی اور بکسر اول pidar کو ہندی قرار دیا ہے ۔ فیلن ، پلیٹس اور بورڈ کی لغات میں بکسر اول اور بفتح اول دونوں صورتوں میں فارسی لفظ کی حیثیت سے درج ہے بکسر اول کو کسی نے ہندی لہجہ قرار نہیں دیا ۔ "غیاث اللغات" میں اس کے بالعکس بالکسر کو صحیح اور بالفتح کو غلط قرار دیا گیا ہے ، چنانچہ "غیاث اللغات" کا اندراج ہے :
پدر : بکسر اول فتح دوم بروزن پسر نہ کہ بفتح اول چنانکہ مشہور است ۔"

"برہان قاطع" کے حاشیہ میں "پدر" کے سلسلے میں یہ وضاحت ملتی ہے کہ مرکزی لہجے میں بکسر اول و فتح دوم اور شمالی لہجے میں بفتح ہر دو پہلوی میں یہ پت اور پتر تھا ۔ قدیم فارسی اوستا میں بھی پتر (pitar) استعمال ہوتا تھا ۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ان تمام صورتوں میں یہ بکسر اول ہے ۔ گویا اس کا اصلی اور معیاری تلفظ بکسر اول ہی ہے ۔ "فرہنگ عمید" میں "پدر" بالکسر ہی درج ہے ۔ چنانچہ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ فارسی میں اس کی دو صورتیں

یعنی بالکسر اور بالفتح موجود تو ہیں۔ بالکسر کا تعلق مرکزی علاقے کے لہجے سے ہے اور بالفتح کا تعلق شمالی علاقے کے لہجے سے ہے۔ مگر اس کا معیاری تلفظ وہی ہے جو مرکزی علاقے کا ہے یعنی بکسر اول۔ چنانچہ اکثر اہل لغت نے بالکسر کو معیاری فارسی تلفظ کے طور پر درج کیا ہے۔ ایسی صورت میں بالفتح کو فارسی، بالکسر کو ہندی قرار دینا مؤلف کی بے خبری کی دلیل ہونے کے ساتھ ساتھ مضحکہ خیز بھی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے خود مؤلف نے پدرانہ اور پدری بکسر اول درج کیے ہیں، گویا عملاً خود ہی اپنی بات کی تردید بھی کر دی ہے۔ یاد رہے کہ پدرانہ اور پدری بالکسر ہندی الفاظ کے طور پر نہیں بلکہ فارسی الفاظ کے طور پر درج ہیں۔ حالانکہ اس صورت میں مؤلف کے مفروضے کے مطابق ان کا اندراج بفتح اول ہونا چاہیے تھا۔ اسی کو کہتے ہیں 'جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے'۔

پارچہ: فارسی لفظ کی حیثیت سے درج ہے اور اسے عربی قاعدے سے پارچہ کی جمع قرار دیا ہے اور اس کے معنی کپڑے کے ٹکڑے اور چیتھڑے بتائے ہیں۔ پلیٹس نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ مگر یہ مفہوم روزمرہ کے استعمال کے خلاف ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کے معنی:

"پارچے کا کام کرنے والا، وہ شخص جو پرانے دھرانے کپڑے، کپڑوں کے ٹکڑے خرید کر ٹوپیاں وغیرہ بناتا اور بیچتا ہے۔ ایک قوم کا نام جس کا پیشہ سلے سلائے کپڑے بیچنے کا ہے۔"

"فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو لفظ ظاہر کیا گیا ہے۔ مؤلف "فرہنگ آصفیہ" نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ:

"بعض لوگوں نے اسے پارچہ کی جمع قرار دیا ہے، مگر اس طرح اردو میں بولتے نہیں سنا۔"

پورٹ کی لغت میں اس کے معنی کپڑے کے ٹکڑے یا گودڑ بیچنے والا اور ایک تجارت پیشہ قوم بتائے ہیں اور اس کا ماخذ فارسی پارچہ یا سنسکرت "پراچین" قرار دیا ہے۔

اگر یہ "پارچہ" کی باقاعدہ عربی جمع ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ جمع بنائی کس نے ۔ فارسی والوں نے یا اردو والوں نے ؟

اگر یہ فارسی والوں کا کارنامہ ہے تو "پراچہ" فارسی میں بھی مستعمل ہونا چاہیے ۔ مگر فارسی کی کسی لغت میں اس کا سراغ نہیں ملا ۔ اس سے لا محالہ طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ اردو والوں کی بنائی ہوئی جمع ہے (بشرطیکہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ واقعی جمع ہے) ۔ ایسی صورت میں اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے ۔ بلکہ اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا ۔ اگر یہ واقعی پارچہ کی جمع ہے اور اس کے معنی کپڑے کے ٹکڑے اور چیتھڑے ہیں تو ان معنی میں اردو میں استعمال بھی ہونا چاہیئے ۔ مگر اردو میں ان معنی میں استعمال کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ۔ مؤلف "فرہنگ آصفیہ" نے واضح الفاظ میں اس خیال کی تردید کی ہے ، خود ہم بھی ان معنی میں اس لفظ کے استعمال سے واقف نہیں ہیں ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ محض مؤلف کا قیاس ہے اور وہ بھی غلط ۔ اس لفظ کے صحیح معنی وہی ہیں جو "فرہنگ آصفیہ" اور بورڈ کی لغت میں مذکور ہیں ۔ نہ یہ پارچہ کی جمع ہے اور نہ اس کے معنی چیتھڑے ہیں ۔ قرین قیاس یہی ہے کہ اردو والوں نے یہ لفظ پارچہ سے "فرہنگ آصفیہ" میں مذکور معنی میں وضع کیا ہے ۔ اس لیے یہ اردو لفظ ہے اور اس کا اندراج اسی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔

پرجاپت : اس کے معنی رعایا کا مالک ، شہزادہ ، برہما کا ایک نام ، بتائے ہیں ۔ ان معنی پر اعتراض نہیں ہے ، مگر اردو میں یہ لفظ کمہار یا کوزہ گر کے معنی میں بھی مستعمل ہے ، جو نظر انداز ہوگئے ہیں ۔ ایلن اور بورڈ کی لغت میں یہ معنی موجود ہیں ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں بھی اس کے معانی میں کمہار یا کوزہ گر کے علاوہ باپ ، داماد اور سورج کا ذکر بھی ہوا ہے ۔ مؤلف نے ان میں سے کوئی معنی درج نہیں کیا ۔

پرسنا : اسے "پرستیدن" سے ماخوذ قرار دے کر فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے ۔ اگر اسے "پرستیدن" سے ماخوذ سمجھا جائے تو

بھی یہ بشکل موجودہ اردو کا جعلی مصدر قرار پائے گا ۔ ایسی صورت میں اس کا اندراج بھی اردو لفظ کے طور پر ہوگا ۔ پلیٹس اور بورڈ کی لغت میں اسے ہندی لفظ کی حیثیت ہی سے شامل کیا گیا ہے ۔

پرکاس : سین بے نقطہ سے سنسکرت لفظ کے طور پر مرقوم ہے ۔ سنسکرت میں یہ شین نقطہ دار سے ''پرکاش'' ہے ۔ سین مہملہ سے اسے ہندی سمجھنا چاہیئے ۔ پلیٹس نے اسے ہندی لفظ ہی کی حیثیت سے درج کیا ہے ۔ فیلن نے ''پرکاس'' بسین مہملہ کو ''پرکاش'' بسین معجمہ کی جاہلانہ صورت قرار دیا ہے ۔

پرکالہ : اس کے معنی چنگاری اور شیشے کی ٹکڑی بیان کیے ہیں ۔ یہی معنی فیلن اور پلیٹس نے بھی درج کیے ہیں ۔ حالانکہ اس کے معنی ہیں ۔ حصہ، ٹکڑا، جز ۔''فرہنگ عمید'' اور''برہان قاطع''میں ''پرکالہ'' کے تحت ان ہی معنی کا اور بعض دوسرے معنی کا اندراج ہے ۔ یہ لفظ پرکالہ ، پرگالہ ، پرغالہ اور پڑگالہ کی صورتوں میں بھی مستعمل ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' اور بورڈ کی لغت میں اگرچہ اس کے معنی حصہ ، ٹکڑا وغیرہ مذکور ہیں، مگر اس کے معنی''چنگاری''بھی بیان کیے گئے ہیں ۔ حالانکہ کسی لغت میں یہ معنی مذکور نہیں ہیں ۔ ان معنی کا علی التواتر اندراج اندھی تقلید ہی قرار دیا جا سکتا ہے ۔ خود غور کرنے کی زحمت کسی نے گوارا نہیں کی ، ورنہ اس غلطی کا اعادہ نہ ہوتا ۔

چنگاری کے معنی میں صحیح ترکیب ''پرکالہ آتش'' ہے ۔ بعض لوگوں نے یا مؤلف نے اس ترکیب کے معنی میں ''پرکالہ'' کو چنگاری کا مترادف سمجھ لیا اور اس کے معنی چنگاری درج کر دیے ۔ بعد کے فارسی لغت نگار بے سوچے سمجھے نقل کرتے گئے ۔ اردو بورڈ کی لغت میں پرکالہ بمعنی چنگاری کی سند میں جتنے اشعار پیش کیے گئے ہیں ، ان میں سے کسی میں بھی تنہا ''پرکالہ'' استعمال نہیں ہوا ۔ کسی میں ''پرکالہ آتش'' استعمال ہوا ہے تو کسی میں '' آگ کا پرکالہ'' . ظاہر ہے کہ پرکالہ ، آتش یا آگ کا پرکالہ کے معنی پارۂ آتش یعنی چنگاری ہی ہو سکتے ہیں ۔ لیکن اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ تنہا پرکالہ کے

بھی یہی معنی ہیں۔ "پرکالۂ آتش" کے علاوہ "پرکالہ آفت" بھی استعمال ہوتا ہے۔ اردو میں اس کا ترجمہ "آفت کا ٹکڑا" بھی مستعمل ہے۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ پرکالہ کے معنی ٹکڑا یا حصہ ہیں۔ بہرحال یہ ثابت ہے کہ "چنگاری" کے معنی میں تنہا "پرکالہ" درست نہیں ہے۔ ان معنی میں پرکالۂ آتش، آتش کا پرکالہ اور آگ کا پرکالہ مستعمل ہیں۔ مگر مؤلف نے یہ تراکیب درج ہی نہیں کیں۔

پرگنات: فارسی لفظ کے طور پر درج ہے۔ "پرگنہ" تو واقعی فارسی لفظ ہے، مگر "پرگنات" فارسی میں استعمال نہیں ہوتا۔ اردو والوں نے عربی قاعدے کے مطابق "ات" کا اضافہ کرکے جمع بنا لی ہے، جو از روئے قاعدہ غلط ہے۔ بہرصورت چونکہ یہ لفظ اردو میں مستعمل ہے، اس لیے درج تو ہونا چاہیئے، مگر فارسی کی حیثیت سے نہیں بلکہ اردو لفظ کے طور پر، البتہ تشریح میں اس کی اصل اور ترکیبی حیثیت کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

پرمیسور: سین مہملہ سے سنسکرت لفظ کے طور پر درج ہے۔ سنسکرت میں شین معجمہ سے "پرمیشور" ہے۔ سین غیر منقوط سے اس کی ہندی صورت ہو سکتی ہے۔ ہندی میں زیادہ تر "پرمیسر" استعمال ہوتا ہے۔

پَل: ایک منٹ کو دو پل کے برابر بتایا ہے۔ یعنی ایک پل آدھے منٹ کے برابر ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ ایک پل چوبیس سیکنڈ کے برابر ہے۔ اس حساب سے ایک منٹ ڈھائی پل کا ہوتا ہے۔ جو لوگ ایک پہر میں آٹھ گھڑیاں مانتے ہیں، ان کے حساب سے ایک گھڑی ساڑھے بائیس منٹ کی ہوتی ہے اور ایک پل ساڑھے بائیس سیکنڈ کے برابر ہوتا ہے۔ اگر پہر میں ساڑھے سات گھڑیاں مانی جائیں، جیسا کہ معیاری طور پر مانی جاتی ہیں تو پل چوبیس سیکنڈ کے برابر قرار پاتا ہے۔ معلوم نہیں مؤلف نے کس حساب سے پل کو تیس سیکنڈ کے برابر قرار دیا ہے۔ بہر حال مؤلف کا اندراج غلط اور گمراہ کن ہے۔

پلٹن: اس کا اندراج انگریزی لفظ کے طور پر کیا ہے اور اس کے معنی بٹالین (Battalion) بتائے ہیں۔ یہ اندراج ہر لحاظ سے غلط ہے۔ پہلی

بات تو یہ ہے کہ انگریزی میں پلٹن نہیں بلکہ Platoon استعمال ہوتا ہے اور پلٹن اس کا مورد ہے ، اس لیے اسے اردو لفظ کی حیثیت سے درج کیا جانا چاہیئے تھا ۔

دوسری بات یہ ہے کہ پلٹن اور بٹالین ہم معنی الفاظ نہیں ہیں ۔ Longman Dictionory of Contemporary English کی تعریف کے مطابق پلٹن کمپنی کا حصہ ہوتی ہے اور اس کی قیادت لیفٹیننٹ کرتا ہے ۔ اس کے بر خلاف بٹالین کئی کمپنیوں پر مشتمل ہوتی ہے اور سپاہیوں کی تعداد پانچ سے ایک ہزار تک ہوتی ہے ۔ گویا پلٹن ایک چھوٹا فوجی دستہ ہوتا ہے اور بٹالین پلٹن سے کہیں بڑا فوجی دستہ ہے ۔ اس لیے پلٹن کو بٹالین کہنا سراسر غلط ہے ۔

پلڑا : تعجب ہے اس کو فارسی ظاہر کیا ہے جس کی بناوٹ ہی یہ اعلان کر رہی ہے کہ یہ فارسی لفظ نہیں ہے ۔ ہو سکتا ہے یہ سہو طباعت ہو ۔ بہرحال اصلاح ضروری ہے ۔

پلیت : فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کرکے "پلید" کا بدل بتایا گیا ہے ۔ یہ بات تو درست ہے کہ یہ "پلید" کا بدل ہے ۔ مگر موجودہ صورت میں یہ فارسی نہیں بلکہ اردو ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج اردو لفظ کے طور پر ہونا چاہیئے ۔ یہاں پتا دینا غیر مناسب نہ ہوگا کہ اردو میں بھی "پلید" ہی استعمال ہوتا ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں "پلیت" اردو اور عوام کی زبان بتایا ہے ۔

پنجاب : اس لفظ کی تشریح یوں کی گئی ہے "name of a country" یہ تشریح ناقص ہے ۔ غیر منقسم ہندوستان میں پنجاب شمال مغربی صوبہ تھا ، جس میں ستلج ، بیاس ، راوی ، چناب اور جہلم بہتے تھے ، جن کی وجہ سے اس کا نام پنجاب رکھا گیا ۔ تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے بعد پنجاب کا مشرقی حصہ بھارت میں شامل ہوا اور مغربی حصہ پاکستان کے حصے میں آیا ۔

پنکی : اس کے معنی افیون کا نشہ اور غنودگی بیان کیے گئے ہیں اور اسے سنسکرت بتایا ہے ۔ میں وثوق کے ساتھ یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ یہ

لفظ اسی صورت و معنی میں سنسکرت میں موجود ہے یا نہیں ، البتہ فارسی میں "پنکی" (بزیادت یائے تحتانیہ) ان ہی معنی میں موجود ہے فارسی کی سبھی لغت میں شامل ہے ۔ "بہار عجم" میں اس کی سند میں طالب ، حکیم اور "پینکی زن" (جو اس کا اہم معنی ہے) کی سند میں باقر کاشی کا شعر درج ہے ۔ گویا فارسی میں اس کا وجود ثابت ہے ۔ چونکہ فارسی اور سنسکرت متحدالاصل زبانیں ہیں ، اس لیے کسی لفظ کا ان دونوں زبانوں میں بعینہ یا بادنیٰ اختلاف پایا جانا مستبعد نہیں لیکن اردو میں یہ لفظ اپنی حیثیت بدل کر استعمال ہوتا ہے یعنی اردو میں "پینکی" بطور صفت افیون کے نشہ مخمور اور غنودہ کے معنی میں مستعمل ہے اور افیون کے نشہ کی غنودگی کے معنی میں "پینک" استعمال ہوتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ ایک اردو لغت میں اس کا اندراج اسی صورت و معنی میں ہونا چاہیئے ، جس صورت و معنی میں وہ اردو میں متداول ہے ۔ البتہ تشریح میں اس کی اصل کے متعلق صراحت کی جا سکتی ہے ۔

پنواڑی : اس کے معنی A betel garden بتائے ہیں ۔ اس لفظ کی ترکیبی ساخت کے مطابق یہ معنی درست ہو سکتے ہیں ۔ کیونکہ یہ پن (پان) اور واری (یا واڑی) بمعنی باغ کا مرکب ہے ۔ مگر اردو میں یہ پان بیچنے والے یا تنبولی کے معنی میں مستعمل ہے ۔ یہ اس کثرت سے روزمرہ کی گفتگو میں استعمال ہوتا ہے کہ اس کے ثبوت کے لیے کسی حوالے کی ضرورت تو نہیں ہے ، تاہم رفع اشتباہ کے لیے یہ بتا دینا مناسب ہو گا کہ "فرہنگ آصفیہ" کے علاوہ فیلن ، پلیٹس اور بورڈ کی لغات میں بھی یہ لفظ پان بیچنے والا کے معنی میں درج ہے ۔ عام طور پر رائے ثقیلہ سے "پنواڑی" استعمال ہوتا ہے ۔

پنیری : اس کے معنی A young flowering shrub بتائے ہیں ۔ پنیری ان چھوٹے پودوں کو کہتے ہیں ، جو ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ اگائے جاتے ہیں ۔ اردو میں ان کو پود بھی کہتے ہیں اور انگریزی میں nursary کہتے ہیں ۔ "فرہنگ آصفیہ" ، فیلن اور پلیٹس کی لغات میں ان معنی کا ذکر کیا گیا ہے ۔

ہواج : اس کو ہاجی کی جمع بتایا ہے اور فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ اس صورت میں یہ فارسی لفظ نہیں ہے ۔ کسی ظریف نے عربی کے وزن پر ہاجی کی جمع وضع کی ہے ۔ ایسے الفاظ مزاحیہ کلام میں تو گوارا ہوتے ہیں ، کیونکہ بعض مزاح نگار الفاظ کا حلیہ بگاڑ کر مزاح پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ، تاہم زبان کا ایک حصہ سمجھ کر ان کا اندراج ضروری خیال کیا جائے تو بھی اندراج میں ایسے الفاظ کو اسی اسلوب سے منسوب کرنا چاہیئے جس زبان میں وہ رائج ہیں ۔ مولف نے ''ہاجی'' کو فارسی جان کر اس کی جمع کو بھی فارسی قرار دے دیا اور یہ دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی کہ یہ فارسی میں مستعمل بھی ہے یا نہیں ۔ چونکہ یہ لفظ صرف اردو میں استعمال ہوتا ہے ، اس لیے اس کو اردو لفظ کی حیثیت سے شامل لغت کرنا مناسب تھا ۔

ہوچیات : فارسی لفظ کے طور پر تحریر ہے ۔ ہواج کی طرح یہ بھی کسی ستم ظریف نے ''ہوچ'' کی جمع بنا لی ہے ، جو نہ فارسی میں مستعمل ہے اور نہ عربی میں ۔ اس کا استعمال اردو تک محدود ہے ، وہ بھی مزاحیہ یا ہزلیہ کلام ہیں ۔ اس لیے اس کا اندراج بھی اردو لفظ کے طور پر ہونا چاہیئے تھا ۔

پَہ : یہ پر کے معنی میں درج ہے ۔ یہ 'پر' کا مخفف ہے ۔ ازروئے قیاس بالفتح ہی درست ہے ، مگر یہ بالکسر بھی مستعمل ہے ۔ مولف نے اس کے معنی but, yet, on, at بتائے ہیں ۔''فرہنگ آصفیہ'' میں ''پہ'' بالفتح اور ''پہ'' بالکسر الگ الگ درج ہیں ۔ ''پہ'' بالفتح کو حرفِ استثنا بتایا ہے اور اس کے معنی ، لیکن ، مگر بتاتے ہیں ۔ پہ بالکسر کو ظرف مکان لکھ کر ''پر'' کا مخفف بتایا ہے اور اس کے معنی ''اوپر'' بیان کیے ہیں ۔ لیکن کے معنی میں ''پہ'' کو متروک قرار دیا ہے ۔

''فرہنگ آصفیہ'' کا اندراج زیادہ واضح ہے ۔ دونوں صورتوں میں یہ لفظ ''پر'' کا مخفف ہے کیونکہ ''پر'' لیکن کے معنی میں بھی آتا

ہے البتہ لیکن کے معنی میں یہ حرف استثنا نہیں جیسا کہ ''فرہنگ آصفیہ'' میں مرقوم ہے بلکہ حرف استدراک ہے ۔

مولف نے چونکہ دونوں معنی یعنی ''لیکن'' اور ''اوپر'' کے معنی میں ایک ہی لفظ لکھا ہے ، اس لیے اس کی دونوں صورتوں کا اندراج ضروری تھا ۔

پھاٹک : اس کے معنی میں ایک مشہور معنی نظر انداز کر دیے ہیں ۔ یہ لفظ آوارہ مویشیوں کے قید خانے (cattle pound) کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ فیلن اور پلاٹس نے یہ معنی لکھے ہیں اور ''فرہنگ آصفیہ'' میں بھی ان کا اندراج ہے ۔

پھالسا : پھالسہ لفظ کے طور پر درج ہے ۔ مگر اردو میں 'پھالسا' کوئی لکھتا یا بولتا ہے ۔ اس کا مروجہ تلفظ اور املا ''فالسہ'' ہے ۔ اردو کی اوپر قریب سبھی کتب لغت میں ''فالسہ'' فارسی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ مگر فارسی کی کسی مستند لغت میں اس کا سراغ نہیں ملا ۔ ہو سکتا ہے یہ اصلاً پھالسا ہی ہو مگر اردو میں یہ ''فالسہ'' کی صورت میں رائج ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج بھی ''فالسہ'' ہی کی صورت میں اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔

پھلکی : اس کے معنی a cake or raised bread درج کیے ہیں ۔ ان الفاظ سے ''پھلکی'' کا کوئی تصور ذہن میں پیدا نہیں ہوتا ۔ البتہ پھولی ہوئی روٹی یا پھلکے کا خیال آتا ہے ۔ ''پھلکی'' اس سے قطعی مختلف چیز ہے ۔ بیسن کی تلی ہوئی پکوڑی کو پھلکی کہتے ہیں ۔ پھلکیاں عموماً بیسن کی کڑھی میں ڈالتے ہیں ۔

پی : چربی کے معنی میں بطور فارسی لفظ درج ہے ۔ در اصل یہ ''پیہہ'' (pih) کا مخفف بلکہ مرخم ہے ۔ فارسی میں عموماً ''پیہہ'' ہی استعمال ہوتا ہے ، مولف نے اس کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا ۔ الگ اندراج نہ ہی سہی، پی کے تحت ہی اس کا ذکر کر دیا جاتا تو بات بن جاتی ۔

پیپ : ریم (pus) کے معنی میں ''پوب'' (pib) لکھا ہے ۔ حالانکہ یہ لفظ در دوبارۂ فارسی سے پیپ (pip) ہے ۔ ہو سکتا ہے اس کی قدیم صورت

یہ بھی ہو ، مگر اب بالاتفاق ہر دو ہائے فارسی سے مستعمل ہے اور اردو کی تمام کتب لغت میں یہی صورت مذکور ہے . اس لیے اس مشہور صورت کو نظر انداز کرکے غیر مشہور بلکہ شاذ صورت کے اندراج کا کوئی جواز نہ تھا ۔

پیشی : اس کے معنی 1. An advance. 2. precedence, superior rank لکھے گئے ہیں ۔ ان معنی میں اس لفظ کا استعمال مشکوک ہے ۔ یہ معنی قیاسی ہیں ۔ مگر اردو میں اس معنی میں لفظ کے استعمال کا ثبوت نہیں ملتا ۔ "فرہنگ آصفیہ" اور بورڈ کی لغت میں بھی ان معنی کا اندراج نہیں ہوا ۔ اس کے مشہور و متداول معنی ہیں ۔ حاضری ، حضوری ، مقدمے کی سماعت اور سماعت کی تاریخ ۔ مگر مولف نے ان معنی کا ذکر ہی نہیں کیا ، حالانکہ ان معنی ہر سب ہی اہل لغت کا اتفاق ہے ۔ عام بول چال میں بھی یہ لفظ ان ہی معنی میں مستعمل ہے ۔

پینجنا : اس کے معنی یوں درج ہیں to clean cotton from the seeds یہ بھی اس لفظ کے مشہور معنی سے ہٹ کر ہیں یہ لفظ عام بول چال میں دھننا یا دھنکنا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔ چنانچہ پلیٹس نے اس کے معنی card or comb لکھے ہیں ۔ مگر مولف نے یہی معنی نظر انداز کر دیے ہیں ۔ روئی سے بنولے نکالنے کو "بیلنا" کہتے ہیں ۔

(ت)

تابعین : اس کے معنی "Followers, companions" بتائے گئے ہیں اور اسے "تابع" کی جمع قرار دیا ہے ۔ از روئے قیاس یہ "تابع" کی جمع سالم ہو سکتی ہے اور اس کے یہ لغوی معنی بھی ہو سکتے ہیں ۔ مگر عربی میں "تابع" کی جمع مکسر زیادہ تر مستعمل ہے ۔ جمع مکسر کے طور پر تبع ، تبعہ ، توابع اور تباع مستعمل ہیں ۔ تابعین عام طور پر "تابعی" کی جمع کے طور پر مستعمل ہے ۔ "تابعی" فقہ و حدیث کی اصطلاح میں اس مسلمان کو کہتے ہیں جس نے کسی صحابی رسول سے استفادہ کیا ہو یا کم از کم اسے دیکھا ہو ۔ چنانچہ تابعین ابھی "تابعی" کی جمع کے طور پر ان معنی میں بکثرت استعمال ہوتا ہے ۔ مگر مؤلف نے یہ معنی ترک کر دیے ہیں ۔ ایسے مشہور معنی سے عدم اعتنا کسی طرح بھی جائز نہ تھا ۔

تاخ : فارسی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی نقاب ، جلانے کی لکڑی اور تاریکی بتائے ہیں ۔ پلیٹس نے بھی یہی معنی نقل کر دیے ہیں ۔ بورڈ کی لغت میں بھی ان ہی معنی کا ذکر ہے ۔ بورڈ کی لغت میں "نقاب" کی سند میں ایک قدیم اردو کتاب "گلشن عشق" کا یہ شعر پیش کیا گیا ہے :

ہر یک نہار کر موشگافی اتال
چلیا ہوں سو گوند تاخ ہو پھول مال

مگر تاریکی کے معنی کی سند پیش نہیں کی گئی ، صرف پلیٹس کا حوالہ دیا گیا ہے ۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ اس کی سند کہیں سے نہیں ملی ۔ فارسی کتب لغت میں "تاخ" تو موجود ہے ۔ مگر ان معنی کا ثبوت نہیں ملتا ، جو مولف نے درج کیے ہیں ۔ فارسی میں "تاخ" کے متبادلات

تاغ ، تاق ، توغ اور توق بھی رائج ہیں - میں نے ان سب مبدلات پر تحقیق کی ہے اور فارسی کی مستند کتب لغت دیکھی ہیں ، مگر کسی میں ان معنی کا ذکر نہیں ملا - فارسی کتب لغت کے مطابق "تاخ" ایک جنگلی درخت کا نام ہے جو "گز" کے درخت سے مشابہ ہے اور اس کی لکڑی جلانے کے کام آتی ہے - نقاب اور تاریکی کا ذکر کسی فارسی لغت میں نہیں ملا - چونکہ اس درخت کی لکڑی جلانے کے کام آتی ہے - اس لیے اس کے معنی 'جلانے کی لکڑی' تو قرین قیاس ہو سکتے ہیں - مگر دوسرے معنی کا کوئی جواز نہیں ملتا - جہاں تک لقاب کے معنی میں ہورڈ کی لغت میں پیش کردہ سند کا تعلق ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں یہ معنی "پلیٹس" کے اندراج سے متاثر ہوکر لکھے گئے ہیں اور پلیٹس کے متعلق گمان غالب ہے کہ اس نے شیکسپئیر کے اندراج کو نقل کر دیا ہے - ہورڈ کی لغت میں "گلشن عشق" کا جو شعر پیش کیا گیا ہے اس میں "تاخ" "تاج" کی تصحیف بھی ہو سکتی ہے - اگر اس شعر میں "تاخ" کی جگہ "تاج" پڑھا جائے تو بھی شعر بامعنی رہتا ہے، بلکہ زیادہ واضح ہو جاتا ہے - یہ تصحیف کاتب کا کرشمہ بھی ہو سکتا ہے اور اس کا امکان بھی ہے کہ اسے پڑھنے میں سہو ہوا ہو - چونکہ "تاخ" کا لفظ مرتبین کے سامنے تھا اور پلیٹس نے اس کے معنی "نقاب" بھی لکھے تھے ، اس لیے تشریح نگار کا ذہن اس طرف منتقل ہوگیا - اگر شعر پر غور کیا جائے تو اس میں "تاج" ہی مناسب معلوم ہوتا ہے - کیونکہ اگر بفرض محال "تاخ" کے معنی نقاب ہوں تو بھی لقاب پر پھولوں کا ہار کون لگاتا ہے ، البتہ تاج پر پھولوں کا ہار ڈالا یا لپیٹا جا سکتا ہے - عام مشاہدہ ہے کہ عورتیں پھولوں کے ہار اور گجرے سر پر اور جوڑے میں لپیٹ لیتی ہیں - شعر کے پہلے مصرع میں "موشگاف" کا لفظ بھی موجود ہے - اس سے بھی دوسرے مصرع میں سر اور بالوں کا قرینہ پیدا ہوتا ہے - ظاہر ہے کہ تاج کا تعلق بھی سر سے ہے - بہرحال "تاخ" کے معنی میں نقاب اور تاریکی کا ثبوت نہیں ملتا اور لقاب کے معنی میں "گلشن عشق" کی سند واضح ثبوت نہیں ہے - معلوم نہیں

مولف نے یہ لفظ کہاں سے لیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مولف نے کچھ کا کچھ پڑھا ہو یا کسی اور لفظ کے معنی سہواً "تاخ" کے تحت درج کر دیے ہوں۔

تاری : فارسی لفظ کے طور پر تاریکی کے معنی میں مرقوم ہے۔ دراصل یہ "تاریک" کا مخفف ہے۔ فارسی میں تاریک کے مبدلات میں تار، تاری، تارین، تاران، تارون اور تارہ بھی مستعمل ہیں۔ بورڈ کی لغت میں "تاری" کے ایک معنی درج ہیں، مگر سند میں پیش کردہ اشعار سے اس کے معنی "تاریک" ظاہر ہوتے ہیں۔ مولف نے سہواً اس کے معنی تاریک کی بجائے تاریکی لکھ دیے ہیں۔

تاق : یہ لفظ ترکی لغت کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی مختلف رنگ کی آنکھیں رکھنے والا بھی بتائے ہیں۔

پلیٹس نے بھی یہی معنی نقل کر دیے ہیں اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ داغی سے ماخوذ ہے۔ بورڈ کی لغت میں بھی پلیٹس کی رائے اختیار کر لی گئی ہے۔

حمید نے "تاق" درج ہی نہیں کیا۔ البتہ "طاق" ٹوپی کے معنی میں درج کیا ہے۔ غیاث نے طاق اور تاق دونوں ایک دوسرے کے بدل کی حیثیت سے ٹوپی کے معنی میں شامل لغت کیے ہیں۔

"فرہنگ آصفیہ" میں مختلف رنگ کی آنکھوں والے گھوڑے یا جانور کے معنی میں "تاق" اردو لفظ کی حیثیت سے درج ہوا ہے اور اس کے مآخذ کے متعلق یہ وضاحت کی گئی ہے :

"اصل میں یہ لفظ طاق ہے۔ کیونکہ طاق اس کو کہتے ہیں، جس کا جوڑ نہ ہو۔ پس جس جانور کی دوسری آنکھ ہم رنگ نہ ہو، اس کو طاق کہتے ہیں۔ مگر عوام اس کا تلفظ تے سے کرتے ہیں۔"

مؤلف "فرہنگ آصفیہ" کی رائے معقول ہے اور قرائن سے بھی یہی ثابت ہے کہ اصلاً یہ لفظ طاق سے منسوب طاق ہے۔ جس کو عوام "تاق" بولتے ہیں۔ اس صورت میں یہ ترکی لفظ نہیں ہے، بلکہ ساخت

کے اعتبار سے عربی اور معنی کے لحاظ سے اردو ہے ۔ البتہ ٹوپی کے معنی میں تاق یا طاق ترکی ہو سکتا ہے ۔ اگرچہ ان معنی میں عمید نے "طاق" فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے ۔

تالیقہ : اسے عربی لفظ کی حیثیت سے درج کرکے خود ہی "تعلیقہ" کا بگاڑ بھی قرار دیا ہے ۔ اس بگڑی ہوئی صورت میں یہ عربی لفظ کہاں رہا ۔ اسے اردو کا تصرف سمجھ کر اردو لفظ کے طور پر درج کرنا چاہیے تھا ۔ تاہم یہ غلط ہے اور ثقہ حضرات صحیح لفظ "تعلیقہ" ہی استعمال کرتے ہیں ۔ "تالیقہ" عوامی لہجہ ہے ۔

تان : اس کے معنی A tune, the key note in music مرقوم ہیں ۔ فیلن اور پلیٹس نے بھی یہی معنی نقل کر دیے ہیں ۔

یہ معنی درست نہیں ہیں ۔ تن کے لغوی معنی پھیلاؤ کے ہیں ۔ موسیقی کی اصطلاح میں "تان" سروں کے اس پھیلاؤ کو کہتے ہیں ۔ جو سروں کے الٹ پھیر سے پیدا ہوتا ہے ۔ اس سے راگ کی بڑھت میں مدد ملتی ہے اور گانے والے کی مہارت اور قوت پرواز کا اندازہ ہوتا ہے ، غالباً اسی لیے انگریزی میں اس کے لیے flight کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے ۔ تان میں سروں کو بہت تیزی سے ادا کیا جاتا ہے اور میرکھنڈ کے قاعدے کے مطابق سروں کے مختلف مجموعے ترتیب بدل کر بنائے جاتے ہیں ۔ تان کی متعدد اقسام ہیں ، جن کی تفصیل یہاں غیر ضروری ہے ۔

تان کے اور بھی متعدد معانی ہیں ۔ مثلاً لغوی معنی پھیلاؤ ، کسی ہتھیار کو اوپر اٹھانے کی حالت یا وار ۔ عینک کی کمانی کے تار کو بھی " تان " کہتے ہیں ، مگر مؤلف نے ان میں سے کوئی معنی درج نہیں کیا ۔

تاناتریز : یہ لفظ عربی لغت کی حیثیت سے درج ہے اور اسے "طعن و تعریز" کا بگاڑ بتایا ہے ۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ "طعن و تعریز" کا بگاڑ نہیں بلکہ "طعن و تعریض" کا بگاڑ ہے ۔ یعنی اس ترکیب کا جزو ثانی تعریز نہیں بلکہ

"تعریض" ہے ۔ دوسری بات یہ کہ اپنی بگڑی ہوئی صورت میں یہ عربی نہیں ، اردو کہلائے گا اور وہ بھی عامیانہ اہل علم صحیح ترکیب "طعن و تعریض" ہی استعمال کرتے ہیں ۔ تیسری اور آخری بات یہ ہے کہ اگرچہ طعن اور تعریض دونوں ہی عربی الفاظ ہیں ، مگر اس کی ترکیبی صورت عربی نہیں بلکہ فارسی ہے ۔ اس لیے یہ ترکیب فارسی قرار پاتی ہے یا پھر اسے عربی ، فارسی ترکیب کے طور پر درج کیا جا سکتا ہے ، وہ بھی صحیح صورت میں ۔ اس بگڑی ہوئی صورت میں اسے اردو لفظ کے طور پر درج کرنا چاہیے ۔ "فرہنگ آصفیہ" اور پورڈ کی لغت میں یہ "تان تروز" کی صورت میں شامل ہے ۔

تالکا : اس کے معنی ایک چھوٹی گاڑی کے ہیں جس پر چھت نہیں ہوتی اور جس میں صرف ایک آدمی بیٹھ سکتا ہے ۔

یہ تالکا کی قدیم شکل ہے ۔ مگر اب تانگا دو پہیوں کی گھوڑا گاڑی کو کہتے ہیں ، جس پر چھت بھی ہوتی ہے اور اس پر چار یا زیادہ لوگ بیٹھ سکتے ہیں ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں بھی اس طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "تانگا" کی موجودہ صورت اتنی جدید بھی نہیں کہ مؤلف کے زمانے میں رائج نہ ہوئی ہو ۔

تبنچہ : (tabancha) پستول کے معنی میں ترکی لفظ کے طور پر درج ہے پلیٹس نے بھی اسے ترکی لفظ قرار دیا ہے ۔ اصل میں یہ تفنگچہ ہے ۔ یعنی تفنگ کی تصغیر ، جو تبنچہ ، تپنچہ ، تپانچہ اور تمنچا کی صورت میں مستعمل ہے ۔ فارسی میں 'ف' اور 'پ' کا تبادل عام ہے ۔ اس لیے تفنگچہ سے تپنگچہ بنا اور اس کا مخفف تپنچہ ۔ اردو میں زیادہ تر تپنچہ (tapancha) اور تمنچا (tamancha) کی صورت میں مستعمل ہے ۔ اکثر اہل لغت نے اسے فارسی لفظ قرار دیا ہے ۔

تجدد ، تجدید : یہ دونوں الفاظ مترادفات کے طور پر درج کیے گئے ہیں ۔ حالانکہ ان میں لفظی اور معنوی فرق موجود ہے ۔ "تجدد" باب تفعل سے مصدر ہے ۔ اس کے معنی ہیں نیا ہونا ، تازہ ہونا ، تازگی پسند کرنا۔ "تجدید" باب تفعیل سے مصدر متعدی ہے ۔ اس کے معنی ہیں نیا بنانا ،

تازہ کرنا اور از سرنو آغاز کرنا چونکہ اردو اور فارسی میں عربی مصادر بطور اسمائے کیفیت استعمال ہوتے ہیں - اس لیے "تجدد" کے معنی تازگی پسندی اور "تجدید" کے معنی تازہ کاری ہوں گے - مگر مؤلف نے دونوں الفاظ اکٹھے درج کرکے ان کے معنی renewal اور novelty لکھے ہیں - renewal تجدید کے معنی میں تو درست ہے ، مگر تجدد کے معنی میں درست نہیں ہے -

تجہیز : اس کے معنی Burial لکھے ہیں یہ تدفین کے معنی تو ہو سکتے ہیں، مگر "تجہیز" کے نہیں - "تجہیز" کے لفظی اور لغوی معنی تو ساز و سامان مہیا کرنا ہیں - مگر اصطلاح میں مردے کے کفن دفن کے سامان کی فراہمی ہیں - یہی معنی جن میں لفظ عام طور پر استعمال ہوتا ہے ، مؤلف نے نظر انداز کر دیے ہیں -

تعس نعس : عربی لفظ کے طور پر درج ہے - پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے - فیلن نے اسے "تہس نہس" کی صورت میں ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے - بورڈ کی لغت میں اس کا ماخذ تعس بمعنی ہلاکت اور نعس بمعنی سستی ہونے کا امکان ظاہر کیا ہے - مگر مجھے عربی مادہ "عس" اور اس کے مشتقات میں ان معنی کا سراغ نہیں ملا - "فرہنگ آصفیہ" میں اس کا اندراج اردو لفظ کے طور پر ہوا ہے - مؤلف "فرہنگ آصفیہ" نے "تعس" کے معنی دل اور غم کی زیادتی اور "نعس" کو تابع مہمل یا نحاس بمعنی مردت کا مخفف بتایا ہے - لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان تمام تاویلات سے "تعس نعس" کے موجودہ معنی کا کوئی قرینہ نہیں ملتا - عربی میں "حس" قتل کرنے یا ہلاک کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے - "تحس اور نحس" دونوں لفظ اسی "حس" کے مادے سے مشتق ہیں - اس صورت میں تحس نحس کے رائج الوقت معنی اور اس کے ماخذ میں نسبت پیدا ہو جاتی ہے - لیکن بصورت موجودہ یہ مرکب عربی میں مستعمل نہیں ، بلکہ اردو تک محدود ہے ، اس لیے اس کا اندراج اردو لفظ ہی کی حیثیت سے ہونا چاہیے -

تحلجات : اسے عربی لفظ بتایا ہے "تحفہ" تو واقعی عربی لفظ ہے۔ مگر اس پر اضافہ کیا ہوا لاحقہ "جات" عربی میں مستعمل نہیں ہے ۔ اب تو یہ لاحقہ اردو میں بھی متروک ہے ۔ اس لیے بصورت موجودہ اسے عربی لفظ کے طور پر نہیں درج کرنا چاہیے تھا ۔

تحفگی : اسے بھی عربی لفظ ظاہر کیا گیا ہے ۔ حالانکہ اس کی صورت ہی بتا رہی ہے کہ اب یہ خالص عربی نہیں رہا ، بلکہ اس میں فارسی کی پیوند کاری ہو چکی ہے ۔ عربی کے تحفہ" پر فارسی قاعدے سے "گی" بڑھا کر اسم کیفیت بنایا گیا ہے ۔ فارسی میں ہائے مختفی پر ختم ہونے والے الفاظ کی جمع اور اسم کیفیت بناتے وقت ہائے مختفی کو کاف فارسی سے بدل کر 'ال' یا 'ی' کا اضافہ کر دیا جاتا ہے ۔ اسی قاعدے کے تحت "تحفہ" سے "تحفگی" بنا ہے ۔ اس لیے اسے عربی اور فارسی کا مرکب لفظ سمجھنا چاہیے ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا گیا ہے ۔

ترپ : اس کے معنی "a musical tone" بتائے ہیں ۔ پلیٹس نے اس کے معنی "a quick time in music" بھی لکھے ہیں ۔ یعنی موسیقی میں تیز تال یا گت ۔ مگر اس کے ایک اور مشہور معنی بھی ہیں یعنی وہ تار جو اصل تار کی مدد کے لیے سارنگی اور ستار میں لگایا جاتا ہے ۔ ان معنی میں یہ لفظ موسیقی سے تعلق رکھنے والے لوگ عام استعمال کرتے ہیں ۔ "فرہنگ آصفیہ" اور پورڈ کی لغت میں یہ معنی موجود ہیں ۔ مؤلف نے ان کو نظر انداز کر دیا ہے ۔

ترپھلا : اس کے معنی یوں درج ہیں : "The name of a medicine composed of three myrobalans" یہ دوا کے معنی میں ہڑ ، بہیڑا اور آملے کے مرکب کا نام ہے ، جس کا معرب اطریفل ہے ۔ مگر اس لفظ میں ' پھل " blade کے معنی میں بھی ہے ، اس لیے اس کے دوسرے معنی تین پھل کا چاقو بھی ہیں ۔ آلۂ تناسل اور دونوں فوطوں کے مجموعے کو بھی کنایتاً ترپھلا کہا جاتا ہے ۔ یہ سب معنی "فرہنگ آصفیہ" میں مذکور ہیں مگر مؤلف نے ان معنی کو نظر انداز کر کے صرف ایک معنی لکھے اور وہ بھی مبہم انداز میں ۔

تریاق : اس لفظ کے سلسلے میں مؤلف نے یہ بھی کہا ہے کہ ہندوستان میں یہ لفظ ہمیشہ افیون کے معنی میں استعمال ہوتا تھا۔

یہ ادعا غلط ہے۔ ہندوستان میں بلکہ اردو میں "تریاق" بادِ زہر یعنی دافع زہر چیز کے معنی میں مستعمل ہے۔ فارسی اور اس کی تقلید میں اردو میں بھی "تریاک" البتہ افیون کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اسی نسبت سے "تریاکی" افیونی یا چانڈو پینے والے کے معنی میں مستعمل ہے۔ بورڈ کی لغت میں اگرچہ "تریاق" کے ایک معنی افیون بھی بتائے ہیں، مگر اس کی سند میں کچھ درج نہیں ہے، البتہ دافع زہر کے معنی میں اسناد پیش کی ہیں۔ اس کے برعکس "تریاک" کے افیون کے معنی میں استعمال کی سندیں درج کی ہیں۔ اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اردو میں "تریاق" بادِ زہر کے معنی میں تو عام استعمال ہوتا ہے اور افیون کے معنی میں اس کا استعمال اگر معدوم نہیں تو شاذ ضرور ہے۔ فارسی میں "تریاک" کے معنی افیون بھی ہیں اور "تریاق" کو اسی فارسی "تریاک" کا معرب بتایا جاتا ہے، (اگرچہ "المنجد" میں اسے یونانی سے معرب بتایا گیا ہے)۔ اس لحاظ سے اس کے معنی افیون میں بھی ہو سکتے ہیں، اگرچہ "المنجد" میں "تریاق" کے معنی صرف دافع زہر دوا ہی مذکور ہیں۔ یہ عین ممکن ہے، بلکہ اس لفظ کے استعمال سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ معرب صورت میں یہ صرف بادِ زہر ہی کے معنی میں مستعمل ہو۔ تاہم اگر اس کے ایک معنی افیون تسلیم بھی کر لیے جائیں تو بھی مؤلف کا یہ دعویٰ تو سراسر غلط ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان میں یہ لفظ صرف افیون کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ بورڈ کی لغت میں "تریاق" بمعنی بادِ زہر کی سند میں جوشش کا یہ شعر درج ہے :

یاں تک رہے جدا کہ ہمارے مذاق میں
آخر کو زہر ہجر بھی تریاق ہو گیا

دیوان جوشش کا سنہ اشاعت ۱۸۰۱ء ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ لفظ ان معنی میں اس سے پہلے بھی رائج ہوگا۔ قریب قریب یہی زمانہ شیکسپیئر

کی لغت کی تالیف کا ہے ، اس لیے یہ عذر نہیں کیا جا سکتا کہ یہ لفظ اس لغت کے زمانۂ تالیف میں ان معنی میں مستعمل نہیں تھا ۔

تزک : یہ لفظ شان و شوکت وغیرہ کے معنی میں تو درج ہے ، مگر اس کے معنی روزنامچہ اور خود نوشت سوانح حیات بھی ہیں ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کے معنی ''وہ واقعات جو بادشاہ اپنے زمانے کی بابت قلم بند کرے ، روز نامچہ شاہی'' اور ''ترتیب انتظام ، ضابطۂ لشکر و مجلس'' بھی مرقوم ہیں ۔ ان معنی کی تائید اردو لغت بورڈ کی لغت کے اندراجات سے بھی ہوتی ہے ، جہاں یہ سبھی معانی سند کے ساتھ مندرج ہیں ۔ شاہی روز نامچے کے معنی میں ''تزک بابری'' اور ''تزک جہانگیری'' مشہور کتابیں ہیں ، مگر مؤلف نے یہ معنی نظر انداز کر دیے ہیں ۔

تسخر : عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے ایک معنی Ridicule یعنی مذاق اڑانا بتائے ہیں ۔ پلیٹس نے بھی یہی معنی نقل کر دیے ہیں بورڈ کی لغت میں ''جامع اللغات'' ، ''فرہنگ عامرہ'' ، پلیٹس اور سٹین گاس کی لغات کے حوالے سے اس کے معنی ہنسی ، مذاق ، ٹھٹھا ، تمسخر وغیرہ بیان کیے گئے ہیں ۔ یہاں حوالے کے طور پر جتنی کتابوں کا ذکر آیا ان میں سے کوئی بھی عربی الفاظ کے سلسلے میں سند کا درجہ نہیں رکھتی ۔ اس لیے اس لفظ کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے لا محالہ طور پر عربی کی مستند کتب لغت سے رجوع کرنا چاہیے ۔ ''المنجد'' میں ''تسخر'' کے معنی بے اجرت کام میں پڑنا یعنی ''بیگار کرنا'' بیان کیے گئے ہیں ۔ ''صراح'' میں ''تسخیر'' کے معنی فرماں بردار کردن دیگرے را و رام کردن ، بیان کرنے کے بعد ''تسخر'' کے آگے ''و مثلہ'' درج ہے یعنی اس کے معنی بھی یہی ہیں ۔ اس کا مادہ ''سخر'' ہے اور اس مادے میں ہنسی مذاق کے معنی کا شائبہ ضرور موجود ہے ۔ اس لیے ''تسخر'' کے یہ معنی ہوسکتے ہیں ، مگر فارسی میں ہنسی مذاق کے معنی میں جو لفظ استعمال ہوتا ہے ، وہ ''تسخر'' بضم خائے معجمہ مشددہ نہیں ، بلکہ بفتح خائے معجمہ taskhar ہے ۔ ''برہان قاطع'' میں''تسخر'' ان معنی میں موجود ہے ۔ مگر اس وضاحت کے ساتھ ! ''تسخر'' ۔

باخائے نقطہ دار بروزن لشکر - بمعنی مسخرگی و تمسخر باشد -'' عمید نے ''تسخر'' کے معنی رام شدن ، ذلیل شدن ، کار بے مزد کردن بیان کرنے کے بعد یہ صراحت کی ہے : ''و نیز تسخر (بفتح تا وخا) بمعنی ریشخند ہم گفتہ شدہ'' یعنی ہنسی مذاق کے معنی میں تسخر (taskhar) بروزن لشکر ہے اور اس کی سند میں مولوی یعنی مولانا جلال الدین رومی کا یہ شعر بھی پیش کیا ہے :

گر لطیفی زشت را در پی کند
تسخری باشد کہ او بر وی کند

اس شعر میں ''تسخر'' بروزن لشکر ہی استعمال ہوا ہے - ان مثالوں سے ثابت ہے کہ ہنسی مذاق کے معنی میں ''تسخر'' بروزن لشکر ہے - اگر یہ ''تسخر'' ہی کی ایک صورت ہے تو یہ فارسی کا تصرف ہے - اس صورت میں یہ عربی نہیں بلکہ فارسی لفظ سمجھا جائے گا ، اگر ''تسخر'' درج کیا گیا ہے تو اس کی دوسری فارسی صورت ''تسخَّر'' (taskhar) بھی درج کرنی چاہیے تھی -

تشنک : بسکون نون وکاف (tashank) فارسی لفظ کی حیثیت سے دیوار کھودنے کا آلہ کے معنی میں درج کیا ہے - فارسی کی کسی مستند لغت میں اس تلفظ اور ان معنی میں یہ لفظ نہیں ملا - ''فرہنگ عمید'' میں ''تشنگ'' بفتح نون (tashnak) مرقوم ہے اور اس کے معنی سر کا اگلا حصہ جو بچپن میں نرم ہوتا ہے ، بیان کیے ہیں - ''برہان قاطع'' میں بھی ''تشنک'' بروزن چشمک مندرج ہے اور اس کے وہی معنی بتائے گئے ہیں جو عمید نے لکھے ہیں - پلیٹس نے البتہ دیوار کھودنے کے آلے کے معنی میں درج کیا ہے - فورڈ کی لغت میں بھی یہ لفظ ان معنی میں ''جامع اللغات'' کے حوالے سے درج ہے - گمان غالب یہ ہے کہ پلیٹس نے یہ شیکسپیئر کی لغت سے نقل کیا اور پلیٹس کی لغت سے ''جامع اللغات'' میں نقل کیا گیا - لیکن فورڈ کی لغت میں یہ بروزن چشمک tashnak درج ہے - سر کے اگلے حصے کے معنی میں فورڈ کی لغت میں اسے الگ لفظ کے طور پر درج کیا گیا ہے - چنانچہ دیوار

کھودنے کے آلے کے معنی میں فارسی لفظ کی حیثیت سے اس کی صحت مشکوک ہے۔

تشیخ : (tashayyukh) اس کی تشریح یوں کی ہے Qstentatious "pretence to, or display of rank or dignity" ان معنی سے اس لفظ کا مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ اس کے لفظی معنی ہیں 'بوڑھا ہونا' بوڑھوں کی سی باتیں کرنا۔ خود کو بوڑھا ظاہر کرنا۔ اگر بڑھاپے کو رتبہ بھی سمجھ لیا جائے تو مؤلف کے بیان کردہ معنی کا قرینہ پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن اس صورت میں بھی یہ معنی مجازی ہوں گے۔ لغوی معنی کا اندراج پھر بھی ضروری ہو گا۔

تشین : (tashayyun) عربی لفظ کے طور پر اظہار شان کے معنی میں موجود ہے۔ یہ لفظ اردو کی سبھی کتب لغت میں موجود ہے اور اردو میں اس کے استعمال کی مثالیں بھی ملتی ہیں مگر عربی کی کسی مستند لغت سے اس کا ثبوت نہیں ملا۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ عربی وزن پر "شان" سے اردو والوں نے بنا لیا ہے۔ اس لیے ماخذ کے اعتبار سے تو یہ عربی ہے، مگر اپنی موجودہ صورت میں یہ عربی نہیں بلکہ اردو ہے۔ اس قسم کے الفاظ کی مکمل تشریح اور حقیقت بورڈ کی لغت میں ہونی چاہیے، مگر وہاں بھی اس کے عربی ہونے کا اشارہ کرکے بات ختم کر دی گئی ہے۔ چونکہ یہ اردو میں استعمال ہوتا ہے، اس لیے اردو لغت میں اس کا اندراج تو ضروری ہے، مگر عربی لفظ کی حیثیت سے نہیں، کیونکہ اس کے عربی میں رواج کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ چنانچہ اسے اردو لفظ کے طور پر شامل کرکے یہ صراحت کی جا سکتی ہے کہ یہ عربی "شان" سے ماخوذ ہے۔

تضیع : (tazi) صحیح "تضییع" (Tazyi) یعنی دوپاؤں کے ساتھ ہے۔ اردو میں دوپاؤں کے اجتماع سے پیدا ہونے والی ثقالت کو دور کرنے کے لیے پانے اول کو ہمزہ سے بدل کر "تضئیع" لکھتے اور بولتے ہیں۔ اس کا جواز تو ہو سکتا ہے، مگر ایک یا کو قطعاً خارج کر دینے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اگر اس کو عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے تو اس

کی صحیح صورت بھی لکھنی چاہیے۔ البتہ تشریح میں تصریح کی جا سکتی ہے ۔ اردو میں بعض لوگ ایک یا سے بھی بولتے ہیں ۔ پلیٹس نے ''تضیع'' (ایک یا کے ساتھ) کو ہندی اور ''تضییع'' (دویاؤں کے ساتھ) کو عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ بورڈ کی لغت میں بھی دویاؤں کے ساتھ ''تضییع'' ہی مندرج ہے ۔ بورڈ کی لغت میں یہ معمول بنایا گیا تھا کہ ہر لفظ کا مادہ یا ماخذ بتا کر اس کا تجزیہ کیا جاتا تھا اور اس کی مکمل وضاحت کی جاتی تھی ، مگر اب یہ معمول ترک کر دیا گیا ہے اور عام کتب لغت کی طرح محض زبان کے نام کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے ۔ ایسی جامع اور تحقیقی لغت میں اس روش کا کوئی جواز نہیں ہے ۔ ہر لفظ کی پوری پوری تشریح اور تجزیہ ہونا چاہیے تاکہ اس کی ترکیبی ساخت اور حقیقت معلوم ہو سکے ۔

تعال تعال : اس کے معنی good God 'Bravo درج ہوئے ہیں ۔ یعنی سبحان اللہ ، شاباش ۔ گویا مؤلف کے خیال میں یہ کلمۂ تحسین ہے ۔ ''تعال'' عربی میں امر کا صیغہ ہے اور اس کے معنی ہیں آؤ ، آئیے ۔ چنانچہ ''تعال تعال'' کے معنی آئیے آئیے ، تشریف لائیے ہوں گے ۔ کنایتاً یہ خوش آمدید ، مرحبا کے معنی میں مستعمل ہے ۔ مثلاً سوز کے شعر میں اس کا استعمال یوں ہوا ہے :

اے لو آیا ہے اب خدا حافظ
مرحبا مرحبا تعال تعال

دوسرے مصرع کے معنی ہیں ، خوش آمدید ، آئیے ، تشریف لائیے۔ چونکہ ''مرحبا'' میں بعض اوقات اردو میں کلمۂ تحسین کے طور پر آفریں کے معنی میں بھی استعمال کر لیتے ہیں ۔ غالباً اس سے مؤلف کو غلط فہمی ہوئی اور اس نے تعال تعال کے معنی بھی شاباش اور آفریں تصور کر لیے ۔ بورڈ کی لغت میں اس کے معنی خوش آمدید ، ظاہر کیے گئے ہیں ۔ پلیٹس بھی غلط فہمی کا شکار ہو گیا اور اس نے تعال اور تعالی اللہ کو ہم معنی سمجھا ۔ چنانچہ تعال اور تعالی اللہ اکٹھے درج کرکے ان کے مشترکہ معنی God be exalted, good God, Bravo درج کیے ہیں ۔ یہی حال مؤلف کا ہے ''تعال اللہ'' کے معنی ,good God کیے

ہیں اور تعال تعال کے بھی یہی معنی بتائے ہیں ۔ گویا ان دونوں الفاظ کو مترادف خیال کیا ۔ ''تعالی اللہ'' کے تو یہ معنی ہو سکتے ہیں ۔ مگر تعال اور تعال تعال کے نہیں ۔ عربی کتب لغت سے بھی میری رائے کی تائید ہوتی ہے ۔ حاصل کلام یہ کہ تعال اور تعال تعال اردو میں بھی اپنے لغوی معنی یعنی آؤ ، تشریف لائیے کے معنی میں مستعمل ہے ۔ چنانچہ ان ہی معنی کا لغت میں اندراج ضروری تھا ۔

تعیناتی : تقرر کے معنی میں عربی لفظ کی حیثیت سے درج ہے ۔ بصورت موجودہ یہ اردو ہے ۔ عربی سے اس کا اتنا ہی تعلق ہے کہ یہ عربی لفظ ''تعین'' سے ماخوذ ہے ۔ عربی ''تعین'' باب تفعیل سے مصدر متعدی ہے جس کے معنی ہیں مقرر کرنا ، مخصوص کرنا ۔ اردو میں پہلے اس کی جمع ''تعینات'' بنائی گئی اور ''اجتماع یایین'' سے پیدا ہونے والی ثقالت دور کرنے کے لیے صرف ایک یا رہنے دی گئی ۔ یہ جمع یعنی ''تعینات'' کو ''مقرر'' کے معنی میں بطور صفت بھی استعمال کیا گیا ۔ اس لیے اس پر یائے مصدری کا اضافہ کرکے اسم کیفیت بنا لیا گیا ۔ اس سارے عمل سے گزر کر یہ لفظ عربی کہاں رہا ۔ چنانچہ اس کا اندراج اردو لفظ کے طور پر ہونا چاہیئے ۔ بورڈ کی لغت میں ''تعیناتی'' کی 'ی' کو لاحقہ نسبت قرار دیا گیا ہے ۔ یہ غلط ہے ۔ بورڈ کی لغت میں اس کے معنی تقرری ، ماموری ، ڈیوٹی اور نوکری بیان کیے گئے ہیں ۔ ان معنی میں صفت کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا ، ایسی صورت میں اس کی 'ی' کو لاحقہ نسبت قرار دے کر صفت ظاہر کرنا خود بورڈ کی لغت کے مرتبین کے عمل کے خلاف ہے ۔ جیسا کہ میں پہلے وضاحت کر چکا ہوں ، اس میں یائے مصدری ہے ، جسے لاحقہ کیفیت بھی کہہ سکتے ہیں ۔ بورڈ کی لغت میں اسے درج بھی اسم مؤنث کے طور پر کیا گیا ہے ۔ اگر اس میں یائے نسبتی ہوتی تو اس کے معنی تقرر سے متعلق ، تعینات سے منسوب ہوتے ، مگر ان معنی کا کوئی ذکر نہیں ہے ۔ بورڈ کی لغت کے مدیران نے اس لفظ کی تشریح میں ''تقرری'' کا لفظ استعمال کرکے بھی خوش ذوقی کا ثبوت نہیں دیا ۔ یہ وہی پرانی بدعت ہے جو قدیم زمانے میں یائے مصدری کے بے تحاشا استعمال سے

پیدا ہوئی تھی ۔ جس کے نتیجے میں انتظاری ، انکساری ، تقرری جیسے الفاظ رائج ہوئے تھے ، مگر اب یہ انداز متروک ہو چکا ہے ، اس لیے ایسے الفاظ کے استعمال سے اورہیز کرنا چاہئے ۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ایسے الفاظ لغت میں شامل نہ کیے جائیں ۔ لغت میں تو ضرور درج ہوں گے ، کیونکہ یہ زبان کا ایک حصہ رہے ہیں اور ان سے زبان کے ارتقاء اور مراحل ارتقاء کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے ۔ لیکن ان کو عام تحریر و تقریر اور تشریح میں استعمال کرنے سے اجتناب انسب ہے ۔

تلذذ : اس کے معنی 1. Admiring, 2. Penitence, 3. Enjoyment of any thing, بتائے ہیں ۔ اس کے پہلے معنی "مدح" کا ثبوت مجھے اردو ، فارسی اور عربی کی کسی لغت سے نہیں ملا ۔ اس سے قطع نظر اس لفظ کے معنی پھل کھانا ، تعجب کرنا اور فائدہ اٹھانا بھی ہیں ۔ "المنجد" میں اس کے معنی "اکل الفاکہہ ، باشیء ، تلذذ ، بہ ، تمتع ، منہ ، تعجب" مرقوم ہیں ۔ یعنی وہی معانی جن کا میں نے ذکر کیا ہے ۔ 'صراح' میں اس کے معنی "ندم" یعنی ندامت بھی بیان ہوئے ہیں ۔ مگر مؤلف نے ان معانی کا استقصا نہیں کیا ۔ اگر اردو ہی کے استعمال کو ملحوظ رکھا جائے تو اردو میں یہ میوہ خوری کے معنی میں بھی مستعمل ہے ، جن کا اندراج ضروری تھا ، کیونکہ ان معنی میں یہ لفظ اردو میں استعمال ہوا ۔ ہورڈ کی لغت میں یہ معنی سند کے ساتھ مندرج ہیں ۔ مؤلف نے متعدد عربی اور فارسی الفاظ کے اندراج میں اردو کے استعمال اور رواج کو ملحوظ نہیں رکھا ۔

تقویم : مؤلف نے اس لفظ کے مفہوم کو جنتری تک محدود کر دیا ہے ۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے ۔ اس کے معنی سیدھا کرنا ، درست کرنا ہیں ۔ بناوٹ ، ساخت ، فطرت اور قوام کے معنی میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے ۔ مگر مؤلف نے یہ معنی نظر انداز کر دیے ہیں ۔ پلیٹس نے ان معنی کا استقصا کیا ہے ۔

تکان : اس کے معنی "motion 'agitation' gesture" بیان کیے ہیں ۔ یہ معنی بھی درست ہیں ، اگرچہ مؤلف نے یہاں بھی تمام معنوی پہلوؤں

کا احاطہ نہیں کیا ۔ مثلاً اس کے معنی ضرب کا صدمہ ، دھکا ، ٹیکر ، جھونکا ، ریلا ، جھٹکا اور ہچکولا بھی ہیں ، یہ تمام معانی بورڈ کی لغت میں سند کے ساتھ مندرج ہیں ۔

علاوہ بریں "تکان ، تھکان ، تکھن ، کسل مندی ، اعضا شکنی ، ماندگی ، سستی ، آلکس ، کاہی وغیرہ کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ ان معنی میں اکثر اہل لغت نے اسے الگ لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ مگر مؤلف نے نہ اسے الگ درج کیا ہے اور نہ مندرج "تکان" کے تحت یہ معنی درج کیے ہیں ۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ تھکان ، تھکن ، بھی درج نہیں ہیں ۔ ایسے کثیرالاستعمال لفظ سے چشم پوشی تعجب خیز ہے ۔

طلا : اس کے معنی "The golden border of a turband" بتائے ہیں اور اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کرکے "طلا" سے ماخوذ بتایا ہے ۔

پلیٹس نے اسے ہندی اور "فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو لفظ کے طور پر درج کیا گیا ہے ۔ فیلن نے اسے "طلا" کی صورت میں درج کیا ہے طلاء بمعنی روغن مالش کو فارسی اور بمعنی زر کو عربی قرار دیا ہے خود مؤلف نے ایسا ہی کیا ہے یعنی طلاء زر کو فارسی اور طلا بمعنی مرہم یا روغن مالش کو عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے "فرہنگ عمید" میں اس کے برعکس صورت ہے ۔ یعنی سونے کے معنی میں "طلا" کو فارسی لفظ قرار دیا ہے اور مالش کے تیل اور شراب کے معنی میں اسے عربی لفظ ظاہر کیا ہے ۔ پلیٹس نے بھی ایسا ہی کیا ہے یعنی طلا ، بمعنی زر فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور اسے تلا یا تلہ سے ماخوذ قرار دیا ہے اور مالش کے تیل کے معنی میں اسے عربی لفظ بتایا ہے ۔ مؤلف "فرہنگ آصفیہ" کے نزدیک طلا بہرصورت معرب ہے ۔ سونے کے معنی میں "تلہ" کا معرب ہے اور مالش کے تیل کے معنی میں "تیل" کا معرب ہے ۔

مؤلف "بہار عجم" کا بیان ہے ۔ "طلا ۔ ۔ ۔ زر سرخ و این معرب تلہ یا تلی ۔ ۔ ۔"

اس سلسلے میں ''برہان قاطع'' کا اندراج حسب ذیل ہے :

''طلا بکسر اول معروفست کہ بعربی ذہب خوانند و در عربی شراب را گویند و بعضی گویند مثلث است بمعنی شیرہ انگوری کہ سہ حصہ آں جوشیدہ و یک حصہ ماندہ باشد و قطران را نیز گفتہ اند ۔ آں صمغی باشد سیاہ ۔ و بفتح اول ہم در عربی تن و بدن حیوانات و بچہ حیوان سم شگافتہ باشد''

اس اندراج کے مطابق طلا کے معنی ہیں سونا ، شیرہ انگور ، قطران اور بفتح اول کے معنی ہیں حیوان کا جسم اور پھٹے کھر والے جانور کا بچہ ۔ اس کے حاشیے میں ''منتہی الارب'' کے حوالے سے منقول ہے :

''دراصل (ع) طلاء ککساء (بکسر اول) قطران و ہرچہ آں را در مالند بر جای''

''در فارسی از ترکیب زر طلا ، موصوف را حذف کردہ طلاء را بجای آں بکار برند''

''منتہی الارب'' کے اندراج سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ طلاء کے اصلی معنی قطران ہیں جو گوند کی ایک قسم ہے ۔ اس میں ملا کر جو چیز (یعنی تیل وغیرہ) مالش کے لیے استعمال کی جاتی ہے ، وہ بھی طلاء کہلائے گی ، اس طرح مالش کے تیل کا نام ہی طلا پڑ گیا ۔

سونے کے معنی میں در اصل پوری ترکیب ''زر طلا'' تھی ۔ ''زر طلاء'' سے مراد وہ سونا تھا ، جو کیمیائی عمل سے یا کوئی چیز ملا کر ملمع کیا جاتا تھا یا اس کا پانی پھیرا جاتا تھا ۔ بعد میں اس ترکیب کا موصوف یعنی جزو اول حذف ہو گیا اور تنہا ''طلا'' سونے کے معنی میں استعمال ہونے لگا ۔

''المنجد'' اور ''صراح'' میں بھی وہی معنی مذکور ہیں ، جن کا ذکر ''برہان قاطع'' کے اقتباس میں ہوا ہے ۔ یہ ہے طلاء کی کہانی اس سے یوں نتیجہ نکلتا ہے کہ طلاء ہر دو معنی میں ایک ہی لفظ ہے

جس کے مختلف استعمالات سے مختلف معنی پیدا ہوئے، تاہم دونوں معنی فارسی والوں کے تصرف کا نتیجہ ہیں۔ اس لیے ان معنی میں طلاء کو فارسی لفظ سمجھنا چاہیے، اگرچہ اس کی اصل عربی ہے اور تلا، تلاء، تلہ اسی طلاء کی مورد صورتیں ہیں۔

اس لیے ان کا اندراج بھی اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے۔ اگر مؤلف "فرہنگ آصفیہ" کی رائے کو درست فرض کر لیا جائے تو یہ لفظ اصلاً اردو یا ہندی قرار پاتا ہے۔ بہر صورت "تلا" کے فارسی ہونے کا کوئی امکان نہیں اور نہ فارسی لفظ کی حیثیت سے اس کے اندراج کا جواز ہے۔

تلاش : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کرکے اس کے معنی search لکھے ہیں۔ حالانکہ ان معنی میں یہ عربی لفظ نہیں ہے۔

پلیٹس نے اسے ترکی بتایا ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" اور "لغات سعیدی" میں بھی اس کا اندراج ترکی لفظ کے طور پر ہوا ہے۔ ہورڈ کی لغت میں اسے ترکی تلاشی کی فارسی صورت قرار دیا ہے۔ "فرہنگ عمید" میں یہ فارسی لفظ کی حیثیت سے شامل ہے۔

عربی میں "تلاشی" ہے، جس کے معنی پراگندہ کرنا، نیست و نابود کرنا ہیں۔ خود مؤلف نے "تلاشی" کے معنی یہی درج کیے ہیں۔

اس لیے "تلاش" ڈھونڈنے کے معنی میں عربی نہیں ہے۔ ان معنی میں عربی لفظ کی حیثیت سے اس کا اندراج غلط اور گمراہ کن ہے۔ "تلاش" کے معنی سعی و کوشش، جد و جہد اور کھوج بھی ہیں مگر مؤلف نے صرف ایک ہی معنی لکھ کر بات ختم کر دی ہے۔ بہرحال اس کا اندراج فارسی یا ترکی لفظ کے طور پر ہونا چاہیے تھا۔ عربی تلاشی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، وہ ایک مختلف لفظ ہے۔

تلاؤ : اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور "تالاب" کا بگاڑ بھی بتایا ہے۔ اگر یہ تالاب، کا بگاڑ ہے تو فارسی کہاں رہا۔ اس بگڑی ہوئی صورت میں تو یہ اردو ہی کہلائے گا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ

"تالاب" کا انکار نہیں ہے ۔ ان ہی معنی میں "تال" ہندی لفظ ہے ، جس پر "آب" کا اضافہ کرکے "تالاب" بنا لیا گیا ہے ۔ فارسی میں "تال" بھی دخیل لفظ کے طور پر مستعمل ہے "تلاؤ" اسی "تال" کا عوامی لہجہ ہے ۔ اردو میں اس کی تصغیر تلائی اور تلیا بھی استعمال ہوتی ہیں ۔ لہٰذا "تلاؤ" کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے غلط ہے ۔ اردو لفظ کے طور پر شامل لغت ہونا چاہیے تھا ۔

تلخا : فارسی لفظ کے طور پر درج کرکے اس کے دو معنی بیان کیے ہیں ۔ ستو اور پتا ۔ بعد کے لغت نگاروں نے بھی تحقیق و تفحص کے بغیر یہ معنی تقلیداً درج کر دیے ہیں ۔ مجھے فارسی کی کسی لغت میں "ستو" کے معنی میں اس لفظ کا ثبوت نہیں ملا ۔ البتہ صفراء یازراب اور محل صفراء معنی پتا کے معنی میں فارسی میں "تلخہ" ضرور استعمال ہوتا ہے ۔ چنانچہ ان معنی میں "تلخہ" ہائے مختفی سے درج ہونا چاہیے تھا ۔ "ستو" کے معنی میں ممکن ہے یہ کوئی علاقائی لفظ ہو ۔ ایسی صورت میں اس کا اندراج اردو یا ہندی لفظ کے طور پر ہو سکتا تھا ۔ فارسی کے طور پر اس کا اندراج مغالطہ انگیز ہے ۔

تلواسہ : فارسی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی Commation astonishment, trouble درج کیے ہیں ۔

جملہ فارسی کتب لغت میں اس کے معنی بالاتفاق اضطراب و بے قراری اور اندوہ بیان ہوئے ہیں ۔ حیرت و تعجب کے معنی کا کہیں ذکر نہیں ہے ۔

"لغات سعیدی" میں اس کے معنی "بیقراری ، اندوہ ، غم" مندرج ہیں ۔ "فرہنگ عمید" میں "تالواسہ" کے تحت اس کے معنی اندوہ ، اضطراب ، بے تابی ، بیقراری ، بیان ہوئے ہیں اور اس کی متبادل صورتیں :

تاواسہ ، پالواسہ ، تلوسہ ، تالوسہ ، تاس اور تاسہ ، بتائی گئی ہیں ۔

"بہار عجم" ہیں : "تلواسہ ، تلوسہ ، تاسہ ، اکٹھے درج کرکے معنی "اضطراب و بے قراری" مذکور ہیں ۔

"برہان قاطع" میں تلواسہ بروزن چاپاسہ کے معنی : "اضطراب و بے آرامی و بے قراری و اندوہ و میل بچیزی داشتن" مرقوم ہیں ۔ ان اقتباسات سے یہ ثابت ہے کہ اس لفظ کے معنی میں تعجب یا حیرانی کا شائبہ نہیں ، جس کا ترجمہ astonishment ہو سکتا ہے ۔ بعد کی اردو کتب لغت میں ان معنی کا ذکر ہے ، وہ محض شیکسپئر کی تقلید معلوم ہوتا ہے ۔

تماچہ ، تماچا : ان الفاظ کو فارسی الفاظ کے طور پر درج کرکے "طانچہ" سے رجوع کرنے کی ہدایت کی ہے ۔ ان تمام الفاظ کا استعمال فارسی میں نہیں ہوتا ۔ فارسی میں "تپانچہ" استعمال ہوتا ہے ۔ مؤلف نے "طانچہ" کے تحت "تپانچہ" کو "تپ" سے مشتق قرار دیا ہے ۔ ان میں سے کوئی بات درست نہیں ہے ۔ "تپانچہ" کو "تپ" سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ "عمید" نے "تپانچہ" کی اصل "پنجہ" بتائی ہے ، جو قرین قیاس ہے ۔ تماچا اور طانچہ کو مورد کہہ سکتے ہیں ۔ اس میں طائے حطی کا ستعمال متعربین کی عنایت ہے ۔ بہرحال ان کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔ اردو کی صورت میں صحیح املا "تماچا" ہوگا ۔

تمامی : عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی تکمیل، کلیت اور زربفت کی قسم کا ایک کپڑا بتائے ہیں اور بطور صفت اس کے معنی کل ، بیان کیے ہیں ۔ "تمام" اگرچہ عربی لفظ ہے، مگر موجودہ صورت میں یہ عربی نہیں رہا ، بلکہ فارسی قاعدے کے مطابق یائے مصدری کے اضافے سے اسم کیفیت بنایا گیا ہے ۔ چنانچہ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ زربفت کے معنی میں یہ غالباً اردو ہے ۔ فارسی میں ان معنی کا ثبوت نہیں ملا ۔ پلیٹس نے اسے عربی، فارسی (مرکب) لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔

تمر : (timir) اسے سنسکرت لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور اس کے معنی تاریکی بتائے ہیں ۔ پلیٹس نے بھی یہ لفظ سنسکرت سے منسوب کیا ہے اور اس کے معنی : تاریکی ، دھندلا پن اور مکمل اندھا پن ، بتائے ہیں ۔ بورڈ کی لغت میں ان ہی معنی میں پلیٹس اور "جامع اللغات" کے حوالے سے سنسکرت لفظ کے طور پر مندرج ہے ۔ "جامع اللغات"

نے یقیناً یہ لفظ ہلیٹس سے نقل کیا ہے اور ہلیٹس نے غالباً شیکسپیئر کی لغت سے۔ اس بحث سے قطع نظر کہ یہ لفظ سنسکرت میں ہے یا نہیں، اس کا وجود فارسی میں ثابت ہے۔ فارسی اور سنسکرت کے متحد الاصل ہونے کے باعث یہ عین ممکن ہے کہ سنسکرت میں بھی یہ لفظ موجود ہو۔ فارسی میں بفتح یا بکسر اول و سکون دوم استعمال ہوتا ہے۔ عمید نے اس کے معنی آنکھ کی ایک بیماری آب مروارید بتائی ہے، جسے اردو میں موتیا بند کہتے ہیں۔ یہی رائے مولف ''برہان قاطع'' کی ہے۔ ''برہان قاطع'' کے حاشیہ نگار نے اس کا ماخذ ''تم'' بتایا ہے، جو فارسی میں ان ہی معنی میں مستعمل ہے۔ اس کی اوستائی صورت temap (بمعنی تاریکی)، پہلوی tum اور قدیم ہندی tamas بمعنی تاریکی بیان کی ہیں۔

ان حوالوں سے اس لفظ کا فارسی میں وجود ثابت ہے اور قرین قیاس یہی ہے کہ اردو میں یہ فارسی کے واسطے سے آیا ہوگا۔

تمنچہ: اسے ترکی لفظ کے طور پر درج کیا ہے۔ ترکی اور فارسی ''تپنچہ'' (tapancha) ہے، جو تفنگچہ سے ماخوذ ہے۔ اس کی یہ صورت اردو ہے۔ مگر اردو میں درست املا ''تمنچا'' ہے، الف کشیدہ سے۔

تنافر: اس کے لغوی معنی تو درج کیے ہیں، مگر اس کے اصطلاحی معنی جو لغوی سے زیادہ مشہور اور متداول ہیں، نظر انداز کر دیے ہیں۔ ادب و شاعری کی اصطلاح میں اس سے مراد ہے دو ہم مخرج یا قریب المخرج حروف کا اجتماع، جس سے ادائے لفظ میں ثقل اور ناگواری پیدا ہو یا ایسے الفاظ کا اجتماع جن کا ادا کرنا ناگواری پیدا کرے۔

تنبورا: اسے بطور عربی لفظ درج کرکے ''طنبور'' کا بگاڑ قرار دیا ہے۔ اگرچہ یہاں بھی وہی پرانا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ ''بگاڑ'' ہے تو پھر عربی لفظ کی حیثیت سے اس کے اندراج کا کیا جواز ہے۔ اسے اردو لفظ کے طور پر شامل لغت کرنا چاہیے تھا۔ یہاں یہ وضاحت کر دینا بھی مناسب ہوگا کہ ''طنبور'' خود فارسی ''تنبور'' کا معرب ہے۔

اس لیے "تمبورا" عربی سے نہیں بلکہ فارسی "تنبور" کی ایک شکل قرار پاتا ہے ۔

"المنجد" میں طنبور موجود ہے اور اسے فارسی لاصل بتایا گیا ہے۔ یہی رائے اکثر اہل لغت کی ہے ۔ اس کی اصل کے متعلق اہل لغت نے اختلاف کا اظہار کیا ہے ۔ غیاث کے نزدیک اس کی اصل ہندی "توابرہ" (تولبڑا یا تومڑا) بمعنی کدو ہے ۔ بعض اہل لغت کا خیال ہے کہ اس کی اصل "دمبرہ" (دم برہ) یعنی دلبر ہے ۔ چونکہ اس کی شکل دم برہ یعنی دلبہ کی چکتی سے مشابہ ہوتی ہے ۔ اس لیے اس کا نام دلبرہ ہوا ، جو کثرت استعمال سے تنبورہ یا تنبور کی صورت اختیار کر گیا ۔ عمید نے تبورہ کا مبدل دلبرہ بھی درج کیا ہے ، جس سے اس قیاس کی تائید ہوتی ہے ۔ "بہار عجم" میں طنبور ، طنبورہ ، طنبار ، درج کر کے ہندی تولبرہ ، (تولبڑا یا توڑا) کا معرب بتایا ہے اور "فرہنگ رشیدی" کے حوالے سے اسے "دم برہ" سے ماخوذ ہونے کا ذکر بھی کیا ہے ۔ قطع نظر اس سے کہ اس کا ماخذ تولبڑا ہے یا دم برہ ، "تنبورہ" فارسی لفظ ہے ، جو اردو میں بھی رائج ہے ۔ اس کا درست املا تو ہائے مختفی ہی سے ہے ۔ مگر اردو میں الف کشیدہ سے "تنبورا" بھی لکھتے ہیں ۔ اردو میں فارسی کی ہائے مختفی کو الف کشیدہ سے بدلنے کا رجحان موجود ہے ، یہ الگ بحث ہے کہ یہ رجحان صحت مند ہے یا نہیں ۔ بہر صورت عربی لفظ کی حیثیت سے اس کا اندراج غلط ہے ۔

تندور : کو فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور "تنور" کا بدل قرار دیا ہے اور اس کے معنی An oven بتائے ہیں ۔ فارسی میں "تندور" تندور کا بدل نہیں بلکہ "تندر" کا مبدل ہے ۔ عمید نے "تندر" کے معنی رعد اور بادل کی گڑ گڑاہٹ بیان کرنے کے بعد کہا ہے :

"تندور ، ہم گفتہ شدہ" ۔

"برہان قاطع" میں "تندور" بمعنی رعد و بلبل مذکور ہے ۔ اس سے ظاہر ہے کہ "تندور" فارسی میں ان معنی میں مستعمل نہیں ہے ۔ البتہ

فارسی میں ان معنی میں "تنور" بہ تخفیف نون ہے اور عربی میں بہ تشدید نون ۔

"برہان قاطع" میں تنور کو عربی ، فارسی اور ترکی کا مشترکہ لفظ قرار دیا گیا ہے ۔ "برہان قاطع" کے حاشیہ نگار نے اس لفظ پر مفصل بحث کی ہے ، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اصمعی نے سیوطی کی کتاب "المزہر" کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اہل لغت اسے دخیل لفظ سمجھتے ہیں ۔ جوالیقی نے "المعرب" میں کہا ہے کہ اسے عربی میں فارسی کا دخیل لفظ سمجھا جاتا ہے اور یہی خیال ابن درید کا بھی ہے ۔ ثعالبی نے "فقہ اللغہ" میں اسے عربی اور فارسی کے مشترک الفاظ میں شمار کیا ہے ۔ اکدی زبان میں یہ tinuru کی شکل میں موجود ہے ۔ فرینکل (fraenkel) کا خیال ہے کہ عربی لفظ "تنور" آرامی زبان سے لیا گیا ہے ۔ آرامی میں "تنورا" اور عبرانی میں "تنور" ہے ۔ فرینکل کا قول ہے کہ آرامی زبان اصلاً ایرانی ہے ۔ پہلوی میں یہ ان ہی معنی میں tanur کی صورت میں استعمال ہوا ہے ۔

جفری کی رائے ہے کہ یہ لفظ نہ ایرانی ہے ، نہ سامی ، البتہ ایران شناس اسے سامی الاصل سمجھتے ہیں ۔ لیکن یہ بات حقیقت سے قریب ہے کہ یہ کلمہ اس قوم سے تعلق رکھتا ہے جو سامی اور ہند یورپی اقوام سے قبل اس علاقے میں آباد تھی ، جس پر بعد میں ایرانیوں اور سامیوں نے قبضہ کر لیا اور یہ کلمہ اپنے اصلی معنی میں ان سے قبول کر لیا ۔

"المنجد" میں "تنور" کو سریانی ، سے ماخوذ قرار دیا گیا ہے ۔ بہرحال اتنا ثابت ہے کہ یہ لفظ قدیم الایام سے ایرانی اور سامی زبانوں میں تلفظ کے خفیف سے فرق کے ساتھ مروج ہے ۔ بہرحال فارسی میں بھی ان معنی میں "تندور" نہیں بلکہ "تنور" ہے ۔ اس لیے "تندور" کو ان معنی میں فارسی لفظ کے طور پر شامل کرنا غلط اور گمراہ کن ہے ۔ "تندور" کو فارسی "تنور" کی مورد صورت سمجھنا چاہیے اور اردو لفظ کی حیثیت سے درج کرنا چاہیے ۔ چنانچہ "فرہنگ آصفیہ" میں

اسے اردو لفظ کے طور پر شامل کرکے اس کی صحیح صورت "تنور" بتائی گئی ہے۔

پلیٹس نے "تندور" کو ہندی لفظ کے طور پر درج کرکے "تنور" کا بگاڑ قرار دیا ہے۔ بورڈ کی لغت میں "تنور" بہ تشدید نون عربی لفظ کی حیثیت سے درج ہوا ہے۔ اگرچہ عربی میں یہ نون مشدد ہی سے مستعمل ہے مگر اردو میں بہ تخفیف نون استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ بورڈ کی لغت میں اس سند میں آبرو کا جو شعر درج ہوا ہے۔ اس میں بھی یہ نون مخففہ کے ساتھ باندھا گیا ہے۔ اس لیے بہتر تھا کہ اسے بہ تخفیف نون فارسی لفظ کے طور پر درج کیا جاتا۔ "بورڈ" کی لغت میں "تندور" درج کرکے "تنور" کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت ہے۔ گویا اس لغت کے مدیران کرام کے خیال میں بھی صحیح اور اصلی لفظ تنور ہے۔

توا: فارسی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کی متبادل صورتیں "تاوہ یا تابہ" بتائی ہیں۔ تاوہ اور تابہ تو واقعی فارسی الفاظ ہیں اور توا ان ہی سے ماخوذ ہے، مگر یہ بشکل موجودہ فارسی لفظ نہیں ہے، بلکہ اردو لفظ ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کا اندراج اردو لفظ کے طور پر ہوا ہے۔ پلیٹس اور فیلن نے اسے ہندی ظاہر کیا ہے۔ ایسا ہی اندراج یہاں ہونا چاہیے تھا۔

توائی: فارسی لفظ کے طور پر درج کرکے "تباہی" کا بدل بتایا ہے۔ یہ "تباہی" کا اردو بگاڑ ہے۔ پڑھے لکھے لوگ "تباہی" ہی بولتے ہیں۔ عورتوں کو "توائی" بولتے سنا ہے۔ بہرکیف اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو ہی ظاہر کیا گیا ہے۔ پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے۔

توبڑہ: اس کو مؤلف نے خود "توبرہ" کا بگاڑ قرار دیا ہے، مگر درج عربی لفظ کی حیثیت سے کیا ہے۔ ایسی صورت میں اسے اردو سمجھنا چاہیئے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو ہی قرار دیا گیا ہے۔

تولا : کلکتے میں اس کا معیاری وزن ساڑھے بارہ ماشے بتایا ہے ۔ ہو سکتا ہے ، کلکتے میں ایسا ہو ، مگر تمام پاکستان اور بھارت میں اس کا معیاری وزن بارہ ماشے ہی تسلیم کیا جاتا رہا ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں بھی تولے کو بارہ ماشے یا چھیانوے رتی کے برابر قرار دیا گیا ہے ۔ پلیٹس نے اس کا وزن بارہ یا سولہ ماشے بتایا ہے ۔ غالباً پلیٹس کو مغالطہ ہوا ہے ۔ چونکہ اردو ہندسوں میں ۱۲ و ۱۶ میں مشابہت پائی جاتی ہے ، اس لیے ۱۲ کو ۱۶ پڑھا جانا بعید از قیاس نہیں ہے ۔ کسی کاتب کی بے احتیاطی سے بھی ۱۲ کی جگہ ۱۶ لکھا جا سکتا ہے ۔ اردو میں اغلاط کتابت ایک معمولی بات ہے ۔ بورڈ کی لغت میں بھی تولا بارہ ماشے ہی کا مذکور ہے ۔ ان شواہد کی موجودگی میں تولے کا معیاری وزن بارہ ماشے ثابت ہوتا ہے ، مولف نے ساڑھے بارہ ماشے لکھ کر خواہ مخواہ الجھن پیدا کر دی ہے ۔

تولہ : (tuwala) کو عربی لفظ کے طور پر شامل کیا ہے اور اس کے معنی مصیبت ، برائی اور بدقسمتی بتائے ہیں ۔ اس کے دوسرے معنی جادو ، تعویذ وغیرہ بتائے ہیں اور ان معنی میں اس کی دوسری صورت بالکسر تِوالہ (tiwala) لکھی ہے ۔ پلیٹس نے بھی یہی لکھا ہے ۔ بورڈ کی لغت میں بھی یہی اندراج نقل کر دیا گیا ہے ۔

دونوں معنوں میں یہ دو مختلف الفاظ ہیں اور ان کی حرکات بھی مختلف ہیں ، مگر مولف نے ایک ہی لفظ کو دونوں معنی میں سمجھ لیا اور اس غلطی کا اعادہ پلیٹس کی لغت اور بورڈ کی لغت میں بھی ہوا ہے ۔ ''المنجد'' کے اندراج کے مطابق جادو وغیرہ کے معنی میں تِوالہ (tiwala) اور تُوالہ (tuwala) ہے ۔ مگر مصیبت کے معنی میں تُولہ (tula) اور تَولہ (taula) ہے ۔ ظاہر ہے کہ عربی الفاظ کے ضمن میں ''المنجد'' کا پایہ استناد شیکسپیئر اور اس کے متبعین سے کہیں بلند ہے ۔ ''صراح'' میں بھی ''تولہ'' بالضم اور بالکسر جادو اور فسون محبت کے معنی میں مندرج ہے اور مصیبت کا کوئی ذکر نہیں ہے ۔

تہلیل : اس کے معنی Praising God لکھے ہیں ۔ یہ معنی مجازی ہو سکتے ہیں ۔ اس کے اصلی معنی لا الہ الا اللہ . . . کہنا یعنی کلمہ طیبہ پڑھنا

ہیں ۔ مولف نے یہ معنی نظر انداز کر دیے ہیں ۔ حالانکہ یہ معنی سبھی کتب لغت میں مذکور ہیں ۔

تیار ، تیاری : عربی الفاظ کی حیثیت سے درج ہیں ۔ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور عربی "طیار" سے ماخوذ بتایا ہے ۔ یہی نقطہ نظر پورڈ کی لغت میں محسوس ہوتا ہے ۔ عربی تیار کے معنی موج دریا اور متکبر آدمی ہیں ۔

"بہار عجم" میں "تیار" کے سلسلے میں مرقوم ہے ۔ "بروزن عطار موج جہندہ و فارسیان بمعنی آمادہ و مہیا استعمال می کنند"۔

حمید نے "تیار" آمادہ و مہیا کے معنی میں فارسی لفظ کے طور پر درج کرکے کیا ہے کہ :

"نیز تیار در عربی بمعنی موج دریا و مرد متکبر و مغرور است ۔"

"صراح" میں اس کے معنی "موج" مذکور ہیں ۔ اب آئیے اس کے دوسرے ماخذ "طیار" کی طرف ۔ "طیار" کے معنی ہیں 'اڑنے والا' اور کنایتاً اڑنے پر آمادہ مولف "فرہنگ آصفیہ" اور غیاث کے بقول یہ میر شکاریوں کی اصطلاح ہے ۔ جب کوئی شکاری پرندہ گریز سے نکل کر اڑنے اور شکار کرنے کے قابل ہو جاتا تو اسے "طیارہ" کہتے تھے ۔ جو مجازاً آمادہ اور مستور کے معنی میں استعمال ہونے لگا ۔ اس رائے کی تائید اس حقیقت سے بھی ہوتی ہے کہ اردو میں پرانے زمانے میں اسے "طیار" ہی لکھا جاتا تھا ۔ بعد میں "تیار" لکھا جانے لگا ۔ اگر اس کا ماخذ "طیار" تسلیم کر لیا جائے تو ظاہر ہے کہ "تیار" کو اس کا مفرس تسلیم کرنا پڑے گا ۔ اگر "تیار" بمعنی موج دریا کو اس کا ماخذ مان لیا جائے تو بھی آمادہ و مہیا کے معنی میں اسے فارسی سمجھا جائے گا ۔ تیاری تو اپنی ساخت کے لحاظ سے بھی فارسی لفظ قرار پاتا ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج بہر صورت فارسی لفظ کے طور پر ہونا چاہیے ۔

تمغا ، تمغا نما : فارسی الفاظ کے طور پر درج ہیں ۔ فارسی میں ان کا املا "تمغہ" اور "تمغہ نما" ہے ۔ اردو میں بھی یہی املا درست ہے ۔

(ٹ)

ٹم ٹم : اس کے معنی A sound لکھے ہیں - یہ اسم صوت بھی ہو سکتا ہے - مگر یہ لفظ ایک قسم کی گھوڑا گاڑی کے معنی میں اکثر استعمال ہوتا ہے ، جس کی اصل انگریزی tandem بتائی جاتی ہے - ''فرہنگ آصفیہ'' اور دوسری کتب لغت میں یہ لفظ موجود ہے - ان معنی میں اس لفظ کا اندراج ہونا چاہیے تھا -

ٹوٹا : اس کے معنی A candle's end یعنی موم بتی کا سرا بیان کیے ہیں یہی معنی فیلن اور پلیٹس نے بھی لکھے ہیں - مگر اس میں موم بتی کی تخصیص نہیں ہے - کسی بھی چیز کے آخری سرے یا ٹکڑے کو ''ٹوٹا'' کہتے ہیں - ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کے معنی ''بانس کا ٹکڑا'' بھی مذکور ہیں - بہر حال ''ٹوٹا'' کسی بھی چیز کا ہو سکتا ہے - اس لیے اس کے معنی butt یا stub مناسب ہوتے -

ٹولا : اس کے معنی یوں درج ہیں : "A quarter or particulat part of a town" یہ معنی درست ہیں - مگر اس لفظ کے اور بھی متعدد معانی ہیں - مثلاً ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کے معانی محلے اور کوچے کے علاوہ : ڈھوانگ ، سنگ ریزہ ، پتھر یا اینٹ کا ٹکڑا، نشان ضرب، بدھی، نیل ، بڑی کوڑی ، کوڑا ، ٹکا ، بھی بتائے ہیں - اس کے مشہور معنی جتھا یا گروہ بھی ہیں - مثلاً بدمعاشوں کا ٹولا - یہ معنی مؤلف نے ''ٹول'' اور ''ٹولی'' کے تحت درج کیے ہیں - ''ٹولا'' بھی ان معنی میں ٹول یا ٹولی کا مبدل یا اسم مکبر ہے - مگر مؤلف نے مذکور بالا معانی میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا -

---

(ث)

ثالثی : اس لفظ کو عربی ظاہر کیا ہے ۔ ثالث تو واقعی عربی لفظ ہے ، مگر اس پر یائے مصدری کا اضافہ فارسی قاعدے کے مطابق ہے ۔ چنانچہ بشکل موجودہ یہ فارسی لفظ ہے اور اس حیثیت سے اس کا اندراج ہونا چاہیے ۔ پلیٹس نے اسے عربی ہندی کا مرکب لفظ ظاہر کیا ہے ۔

ثوابت : اسے ''ثابت'' کی جمع بتایا ہے ۔ دراصل یہ ''ثابتہ'' کی جمع ہے ، جسے غلطی سے ''ثابت'' کی جمع سمجھ لیا گیا ہے ۔

ثیبہ : بطور عربی لفظ درج ہے اور اس کے معنی وہ عورت جو کنواری نہ ہو :

"A young woman who has consummated her marriage"

درج کیے ہیں ۔ عربی میں ''ثیبہ'' مستعمل نہیں ہے ۔ بلکہ عورت اور مرد دونوں کے لیے ''ثیب'' استعمال ہوتا ہے ۔ البتہ اگر مؤنث مراد ہو تو اس کی جمع ''ثیبات'' آتی ہے ۔ اس پر تائے تانیث کا اضافہ فارسی یا اردو والوں کا تصرف ہے ۔

(ج)

جات : لاحقہ جمع کو فارسی قرار دیا ہے ، مگر فارسی میں اس کا ثبوت نہیں ملا ۔ البتہ اردو میں اس کا استعمال ہوتا رہا ہے ۔ ہائے ہوز پر ختم ہونے والے الفاظ کی ہائے ہوز دور کرکے "جات" کے اضافے سے جمع بناتے تھے ۔ مگر اب یہ متروک ہے ۔ فارسی میں "ان" اور "ہا" کے اضافے سے جمع بنائی جاتی ہے ۔ عربی میں مؤنث کی جمع سالم "ات" کے اضافے سے بناتے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہی عربی 'ات' 'جات' میں موجود ہے ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ لفظ کی آخری ہائے ہوز کو جیم سے بدل دیا جاتا ہے ، جس طرح فارسی میں "گ" سے بدل دیتے ہیں ۔ بہر حال یہ "لاحقہ" اردو ہے ، فارسی یا عربی نہیں ہے ۔

جاٹ : کو راجپوتوں کا ایک قبیلہ بتایا ہے ۔ ہو سکتا ہے آخر میں جا کر ان کا سلسلہ نسب راجپوتوں سے مل جاتا ہو ، مگر اب تو یہ ایک الگ قوم یا قبیلہ ہے ۔ فیلن نے اسے بالائی ہند کی ایک کاشت کار قوم بتایا ہے ۔

"فرہنگ آصفیہ" میں اس کے معنی :

"ایک ہندو قوم کا نام جس کا پیشہ کاشت کاری ہے ۔ شودروں کی ایک ذات، بگڑے ہوئے چھتری، بگڑے ہوئے راجپوت، وہ راجپوت جن میں کراؤ کی رسم جاری ہو گئی ہے ۔"

کوئی بھی بات ہو سکتی ہے ۔ مگر اب یہ راجپوتوں سے الگ ایک قوم ہے ۔ یہ ہندو ہی نہیں مسلمان بھی ہوتے ہیں ، جس طرح ہندوستان کی دوسری اقوام میں ہندو بھی ہیں اور مسلمان بھی ۔

جادج : اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور جادہ سے رجوع کرنے کی ہدایت کی ہے ۔ گویا مؤلف کے نزدیک "جادج" "جادہ" کی فارسی صورت یا مفرس ہے ۔ فارسی میں "جادج" کا کوئی ثبوت نہیں ملا ۔ فارسی میں بھی ان معنی میں "جادہ" ہی استعمال ہوتا ہے ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ عربی میں "جادہ" بہ تشدید دال ہے اور فارسی میں بہ تخفیف دال استعمال ہوتا ہے ۔ "لغات سعیدی" میں بھی یہی رائے ظاہر کی گئی ہے ۔ "بہار عجم" کا اندراج یہ ہے : جادہ : بتشدید راہ ، فارسیاں بمعنی خطی کہ در راہ از نقش ہای رہروان پیدا شود استعمال کنند و اکثر بتخفیف آرند" اس کے بعد "جادہ" کے فارسی میں استعمال کی اسناد پیش کی ہیں ۔ اس اندراج سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ "جادہ" عربی میں راہ یا شاہراہ کے معنی میں مستعمل ہے ، مگر فارسی میں پاؤں کے نشان سے بننے والے راستے کو کہتے ہیں اور اکثر دال کی تخفیف سے استعمال کرتے ہیں ۔ گویا فارسی میں بھی "جادہ" ہی استعمال ہوتا ہے ، "جادج" نہیں ۔ فارسی کی کسی مستند لغت میں "جادج" کا سراغ نہیں ملا ۔ فارسی میں جتنی بھی تراکیب اس سلسلے میں مستعمل ہیں ، وہ "جادہ" ہی سے متعلق ہیں ۔ مثلاً جادہ پیما ، جادہ پیمای ، جادۂ خوابیدہ ۔ کسی میں "جادج" استعمال نہیں ہوا ۔

جال : گو عربی لفظ کی حیثیت سے درج کر کے "جعل" کا بگاڑ بتایا ہے ۔ اس بگڑی ہوئی صورت میں یہ عربی لفظ نہیں ہے ۔ کوئی ناخواندہ عرب بھی اسے "جال" نہیں بولتا ۔ یہ اردو میں جاہل لوگوں کا تلفظ ہے ، جو عین ادا نہیں کر سکتے ۔ اول تو اس کے اندراج کی ضرورت ہی نہ تھی ۔ اگر درج کیا ہی تھا تو اردو لفظ کی حیثیت سے درج کرنا چاہیئے تھا ۔

جالان : اسے "جان" کی جمع بتایا ہے ۔ اگرچہ بادی النظر میں یہی محسوس ہوتا ہے ، مگر فی الحقیقت ایسا نہیں ہے ۔ "غیاث اللغات" میں رسالہ عبدالواسع کے حوالے سے مذکور ہے کہ جالان کا آخری الف و نون زائد ہے ، جیسے جاوید سے جاویدان ہے ۔

"لغات سعیدی" میں بھی اسے "جان" کا مزید علیہ قرار دیا گیا ہے۔ مگر میری رائے میں یہ توجیہہ مناسب نہیں ہے۔ اس کی بہتر توجیہہ یہ ہے کہ اس میں "ان" نسبت کا ہے۔ "برہان قاطع" کے حاشیہ میں "جاناں" درج کرکے: "از: جان+ان (نسبت)" لکھا گیا ہے۔ یعنی حاشیہ نگار کی رائے میں بھی اس کا "ان" نسبت کا ہے۔ فرہنگ عمید میں اگرچہ اس لفظ کا تجزیہ تو نہیں کیا گیا۔ البتہ جمع الدال میں اسی کا مفہوم بیان کیا گیا ہے، اس سے بھی یہی مترشح ہے کہ "ان" نسبت کا ہے۔ "فرہنگ عمید" میں "جانان اور جانانہ" اکٹھے درج کرکے ان کے معنی یوں بیان کیے ہیں:

"دلبر زیبا و بسیار دوست داشتنی، معشوق کہ عاشق او را مانند جان خود دوست دارد و نیز جانانہ۔۔"

یعنی اس کے معنی ہیں جان کی مانند، جو کنایہ ہے معشوق سے۔ یہ مفہوم اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے جب "ان" نسبت کا تسلیم کیا جائے۔

جان پہچان: اس لفظ کو سنسکرت اور فارسی کے مشترکہ لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے۔ مگر مؤلف نے یہ نشاندہی نہیں کی کہ اس کا کونسا جزء فارسی ہے اور کونسا سنسکرت، تاکہ ہماری معلومات میں اضافہ ہوتا۔ ہو سکتا ہے مولف نے "جان" کو فارسی لفظ سمجھا ہو۔ حالانکہ واقفیت کے معنی میں یہ اردو لفظ ہے اور "جاننا" کا مادہ ہے۔ اس کا دوسرا جزو "پہچان" بھی اردو لفظ ہے۔ اس لیے یہ خالص اردو ترکیب ہے۔ معلوم نہیں اس ترکیب میں سنسکرت اور فارسی کا سراغ مؤلف کو کہاں سے مل گیا۔ سبھی اردو کتب لغت میں یہ ترکیب اردو یا ہندی ترکیب کے طور پر درج ہے۔

جبا: بالکسر فارسی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی محصول وغیرہ بتائے ہیں۔ ان معنی میں "جبا" اکثر فارسی کتب لغت میں موجود نہیں ہے۔ البتہ "برہان قاطع" میں "جبا" بالکسر بمعنی باج و خراج موجود ہے، مگر اس کے حاشیہ نگار نے یہ صراحت کی ہے کہ

ان معنی میں "جبایت" ہے خود "برہان قاطع" میں بھی ان ہی معنی میں "جبایت" مندرج ہے ۔ حاشیہ میں اس لفظ کے متعلق "دزی" کے حوالے سے لکھا گیا ہے :

"جبایت و جبادت عربی است بمعنی فراہم آوردن باج" گویا صحیح لفظ "جبایت" ہے ، جو عربی ہے ۔ اس کی دوسری صورت یا مبدل "جبادت" بدال مہملہ مکتوب ہے ۔

صحیح واؤ سے "جباوت" ہے ۔ "المنجد" اور "صراح" میں بھی واو کے ساتھ "جباوت" ہے ۔ حاشیے کی عبارت میں دال بے نقطہ سے "جبادت" غالباً کتابت کی غلطی ہے ۔

اس بحث کا ماحصل یہ ہے کہ باج و خراج کے معنی میں صحیح لفظ "جبایت یا جباوت" ہے ، جو عربی ہے ۔

جبراعل ، جبرایل ، جبریل ، جبرین ، جبرییل : ان سب کو بفتح اول درج کیا ہے :

"المنجد" جبرائیل بالکسر مذکور ہے ۔ عمید نے جبرئیل اور جبریل کو بالکسر لکھا ہے ۔ بول چال میں بھی عموماً بالکسر ہی ہے ۔

جُدھ : اسے سنسکرت لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ سنسکرت میں 'جدھ' نہیں بلکہ "یدھ" ہے ۔ یہ اس کی ہندی صورت ہے ۔ فیلن اور پلیٹس نے بھی اسے ہندی لفظ کے طور پر اختیار کیا ہے ۔

جراب : ترکی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ فیلن نے بھی اسے ترکی بتایا ہے ۔ البتہ پلیٹس نے اسے فارسی ، ترکی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے اور اسے عربی "جراب" (jirab) کا بگاڑ بتایا ہے ۔ پلیٹس کا یہ بیان گمراہ کن ہے ۔ عربی "جراب" (jirab) کے معنی غیاث نے "انبان و پوست گاؤ" بتائے ہیں ۔ عربی میں اس کے معنی : "قراب السیف ، وعاء من جلد ، حوف البئر ، وعاء الخصیتیں" بیان ہوئے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ ان معنی کا

جراب بمعنی موزہ یا socks سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔

"فرہنگ آصفیہ" میں "جراب" اردو لفظ کی حیثیت سے درج ہے اور اس معنی میں "جورب" کو صحیح قرار دیا ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" کا اندراج ایک حد تک درست ہے ۔ ان معنی میں اصل فارسی لفظ گوراب ہے ۔ جس کا مبدل "جوراب" ہے ۔

"فرہنگ عمید" میں "جوراب" فارسی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی یوں مرقوم ہیں :

"پوشاک پاکہ از نخ یا پشم با دست یا ماشین بافتہ می شود ۔ بعربی "جورب" میگویند و جمع آن جوارب است ۔ در فارسی گوراب ہم گفتہ شدہ ۔"

یعنی پاؤں کو پوشش جو ریشم یا اون سے ہاتھ سے یا مشین سے بنی جاتی ہے ۔ عربی میں "جورب" کہتے ہیں ، جس کی جمع جوارب ہے ۔ فارسی میں " گوراب" بھی کہا گیا ہے ۔

"برہان قاطع" کے حاشیہ میں "جوراب = گوراب = گورب " کی صورت میں درج کرکے اس کے معنی "پای تابہ کہ از نخ ہای ، پنبہ ی یا پشمی یا ابر یشمی بافتہ و پاہارا بدان پوشانند" ۔

اس کی سند میں "فرہنگ آنند راج" کے حوالے سے میرزا طاہر وحید کا یہ شعر بھی درج ہے :

دل خستہ از عشق بے تاب شد
ز دردش مشبک چوں جوراب شد

اور اس کا معرب "جورب" بتایا ہے ۔

"بہار عجم" میں "جوراب" ہی مندرج ہے اور اس کی سند میں میرزا طاہر وحید کا مذکورہ بالا شعر درج ہے ۔

اس کی تائید ''المنجد'' سے بھی ہوتی ہے ۔ ''المنجد'' میں ''جورب'' کے معنی ''لفافتہ الرجل'' یعنی پاؤں کی پوشش بیان کیے گئے ہیں اور اسے فارسی الاصل قرار دیا گیا ہے ۔

ان تمام شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ ان معنی میں اصلی لفظ ''جوراب'' ہے ، جو فارسی لفظ ہے ۔ ''جورب'' اس کا معرب ہے ۔ اس کا عربی ''جراب'' بالکسر سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ یہی فارسی ''جوراب'' بحذف واو اردو میں ''جراب'' مستعمل ہے ۔ جس طرح ہوشیار سے ہشیار ہے البتہ بہ تشدید اردو کا تصرف ہے ۔ اگر بہ تخفیف رائے مہملہ استعمال کیا جائے تو اصل سے قریب تر ہو سکتا ہے ۔ بصورت موجودہ جراب کو اردو لفظ کے طور پر درج کیا جا سکتا ہے، البتہ یہ صراحت کر دینی چاہیے کہ یہ ''جوراب'' کا موزد ہے ۔ 'جراب' کو ترکی قرار دینا غلط ہے ۔ یہ اردو تلفظ ہے ، ''جوراب'' فارسی کا ۔

جرار : عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی ان الفاظ میں بیان ہوئے ہیں :

"• warlike, brave, multitudinous"

ان میں سے آخری معنی تو درست ہے ، لیکن پہلے دو معنی درست نہیں ہیں ۔ ''جرار'' کے لغوی معنی ہیں ۔ بہت کھینچنے والا ، اپنی طرف کھینچنے والا ۔ لشکر کی صفت کے طور پر یہ کنایتاً پر البوہ یا پر ہجوم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔ یعنی وہ لشکر جس میں سپاہیوں کی بہت بڑی تعداد شامل ہو ۔

غیاث نے اس کے معنی ''بسوی خود کشدہ و لشکر بسیار و انبوہ کہ از بسیارت مردم آہستہ رولد'' بتائے ہیں ۔

عمید نے ''لشکر جرار'' کے معنی ''لشکر آراستہ و انبوہ و بسیار'' بیان کیے ہیں ۔

''برہان قاطع'' میں بھی اس کے معنی : ''لشکری باشد آراستہ از بسیاری'' یہ تو ہوئی فارسی کتب لغت کی بات ۔ اب آئیے عربی لغت

کی طرف ۔ ''المنجد'' کا اندراج یہ ہے : ''الجرار ، کثیر الجر ، یقال ''جیش و جرار'' ای کثیر الجر سمی ذالک لانہ ، یجر غبار الحرب''۔

صراح میں جرار اور جرارہ کی مثال یوں درج ہے :

''کتیبۃ جرارہ ای ثقیلۃ السیر لکثرتہا ، جیش جرار کذالک''۔

اس سے بھی ظاہر ہے کہ ''جرار'' کثرت کے لیے آتا ہے ۔

ان تمام اسناد سے یہ بخوبی واضح اور ثابت ہو جاتا ہے کہ ''جرار'' کے لغوی معنی اگرچہ بہت کھینچنے والا ہیں ۔ لیکن مجازی طور پر یہ کثرت اور ہجوم کے اظہار کے لیے آتا ہے ۔ اس کو جراءت یا جری سے مشتق سمجھکر اس کے معنی دلیر یا بہادر قرار دینا صحیح نہیں ہے ۔

جرسام : بالکسر pleurisy (ورم سینہ) کے معنی میں عربی لفظ کی حیثیت سے درج ہے ۔ پلیٹس نے بھی اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ، مگر فارسی ''برسام'' کا معرب قرار دیا ہے ۔ عربی میں ''جرسام'' کا سراغ نہیں ملا ۔ البتہ ''برسام'' موجود ہے ۔ فارسی میں بھی ''جرسام'' کا ثبوت نہیں ملا ۔ ''برسام'' فارسی اور عربی کتب لغت میں موجود ہے ۔

عمدہ نے 'برسام' بالفتح فارسی لفظ کے طور پر درج کرکے یہ صراحت کی ہے کہ عربی میں ''برسام'' بکسر یا مستعمل ہے ۔

''موید الفضلا'' میں ''برسام'' بالفتح عربی الفاظ میں شامل کیا گیا ہے ۔ مگر عربی میں صحیح بالکسر ہی ہے ۔ چنانچہ ''المنجد'' اور ''صراح'' میں بھی ''برسام'' بکسر اول ہی ہے ۔

اس طرح یہ لفظ اصلاً عربی نہیں ، بلکہ فارسی ہے اور بقول مولف ''برہان قاطع'' بر بمعنی سینہ اور سام بمعنی ورم سے مرکب ہے ۔ جس طرح ''سرسام'' ہے ۔ بمعنی ورم سر ۔ ''برسام'' بائے مکسور کے ساتھ اس کا معرب ہے ۔ ''جرسام'' کا ثبوت کسی لغت میں نہیں ملا ۔ معلوم نہیں مولف نے کہاں سے لیا ہے ۔

جزائل : عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی بڑی بندوق وغیرہ مذکور ہیں ۔ پلیٹس نے یہی معنی بتانے کے بعد یہ صراحت بھی کی ہے کہ یہ عربی میں "جزیل" کی جمع ہے ۔ لیکن فارسی میں بطور واحد مستعمل ہے ۔

عربی اور فارسی کی جدید و قدیم کتب لغت مثلاً "فرہنگ عمید" "بہار عجم" ، "برہان قاطع" ، "موید الفضلا" ، "غیاث اللغات" ، "المنجد" ، "صراح" ، "مفتاح اللغات" وغیرہ میں اس کا سراغ نہیں ملا ۔ صرف "لغات سعیدی" میں "جزایل" کو جزیلہ کی جمع بتانے کے بعد یہ کہا گیا ہے کہ محاورہ حال میں یہ بندوق اور رائفل کے معنی میں مستعمل ہے ۔ ان معنی میں کم از کم اس کا عربی ہونا تو ثابت نہیں ہے ۔ فارسی اہل لغت کی اس سلسلے میں خاموشی سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ فارسی میں اس لفظ کا رواج نہیں ہے ۔ عین ممکن ہے یہ لفظ ہندوستان میں ان معنی میں استعمال ہوا ہو ۔ اس صورت میں اس کا اندراج فارسی یا اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے ۔ علاوہ ازیں اس کے اصلی معنی تو بدرجہ اولیٰ درج ہونے کے قابل تھے ، مگر ان کو نظر انداز کر دیا گیا ہے ۔ عربی میں یہ "جزیلہ" کی جمع ہے ، جس کے معنی "محکم ، بزرگ اور بہت" ہیں ۔

جزبز : ناخوش و ناراض کے معنی میں فارسی لفظ بتایا ہے ۔ فیلن اور پلیٹس نے بھی یہی کہا ہے ۔ مگر فارسی کی مستند کتب لغت میں اس کا ثبوت نہیں ملا ۔ البتہ عمید نے گرم لوہا پانی یا تیل میں بجھانے سے پیدا ہونے والی آواز کے معنی میں "جز" اور "جز جز" درج کیا ہے ، ہو سکتا ہے "جزبز" کا ماخذ یہی لفظ ہو ، لیکن اس صورت میں "جزبز" کو اردو تصرف ماننا ہوگا ۔ اردو میں "جزبز" مستعمل ہے ، مگر فارسی میں اس کا ثبوت نہیں ملا ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں "جزبز ہونا" اردو لفظ کے طور پر مندرج ہے اور یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے ۔

جسام : بالضم jusam اور بالکسر jisam تنو مند کے معنی میں درج ہے ۔ "صراح" میں جسام بالضم اور بالکسر کو "جسیم" کی جمع بتایا

کیا ہے۔ اس صورت میں ان کے معنی تنومند ہی ہوں گے، مگر ان کو جمع کے طور پر درج کرنا ہوگا۔ "المنجد" میں "جسام" بالضم اور جیم کو مترادفات کے طور پر درج کر "جسام" بالکسر کو ان کی جمع بتایا ہے۔ ایسی صورت میں جسام بالضم اور جسام بالکسر مترادف یا متبادل لفظ نہیں ہو سکتے۔ جسام بالکسر تو بالاتفاق جمع ہے جسام بضم اول کے مطابق البتہ اختلاف ہے۔ "المنجد" اور "مفتاح اللغات" کے مطابق یہ تنومند کے معنی رکھتا ہے اور "صراح" کے مطابق یہ "جسیم" کی جمع ہے۔ بہر صورت جسام بالضم اور جسام بالکسر کا اندراج مترادف اور مفرد الفاظ کی حیثیت سے ایک جگہ مناسب نہیں ہے۔ البتہ ان کا الگ الگ اندراج کر کے ان کی حرفی اور معنوی حیثیت واضح کرنی چاہیے تھی۔

جستا : (justa) عربی لفظ کے طور پر درج کر کے اسے "جثہ" کا بگاڑ بتایا ہے اور معنی قوت و طاقت بیان کیے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اس بگڑی ہوئی صورت میں عربی نہیں بلکہ اردو ہے، چنانچہ پلیٹس نے اسے ہندی لفظ ظاہر کیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ "جثہ" کے معنی طاقت یا قوت نہیں۔ بلکہ جسم اور لاش ہیں۔ اگر یہ "جثہ" کا بگاڑ ہے تو اس کا بھی یہی مفہوم ہونا چاہیے۔ خود مولف نے "جثہ" کے تحت اس کے معنی جسم اور بدن بتائے ہیں۔ اس لیے یا تو "جثہ" کے معنی بھی جسم مانے جائیں یا پھر اس کا یہ اشتقاق غلط سمجھا جائے۔

جسودا : سنسکرت لفظ کے طور پر درج ہے۔ سنسکرت میں یسودا یا یشودا ہے۔ یہ اس کا ہندی روپ ہے، اس لیے اس کا اندراج ہندی لفظ کے طور پر ہونا چاہیے۔ پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر ہی درج کیا ہے۔

جفر : اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور اس کے معنی تعویذ اور افسوں بنانے کا فن بتائے ہیں۔

یہ دونوں باتیں ہی غلط ہیں۔ یہ فارسی نہیں بلکہ عربی لفظ ہے۔ علاوہ ازیں یہ تعویذ گنڈے کا علم نہیں بلکہ حروف اور ان کے اعداد

کے ذریعہ مستقبل کا حال معلوم کرنے کا علم ہے۔ اسی لیے اسے علم الحروف اور علم الاعداد بھی کہتے ہیں۔

عمید نے اسے عربی لفظ کے طور پر درج کرکے اس کے لغوی معنی "چاہ فراخ" بتا کر لکھا ہے:

" ونام علمی کہ صاحبان آن مدعی ہستند بوسیلۂ آن بحوادث آئندہ آگاہی پیدا میکنند۔ علم حروف ہم میگویند"

"لغات سعیدی" میں اس کے لغوی معنی چار مہینے کا بکری کا بچہ اور ایک علم مشہور جس سے غیب کا حال بتاتے ہیں، مرقوم ہیں۔

"علم الجفر" کے معنی "مفتاح اللغات" میں "حروف تہجی سے غیب کی باتوں کا علم" بیان ہوئے ہیں۔

"المنجد" میں "علم الجفر" کی تشریح حسب ذیل ہے:

"ویسمی علم‌الحروف علم یدعی اصحابہ انہم یعرفون بہ الحوادث ای انقراض العالم" یعنی اس کا نام "علم الحروف" ہے اور اس سے تعلق رکھنے والوں کا دعویٰ ہے کہ وہ اس کے ذریعے حالت سے آگاہی حاصل کرتے ہیں۔

کسی بھی مستند لغت سے اس کے معنی جادو ٹونے یا تعویذ بنانے کا فن ثابت نہیں ہوتے۔ معلوم نہیں مولف نے یہ معنی کہاں دیکھ لیے۔

جلاء: بالکسر کے معنی میں شان، چمک، صیقل وغیرہ لکھے ہیں اور اسی کے تحت "جلا وطن" کی ترکیب درج کی ہے۔ ان معنی میں صحیح لفظ "جلا" بالفتح ہے۔ "جلا" بالکسر کے معنی سرمہ ہیں۔ "فرہنگ عمید" اور "المنجد" سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

جُلاب: بمعنی مسہل کو عربی مادہ "جلب" سے مشتق قرار دیا ہے۔ جو غلط ہے لیلن نے بھی یہی بات دہرا دی ہے۔ پلیٹس نے اسے فارسی "گلاب" کا معرب بتایا ہے، جو درست ہے۔

جو لفظ "جلب" سے ماخوذ ہے وہ "جلاب" بالفتح ہے اس کے معنی ہیں کھینچنے والا ، ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے والا۔ "جلاب" جیسا کہ پلیٹس نے لکھا ہے گلاب (گل+آب) کا معرب ہے۔ اس کے معنی شربت گل اور عرق گل ہیں۔ چونکہ ملین ادویہ میں گل یا گل سرخ ، جسے گلاب کہتے ہیں ، استعمال ہوتا ہے ، مثلاً "گل قند" جو ایک ملین معجون ہے ، اس کا جزو اعظم بھی گلاب ہی ہے۔ اس لیے اردو میں "جلاب" مجازاً مسہل کی حیثیت سے رواج پا گیا۔ عربی اور فارسی میں یہ گل سرخ اور قند یا شہد ملا کر بنایا جانے والا مشروب ہے۔ تاہم ان معنی میں یہ لفظ اردو ہے۔

جلالی : اس کے معنی Divine لکھے ہیں۔ یہ دراصل "جلال" سے منسوب ہے۔ جلال وہ صفت الٰہی ہے جس میں ذات غضب کا اظہار ہو۔ اس لیے جلالی پر غضب ، اور خشم آلود کو کہتے ہیں مثلاً جلالی طبیعت کے معنی غصہ ور طبیعت لیے جاتے ہیں۔ پلیٹس کی لغت اور "فرہنگ آصفیہ" میں ان معنی کا ذکر موجود ہے ، مگر مولف نے ان معنی کو نظر انداز کر دیا ہے۔

جلوس : اس کے معنی حسب ذیل بتائے ہیں : "Sitting; the accession (to a throne) state, pomp" یہ معنی بھی درست ہیں ، مگر اب یہ لفظ pro cession کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کے ایک معنی "امیروں اور بادشاہوں کی سواری" بھی درج ہیں۔ مگر اب جلوس کی یہ تخصیص ختم ہو گئی ہے۔ چلتے پھرتے ہجوم کو جلوس کہا جا سکتا ہے یہ کسی خوشی کے اظہار کے لیے بھی ہو سکتا ہے اور کسی چیز کے خلاف احتجاج کے لیے بھی۔

جلیب : (jaleb) عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اسے "جلو" کا بگاڑ بتا کر اس کے معنی "attendants, equipage, suit" یعنی حشم و خدم بیان کیے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر یہ بگڑا ہوا لفظ ہے تو اپنی موجودہ صورت میں یہ عربی نہیں بلکہ اردو کہلانے کا اور اسی حیثیت سے اس کا اندراج ہوگا۔ جیسا کہ پلیٹس نے ہندی لفظ کے طور پر اسے شامل لغت کیا۔

جہاں تک اس کے "جلو" کا بگاڑ ہونے کا تعلق ہے تو یہ بھی محل نظر ہے ۔ اصل اور بگڑی ہوئی صورت میں بھی کوئی نہ کوئی لفظی اور معنوی تعلق یا اشتراک تو ہونا چاہیے ، جو "جلیب" اور "جلو" میں مفقود نظر آتا ہے عربی میں "جلاو" کے معنی گھر سے نکالنا ، ظاہر ہونا ہیں ۔ اس سے "جلا وطن" کی ترکیب بنی ہے جو اردو میں مستعمل ہے ۔ "جلاو" کی ایک صورت اور بھی ہے جس کے معنی صیقل کرنا ، چمکانا ، غم دور کرنا ، کپڑے اتارنا ، اوپر چڑھنا وغیرہ ہیں ۔ ان دونوں صورتوں میں "جلو" بالفتح ہے ۔

ظاہر ہے کہ اس میں اور "جلیب" میں کوئی قدر مشترک نہیں ہے ۔ ان معنی میں ایک دوسرا لفظ "جلو" بالکسر ہے ۔ جو بعض اہل لغت کے نزدیک فارسی اور بعض کے نزدیک ترکی لفظ ہے ۔ عمید نے اسے فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے اور "فرہنگ آصفیہ" میں اسے ترکی لفظ ظاہر کیا گیا ہے اور اس کے معانی میں وہ مفہوم بھی شامل ہے جو مولف نے "جلیب" کے تحت بیان کیا ہے ۔

"برہان قاطع" کے حاشیے میں "چغتائی" کے حوالے سے اسے ترکی لفظ 'جیلاو' سے ماخوذ قرار دیا گیا ہے ۔ گویا "جلو" بصورت موجودہ تو فارسی لفظ ہے ، مگر اصلاً ترکی لفظ ہے ۔ اس لیے بعض نے اسے ترکی اور بعض نے فارسی بتایا ہے ۔ بہرحال "اس" "جلو" سے اشتقاق قائم کرنے کی صورت میں "جلیب" کی اصل ترکی قرار پائے گی ، تاہم بشکل موجودہ اسے اردو لفظ سمجھا جائے گا اور اسی حیثیت سے اس کا اندراج ہوگا ۔

جالی : یہ عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی A kind of muskmelon یعنی ایک قسم کا خربوزہ بیان کیے ہیں ۔ عربی میں یہ صفت اسمی ہے ، جو "جال" سے منسوب ہے ۔ جال کے معنی ہیں حسن و زیبائی اور اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت کو بھی جال کہتے ہیں ۔ اس لحاظ سے "جالی" اس حالت کو کہتے ہیں ، جس سے شان رحمت کا اظہار ہو ۔ یہ جلالی کی ضد کے طور پر مستعمل ہے ۔ پلیٹس اور فیلن نے ان معنی کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ اردو میں یہ خربوزے کے

لیے بھی مستعمل ہے ، مگر ان معنی میں محض جالی نہیں ، بلکہ 'جالی خربوزہ' کہتے ہیں ۔ یعنی خوبصورت اور خوش رنگ خربوزہ ۔ اردو میں کنایتہً ''جالی خربوزہ'' اس شخص یا چیز کو بھی کہتے ہیں جس کا ظاہر تو خوبصورت ہو ، مگر باطن یا خاصیت اچھی نہ ہو ۔ یہ معنی کسی لغت میں نظر نہیں آئے ۔

مولف نے اس لفظ کے لغوی معنی کا اندراج نہیں کیا ۔ جن معنی کا ذکر کیا ہے ان کا عربی سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ اردو میں ''خربوزہ'' کے سلسلے میں بھی یہ بطور صفت استعمال ہوتا ہے نہ کہ بطور اسم ۔ ''جالی خربوزہ'' کی ترکیب میں جالی صفت اور خربوزہ موصوف ہے ۔ اس قسم کی ناقص تشریحات بسا اوقات مغالطہ انگیز اور گمراہ کن ثابت ہوتی ہیں ۔

جِنات : ''جِن'' کی جمع کے طور پر عربی لفظ کی حیثیت سے مرقوم ہے ۔ یہ درست ہے کہ جن عربی لفظ ہے اور اس پر لاحقہ جمع یعنی '' ات '' بھی عربی ہی ہے ۔ مگر یہ جمع عربی میں مستعمل نہیں ہے ۔ عربی میں ''جِن'' اور ''جِنہ'' اسم جنس ہے ، جو پوری جنس یا نوع کے لیے مستعمل ہے ، جیسے '' انس'' ۔ اس کا واحد ''جِنی'' ہے ۔ مگر اردو میں ''جن'' کو واحد قیاس کر کے اس کی جمع ''جنات'' بنالی گئی ہے ۔ گویا یہ جمع صرف اردو میں رائج ہے ۔ عربی میں ''جن'' ہی سے جمع کا مفہوم پیدا ہوتا ہے ۔

جناور : اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے کر کے اسے '' دکھنی '' قرار دیا ہے ۔ اگر یہ ''دکھنی'' ہے تو پھر فارسی کیسے ہوا ۔ اس کا حل مؤلف نے نہیں بتایا ۔ حقیقت یہ ہے کہ صحیح فارسی لفظ ''جانور'' ہے ۔ جو اردو میں بھی اپنی اصلی صورت میں مروج ہے ۔ البتہ جہلاء کو ''جناور'' بولتے سنا ہے ۔ ممکن ہے '' دکھنی '' میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہو ۔ اس صورت میں اس کا اندراج اردو یا دکنی لفظ کی حیثیت سے کر کے یہ ظاہر کر دینا چاہیئے تھا کہ اس کا ماخذ ''جانور'' ہے ۔ بصورت موجودہ اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے خلاف قاعدہ ہے ۔

جنبا : (janiba) عربی لفظ کے طور پر حمایت ، درد ، تائید اور طرف داری کے معنی میں درج ہے ۔ عربی میں یہ لفظ اس شکل اور معنی میں مستعمل نہیں ہے ۔ عربی میں "جَنبہ" (jamba) طرف ، ناحیہ اور کنارہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔ اردو میں بھی اس سے مشتق "جنبہ داری" کی ترکیب استعمال ہوتی ہے ۔ "جنبا" کو عربی ظاہر کرنا درست نہیں ہے ، اسے اردو لفظ کے طور پر درج کرنا چاہیئے ۔ چنانچہ پلیٹس نے اس کا اندراج ہندی لفظ کے طور پر کیا ہے ۔

جنتری : اس کے معنی تار کھینچنے کا آلہ اور جادوگر تو درج ہیں ۔ مگر اس کے مشہور معنی تقویم (کیلنڈر) نظرانداز کر دیے ہیں ۔ اگر یہ ان معنی میں الگ لفظ ہے تو بھی اس کا اندراج الگ لفظ کے طور پر کرنا چاہیئے تھا ۔ مگر مؤلف نے نہ الگ لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور نہ "جنتری" کے تحت ان کے معنی کا ذکر کیا ہے ۔ مشہور معنی ترک کر کے غیر معروف معنی کا اندراج اصول لغت نگاری کے خلاف ہے ۔ پلیٹس نے اس کے معنی an almanac ; a calendar بھی لکھے ہیں ۔

جنگال : اس لفظ کو فارسی لغت کے طور پر درج کر کے "زنگار" کا بگاڑ بتا دیا ہے ۔ "زنگار" تو واقعی فارسی لفظ ہے ، مگر ان معنی میں "جنگال" فارسی میں استعمال نہیں ہوتا ۔ اردو میں بھی صرف "جہلا" "جنگال" بولتے ہیں ۔ اس مسخ شدہ اردو صورت کو فارسی قرار دینا کسی طرح بھی درست نہیں ہے ۔ اسے اردو لفظ کے طور پر درج کر کے اس کی اصل و حقیقت واضح کرنی چاہیئے تھی ، تاکہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہوتی ۔

جنگل : سنسکرت لفظ کے طور پر درج ہے ۔ "جنگل" فارسی میں بھی مستعمل ہے اور فارسی کی سبھی کتب لغت میں موجود ہے ۔ "فرہنگ عمید" میں اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ "بہار عجم میں جنگل موجود ہے اور اس کی سند میں زکی ندیم کا یہ شعر بھی مندرج ہے :

زاہد چو کندۂ نہ دوزخ کہ مالدہ خشک
چوبی ز جنگل طبرستان آتش است

چونکہ فارسی اور سنسکرت متحدالاصل زبانیں ہیں، اس لیے سنسکرت میں اس کا وجود مستبعد نہیں ہے۔ لیکن قرین قیاس یہی ہے کہ اردو میں یہ لفظ فارسی سے آیا ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کا اندراج فارسی اور سنسکرت لفظ کے طور پر ہوا ہے۔

جواد : (jauwad) اسے جود کی (superlative degree) یعنی تفضیل کل بتایا ہے۔ سب سے پہلے تو یہ بتا دینا ضروری ہے کہ مولف نے اس کا تلفظ غلط درج کیا ہے۔ صحیح تلفظ jawad ہے۔ علاوہ بریں یہ جود کا اسم تفضیل نہیں بلکہ "جود" سے مشتق؛ ضرور ہے۔ اس کا اسم تفضیل " اجود " ہے۔ "جواد" صفت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ " المنجد" میں "جواد" کے معنی " السخی المذکر و المونث" مذکور ہیں یعنی اس کے معنی سخی ہیں اور یہ مونث اور مذکر دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ "صراح" میں اسے اسم فیہ بتایا گیا ہے۔

اگر مولف نے "جواد" (jawwad) بہ تشدید جیم درج کیا ہوتا تو اسے مبالغے کا صیغہ سمجھا جا سکتا ہے، کیونکہ "فعال" مبالغے کا ایک وزن بھی ہے۔ مگر مولف نے اسے بہ تخفیف واو لکھا ہے، اس صورت میں اسے مبالغے یا تفضیل کا صیغہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

جوار : (jewar or juwar) بالکسر اور بالضم مندرج ہے۔ ہمسایگی کے معنی میں یہ اکثر بالکسر استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ "فرہنگ عمید"، " لغات سعیدی" اور " المنجد" میں یہ بالکسر ہی مذکور ہے۔ البتہ " لغاتِ سعیدی" اور "مفتاح اللغات" میں پڑوسی بننا کے معنی ہیں بالضم اور پڑوس یا ہمسایگی کے معنی میں بالکسر ہے۔ "صراح" نے پڑوسی بننا کے معنی میں جوار دونوں طرح یعنی بالضم اور بالکسر درج کیا ہے، مگر بالکسر کو افصح قرار دیا ہے۔ ان تمام شواہد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ "ہمسایگی" کے معنی صحیح لفظ بکسر اول ہے البتہ ہمسایہ بننا کے معنی میں بضم یا بکسرِ اول دونوں طرح ہے، مگر بالکسر فصیح تر ہے۔ مگر یہاں پڑوسی بننا نہیں، بلکہ پڑوس کے معنی میں جوار زیر بحث ہے اور یہ بالکسر ہی درست ہے۔

جوان : اسے سنسکرت اور فارسی لفظ بتایا ہے ۔ جوان کے فارسی ہونے میں تو کوئی شک نہیں ، البتہ اس کا سنسکرت ہونا محل نظر ہے ۔ سنسکرت میں اس کا سراغ تو ملتا ہے ، مگر اس صورت میں نہیں ، جس صورت میں یہ اردو میں مستعمل ہے ۔ سنسکرت میں یہ "یوان" ہے ۔ اگرچہ سنسکرت کی "ی" ہندی میں "ج" سے بدل جاتی ہے ، مگر فارسی میں یہ اس صورت میں درج ہے ۔ اردو میں بھی یہ لفظ فارسی سے آیا ہے ، تنہا بلکہ متعدد فارسی تراکیب کے ساتھ ۔ مثلاً جواں بخت ، جواں سال ، جواں مرد ، جواں مرگ ، وغیرہ ۔ ان تراکیب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جوان اور اس کے مرکبات اردو میں فارسی سے درآمد ہوئے ہیں ۔ اس لیے اس کا اندراج بھی فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا ۔

جودھا : اسے بھی سنسکرت ظاہر کیا ہے ۔ موجودہ شکل میں یہ ہندی یا مہند ہے ۔ سنسکرت میں ان معنی میں "یودھک" آتا ہے ۔ پلیٹس اور فیلن نے بھی اسے ہندی لفظ کے طور پر شامل لغت کیا ہے ۔ یہی درست ہے ۔

جوراج : (juvarāj) سنسکرت لفظ کے طور پر درج ہے ۔ سنسکرت میں یہ "یوراج" (yuvaraj) ہے ۔ "جوراج" اس کا ہندی روپ ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج بھی اس حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا ۔ پلیٹس نے اسے ہندی ہی ظاہر کیا ہے ۔

جوگ ، جوگی ، جوگن : ان کو سنسکرت الفاظ کی حیثیت سے درج کیا ہے ۔ اپنی موجودہ شکل میں یہ الفاظ سنسکرت نہیں بلکہ ہندی ہیں ۔ سنسکرت میں ان کا تلفظ یوگ ، یوگی اور یوگنی ہے ۔ ان کا اندراج ہندی الفاظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا ۔

جولاں : بھاگنے دوڑنے کے معنی میں فارسی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ مگر یہ عربی لفظ ہے ۔ سبھی کتب لغت میں اس کا اندراج عربی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ البتہ عربی میں واو مفتوح کے ساتھ ہے اور فارسی و اردو میں بسکون واو مستعمل ہے ۔ عربی لفظ کے طور پر

درج کر کے اس فرق کی صراحت کی جا سکتی تھی ۔ ''جولانی'' کو فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کیا جا سکتا ہے ، کیونکہ فارسی قاعدے کے مطابق اس پر یائے مصدری کے اضافے نے اسے فارسی بنا دیا ہے ، مگر ''جولان'' کی یہ صورت نہیں ہے ۔ یہ اپنی اصلی صورت میں مستعمل ہے ۔

جونی : (joni) بمعنی فرج کو سنسکرت بتایا ہے ۔ سنسکرت میں ''یونی'' ہے ۔ یہ اس کا ہندی روپ ہے ، اس لیے اس کا اندراج بھی ہندی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔

جہلی : (jahli) بمعنی سست اور جذباتی عربی لفظ کی حیثیت سے مندرج ہے ۔ اپنی موجودہ صورت میں یہ لفظ نہ عربی میں ملا اور نہ فارسی میں ۔ اردو میں بھی اس کا استعمال مشکوک ہے ۔ پلیٹس نے غالباً شیکسپئر کی تقلید میں اسے شامل لغت کر لیا ہے ۔ جاہلی اور جاہلیت تو عربی کے علاوہ اردو اور فارسی میں بھی مستعمل ہیں ۔ ممکن ہے مولف نے ''جاہلی'' کو ''جہلی'' سمجھا ہو ۔ ''جاہلی'' ''جاہل'' سے منسوب ہے ۔ اصطلاحاً پیغمبر آخرالزمان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل کے زمانے کو عرب جاہلی کہتے ہیں ۔ یعنی جب ''جہل'' چھایا ہوا تھا ۔

یائے مصدری کی صورت میں ''جاہلی'' ''جاہل'' کا اسم کیفیت ہے ، بمعنی جہل یا جاہلیت ۔ اسی صورت میں یہ فارسی لفظ کہلائے گا ۔ ''جہل'' کے معنی نادانی ، عدم واقفیت ہیں ۔ اگر ''جہلی'' ''جہل'' سے صفت نسبتی ہے تو اس کے معنی نادان ، ناواقف ہوں گے ، نہ کہ سست اور جذباتی ۔ ہو سکتا ہے اردوئے قدیم میں یہ لفظ ان معنی میں استعمال ہوا ہو ، لیکن اس صورت میں یہ اردو لفظ سمجھا جائے گا ۔ عربی میں ''جہلی'' کا ثبوت نہیں ملتا ۔ اس لیے اسے عربی لفظ کے طور درج کرنا درست نہیں ہے ۔

جھول : (jhul) ۔ حیرت ہے کہ اس لفظ کو بھی عربی بتایا ہے ، حالانکہ ہر پڑھا لکھا شخص جانتا ہے کہ عربی میں ہائے مخلوط کا وجود

نہیں ہے ۔ مولف نے اسے عربی ''جل'' کا بگاڑ بتایا ہے ۔ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ ''جھول'' واقعی عربی ''جل'' سے ماخوذ ہے تو بھی اسے موجودہ صورت میں عربی نہیں ، بلکہ اردو لفظ تصور کیا جائے گا۔ یوں بھی یہ بگاڑ نہیں بلکہ مورد ہے ۔ ایسی صورت میں اسے اردو لفظ کی حیثیت سے درج کیا جائے گا ۔ چنانچہ فیض اور پلیٹس نے اس کا اندراج ہندی لفظ کی حیثیت سے کیا ہے ۔ عربی لفظ کے طور پر اس کا اندراج بہر صورت غلط ہے ۔

جیب : بفتح اول (jaib) بمعنی سینہ ، دل ، گریبان کو عربی اور جیب (jeb) بمعنی کیسہ (pocket) کو ترکی لفظ کی حیثیت سے الگ الگ درج کیا ہے ۔ مولف کو بہت دور کی سوجھی ہے ، ورنہ کسی اور لغت نویس کو یہ بات نہیں سوجھی ۔ حقیقت یہ ہے کہ ''جیب'' عربی میں بفتح اول یائے لینہ کے ساتھ گریبان اور کیسہ دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے ، مگر اردو میں یائے مجہول سے اس کا تلفظ jeb کیا جاتا ہے ۔ اس کے اصلی معنی گریبان ہی ہیں ، چونکہ پرانے زمانے میں ، بلکہ اب بھی کہیں کہیں گریبان کے اندر کیسہ یا تھیلی لگانے کا رواج رہا ہے ، اس لیے مجازاً یہ کیسہ بھی جیب ہی کہلایا ۔ بعد میں اس کیسہ کا مقام تبدیل ہوا تو بھی اس کا نام ''جیب'' ہی رہا ۔

پلیٹس نے ''جیب'' (jaib) بالفتح بمعنی گریبان درج کر کے یہ وضاحت کی ہے کہ عرب اکثر قمیص کے سینہ (گریبان) میں چیزیں رکھتے ہیں ، اس لیے اب وہ اس لفظ کا اطلاق کیسہ پر بھی کرتے ہیں ۔ اس معنی میں ترک ، ایرانی اور ہندوستانی اس کا تلفظ jeb (بیائے مجہول) کرتے ہیں ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ پلیٹس کے نزدیک بھی کیسہ کے معنی عربوں ہی کے دیے ہوئے ہیں ۔ پلیٹس کے اس بیان کی تائید و توثیق دوسری کتب لغت سے بھی ہوتی ہے ۔ ''فرہنگ عمید'' میں 'جیب' کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے : ''. . . . (بفتح جیم و سکون یا) گریبان ، یخہ پیراہن ۔ جیوب جمع ۔ و نیز جیب و جیبہ (بفتح جیم) کیسہ ای کہ بلباس میدوزند ۔ جیاب جمع ۔ در فارسی بکسر جیم تلفظ میکنند ۔'' عمید کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'جیب' بمعنی گریبان ،

اور بمعنی کیسہ دونوں معنوں میں عربی لفظ ہے ۔ مگر گریبان کے معنی میں اس کی جمع جیوب آتی ہے اور بمعنی کیسہ "جیب اور جیبہ" مستعمل ہیں جن کی جمع 'جیاب' ہے ۔

" غیاث اللغات " کا اندراج یہ ہے : "جیب ، بالفتح گریبان و پیرہن و سینہ و دل از منتخب و مجازاً بمعنی کیسہ کہ زیر گریبان میدوختند ۔ حالا بر کیسۂ دامن اطلاق کنند و این مجاز در مجاز است ۔"

اب ایک نظر عربی کتب لغت پر بھی ڈال لی جائے تو مناسب ہوگا ۔ عربی کی مشہور لغت " المنجد " کا بیان یہ ہے :

" الجیب ۔ ج جیوب ۔ من القمیص : طوقہ ۔ عندالعامہ : ہو کیس یخاط فی جانب الثوب من الداخل و یجعل فمہ من الخارج ۔ و یقال لہ ، ایضاً ۔ الجیبہ ۔ جیب الارض ۔ مدخلہا ۔"

۲۔ " الجیب ، ج جیوب ۔ القلب و الصدر ۔ ۔ ۔"

"المنجد" کے اس اندراج کا خلاصہ یہ ہے کہ جیب کے معنی گریبان یا گھیرا ہیں ۔ عام لوگوں کے نزدیک یہ وہ کیسہ ہے جو کپڑے کی ایک جانب اندر کی طرف سیتے ہیں اور اس کا منہ باہر کی طرف بناتے ہیں ۔ اس کو "جیبہ" بھی کہتے ہیں ۔ "جیب الارض" سے مراد اس کا مدخل ہے ۔

"جیب" سینہ اور دل کے معنی میں بھی ہے اور اس کی جمع بھی "جیوب" ہے ۔ اس تمام بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ "جیب" گریبان اور کیسہ دونوں معنی میں عربی لفظ ہے ۔ البتہ فارسی اور اردو میں اس کا تلفظ بالکسر کیا جاتا ہے ۔ ایک معنی کو عربی اور دوسرے کو ترکی سے منسوب کرنا غلط ہے ۔ البتہ "بہار عجم" کے اندراج کے مطابق ترکی زبان میں "جیبہ" بمعنی زرہ مستعمل ہے ۔ فارسی میں بھی "جیبہ" بمعنی زرہ اور "جیبہ خالہ" بمعنی زرہ خالہ مستعمل ہے ۔ اول الذکر کی سند میں میلی اور آخرالذکر کی سند میں نورالدین ظہوری کا شعر پیش کیا گیا ہے ۔

(چ)

چا : فارسی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ اس کی زیادہ مشہور صورت "چائے" ہے ۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں زیادہ تر "چای" ہی لکھا اور بولا جاتا ہے مگر مولف نے یہ مشہور صورت قطعاً نظرانداز کر دی ہے ۔

چار آبرو : (char abru) مرقوم ہے اور اس کے معنی وہ درویش جو اپنی بھویں اور مونچھیں مونڈتا ہے ، بتائے ہیں ۔ صحیح ترکیب "چار آبرو" ہے ۔ الف ممدودہ سے "چار آبرو" غلط ہے ۔ "چار ابرو" سے مراد ڈاڑھی ، مونچھ ، بھویں اور سر ہے ۔ اس لیے کنایۃ جس نے ڈاڑھی ، مونچھیں ، بھویں اور سر منڈوا لیا ہو ، اسے بھی کہہ سکتے ہیں ۔ فارسی میں اس لڑکے کو بھی کہتے ہیں جس کے ڈاڑھی اور مونچھیں آ گئے لگی ہوں ۔ "لغات سعیدی" میں اس کے معنی : "نو خط ، جو سبزہ آغاز ہو" اور "بہار عجم" میں "کنایہ از معشوق لو خط" مرقوم ہے اور اس کی سند میں ملا طاہر غنی اور میرزا صائب کے شعر مندرج ہیں ۔ بہرحال ان معنوں صحیح لفظ "چار ابرو" ہے ۔ اس کا دوسرا جز ، "آبرو" غلط ہے ۔ "آبرو" تو عزت کے معنی میں مستعمل ہے ۔

چارہ : فارسی لفظ بمعنی علاج اور "چارہ" ہندی لفظ خوراک جانور مندرج ہے ۔ یہاں یہ فرق ملحوظ رکھنا چاہیئے تھا کہ علاج کے معنی تو فارسی لفظ "چارہ" ہائے مختفی کے ساتھ ہے ، مگر جانوروں کی خوراک کے معنی میں ہندی لفظ "چارا" ہے ، الف کشیدہ کے ساتھ ۔ پلیٹس نے بھی ان معنی میں چارا ہی لکھا ہے ۔

چالیس ، چالیسواں ، چالیسی : سنسکرت الفاظ کے طور پر درج ہیں ۔ بصورت موجودہ یہ سنسکرت نہیں بلکہ ہندی یا اردو الفاظ ہیں ۔ پلیٹس

کی لغت اور "فرہنگ آصفیہ" میں ان کا اندراج ہندی الفاظ کی حیثیت سے ہوا ہے

چھقلش : اس کے معنی صرف ' بھیڑ اور جگہ کی تنگی ' درج کیے ہیں ۔ یہ لفظ ان ہی معنی تک محدود نہیں ہے ۔ اس کے مشہور تر معنی لڑائی جھگڑا ، ٹنٹا ، قضیہ ، ہیں ۔ مگر یہ معنی مولف نے نظر انداز کر دیے ہیں ۔ "فرہنگ آصفیہ" اور پلیٹس کی لغت میں یہ سبھی معنی مذکور ہیں ۔ "غیاث اللغات" اور " لغاتِ سعیدی" میں اس کے معنی تلوار کی لڑائی مندرج ہیں ۔ لیکن مولف نے مشہور معنی کی طرف توجہ ہی نہیں کی ۔

چرکھا : اسے فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے ۔ اگرچہ اس کی اصل فارسی لفظ چرخہ ہے ، مگر "چرکھا " فارسی لفظ نہیں ۔ اردو میں بھی "چرخہ" ہی استعمال ہوتا ہے ۔ "چرکھا" اردو میں جہلا کا تلفظ ہے ، جسے مولف نے فارسی بنا کر پیش کیا ہے ۔

چکرپا : کو فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کر کے "چاکر" سے ماخوذ قرار دیا ہے اور اس کے معنی servitude بتائے ہیں ۔ اول تو یہ بشکل موجودہ فارسی لفظ نہیں ہے ، بلکہ اردو لفظ ہے پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر شامل لغت کیا ہے اور "فرہنگ آصفیہ" میں یہ بطور اردو لفظ مرقوم ہے ۔

پلیٹس نے اسے "چاکری" کا بدل بتایا ہے اور اسم مونث کے طور پر درج کیا ہے اور اس کے معنی

> "Service ; employ ; office ; attendance ; duty ; a grant for personal service in a village ; service land"

مگر مولف نے اسے اسم مذکر بتایا ہے اور معنی servitude یعنی غلامی و مجبوری بیان کیے ہیں ۔ ان معنی کا ثبوت کسی لغت سے نہیں ملا ۔ اگر ان معنی کو درست سمجھا جائے تو بھی یہ "چاکری" کی بقاعدہ اردو تصغیر ہوگی اور اس صورت میں یہ اسم مونث ہونا چاہیئے ۔

"فرہنگ آصفیہ" میں "چکریا" اسم مذکر کے طور پر مندرج ہے ، مگر اس کے معنی لشکری ، نوکری پیشہ ، مذکور ہیں ۔ اس صورت میں یہ صفت ہے ۔ مگر مولف نے ان معنی میں اسے درج ہی نہیں کیا ۔ اس لیے مولف کا اندراج سرتاسر غلط قرار پاتا ہے ۔ حاصل کلام یہ لفظ بشکل موجودہ اردو ہے ۔ اسم مونث کی صورت میں یہ چاکری کی تصغیر ہے اور اس کے معنی خدمت ، ملازمت وغیرہ ہیں اور اسم مذکر کی صورت میں اس کے معنی لشکری اور نوکری پیشہ ہیں ، لیکن بہر صورت یہ اردو لفظ ہے ۔

چلّا ، چلّہ : "چلاّ" کو بالف کشیدہ کو فارسی اور "چلّہ" بائے مختفی کو فارسی ہندی ظاہر کیا ہے ۔ گویا مولف نے الٹی گنگا بہائی ہے ۔ حقیقت اس کے برعکس ہے ۔ یعنی "چِلہ" فارسی لفظ ہے جو "چہلہ" کا مخفف ہے ۔ "چلا" اس کا اردو املا ہے ۔ اگرچہ غلط املا ہے ، کیونکہ اردو میں بھی عموماً "چلہ" ہی لکھا جاتا ہے ۔ تاہم "چلا" کو فارسی ہندی کہا جا سکتا ہے ۔ مگر "چلہ" کو فارسی ، ہندی کہنے کا کوئی جواز نہیں ہے ۔ صحیح صورت یہ ہوتی کہ "چلہ" کو فارسی اور "چلا" کو فارسی ہندی ظاہر کیا جاتا ۔

(ح)

حامی بھرنا : "حامی" کے معنی ہیں حمایت کرنے والا اور مددگار ہیں۔ اس کے تحت "حامی بھرنا" یقین کرنا ، تسلیم کرنا ، اقرار کرنا ، اور رضامندی ظاہر کرنا کے معنی میں درج کیا ہے۔ ان معنی میں صحیح "ہامی بھرنا" ہے۔ "ہامی" "ہانی" کی جدید صورت یا بدل ہے۔ "ہالبی" "ہاں" سے مشتق ہے۔ چنانچہ اس کے لغوی معنی ہاں کرنا ، تائید کرنا ، اقرار کرنا ہیں اور مجازاً ذمہ لیا ، رضامندی ظاہر کرنے کے معنی میں مستعمل ہے۔ اگرچہ "فرہنگ آصفیہ" میں "حامی بھرنا" مندرج ہے ، مگر اس کے ساتھ یہ صراحت بھی موجود ہے کہ : " اس معنی میں یہ لفظ ہالبی بمعنی ہاں سے نکلا ہے"۔ پلیٹس کے ہاں "حامی بھرنا" اور "ہامی بھرنا" دونوں صورتیں مذکور ہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ ان معنی "ہامی بھرنا" صحیح ہے۔ "حامی بھرنا" کسی کاتب کی غلطی ہے جو سوچے سمجھے بغیر اختیار کرلی گئی ہے۔

حباب : بالضم اور بالفتح دونوں طرح درج ہے۔ بلبلے کے معنی میں صحیح بالفتح ہے۔ عمید نے بالفتح لکھا ہے۔ "حباب" بالضم کے معنی محبت اور دوستی ہیں۔ "صراح" کا بیان ہے : "حباب بالضم دوستی و مار و دیو و نام مردے۔ حباب الماء بالفتح عظمہ و غوزۂ آب" یعنی حباب بالضم کے معنی دوستی ، سانپ ، دیو اور ایک شخص کا نام ہیں اور بلبلے کے معنی میں "حباب" بالفتح ہے۔ " المنجد" میں بھی بلبلے کے معنی میں بالفتح اور سانپ اور محبت کے معنی میں بالضم مندرج ہے۔ اردو یا فارسی میں اگر بلبلے کے معنی میں کوئی حباب بالضم بولتا ہے تو وہ غلطی کرتا ہے۔ پلیٹس نے بجا طور پر بالفتح کو معیاری تلفظ اور بالضم کو عامیانہ قرار دیا ہے۔

حرکتی : مداخلت کرنے والے کے معنی میں بطور عربی لفظ درج ہے ۔ ترکیبی لحاظ سے تو اسے عربی لفظ کہا جا سکتا ہے ۔ مگر معنوی اور استعمالی لحاظ سے یہ عربی نہیں ہے ۔ کیونکہ عربی میں استعمال ہی نہیں ہوتا ۔ فارسی کتب لغت میں بھی اس کا سراغ نہیں ملا ۔ پلیٹس نے درج کیا ہے اور اغلب ہے کہ شیکسپئر سے نقل کیا ہو ، تاہم پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ چونکہ عربی اور فارسی میں اس کے استعمال کا ثبوت نہیں ملا ۔ اس لیے لامحالہ طور پر اسے اردو ہی متصور کیا جائے گا ۔

حسان : بالضم (hussan) اور بالفتح (hassan) درج کیا ہے اور اس کے معنی بہت اچھا ، نہایت خوبصورت بتائے ہیں اور ''حسان'' (hussan) کی جمع حسان (hisan) بیان کی ہے ۔ یہاں وضاحت ضروری ہے کہ ''حسان'' (hisan) ''حسان''(hussan) کی جمع نہیں بلکہ حسنا (hasna) کی جمع ہے اور حسن (hasan) کی جمع بھی ہے ۔

حکیمی : طبابت کے معنی میں عربی لفظ کے طور پر مذکور ہے ۔ ان معنی اور اس صورت میں یہ عربی نہیں بلکہ فارسی لفظ ہے ، جو ''حکیم'' پر یائے مصدری بڑھا کر وضع کر لیا گیا ہے ۔ چنانچہ پلوٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے اردو لفظ بتایا گیا ہے ۔ اگرچہ از روئے قاعدہ و ترکیب یہ فارسی لفظ ہے ۔ مگر فارسی میں اس کے استعمال کا ثبوت نہیں ملا ۔ اس لیے اسے اردو بھی کہا جا سکتا ہے اور فارسی بھی ، مگر عربی کی صورت میں بھی نہیں ۔ کیونکہ عربی میں اس کا وجود نہیں ہے اور نہ عربی قواعد صرف کی رو سے ایسا ہو سکتا ہے ۔ ہاں فارسی قاعدے کے مطابق ایسا ہو سکتا ہے اور ہوا ہے ۔

حلف : بفتح اول و سکون دوم و سوم (half) عربی لفظ کے طور پر قسم کے معنی میں مندرج ہے ۔ عربی میں اس لفظ کی بہ اختلاف حرکات تین صورتیں ہیں یعنی حلف (half) اس کے معنی ہیں ۔ قسم کھانا ، قسم ، دوسری صورت ہے : بفتح اول و کسر دوم و سکون سوم (halif) اس کے معنی بھی قسم ہیں ۔ تیسری صورت ہے بکسر اول و سکون

ثانی و ثالث hilf اس کے معنی قسم اور عہد و پیمان ہیں ۔ "احلاف" اسی کی جمع ہے ۔ مگر اردو میں بالفتح ہی مستعمل ہے ۔

حلوائی : عربی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ عربی میں اس کی بجائے 'حلوانی' استعمال ہوتا ہے ، البتہ فارسی میں "حلوائی" مستعمل ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا ۔

پلیٹس نے اسے فارسی ہی ظاہر کیا ہے ۔

حمیل : بطور عربی لفظ شامل ہے اور اس کے معنی قحبہ زادہ، حرام زادہ، ضمانت اور خس و خاشاک جو پانی بہا کر لے جائے ۔ بیان کیے ہیں ۔ "مفتاح اللغات" (عربی ۔ اردو) میں اس کے معنی یوں مذکور ہیں :

"بوجھ جو پیٹ میں ہو ۔ پڑا ہوا بچہ کہ لوگ اسے اٹھا کر پرورش کریں ۔ ضامن ۔ تسمہ جوتی کا"۔

"المنجد" میں "حمیل" تین جگہ مختلف معنی میں درج ہے ۔ ایک جگہ اس کے معنی ہیں ۔ "الولد فی بطن امہ" یعنی وہ بچہ جو اپنی ماں کے پیٹ میں ہو ۔ دوسری جگہ اس کے معنی ہیں ۔ کفیل اور تیسری جگہ اس کے معنی الغریب ، الدعی ۔

ظاہر ہے یہ معنی مؤلف کے درج کردہ معانی سے مختلف ہیں ۔ عربی الفاظ کے ضمن میں "المنجد" کو جو مقام حاصل ہے وہ زیر نظر لغت کو نہیں ہو سکتا ، اس لیے "المنجد" میں مذکور معانی ہی کو مستند سمجھا جا سکتا ہے ۔

حویلی : مکان، گھر ، محل وغیرہ کے معنی میں عربی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ ان معنی اور اس صورت میں یہ عربی لفظ نہیں ہے ۔ عربی میں "حوالی" ہے ۔ جس کے معنی کسی چیز کا گردا گرد ہیں ۔ مؤلف "بہار عجم" نے 'حویلی' کو "حوالی" کا امالہ قرار دیا ہے ۔ "بہار عجم" میں "حوالی" کی سند میں تو متعدد اشعار درج ہیں ۔ مگر "حویلی" کی سند میں ایک بھی نہیں ۔ چنانچہ مؤلف "فرہنگ آصفیہ" کی یہ رائے قرین

قیاس ہے کہ "حویلی" اردو ہے، کیونکہ نہ تو فارسی کے شعراء نے اس کو باندھا اور نہ عربی میں پایا جاتا ہے"۔

پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کرکے اسے "حوالی" کا امالہ بتایا ہے۔ لیکن جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ فارسی میں اس کے استعمال کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔ فارسی کتب لغت بھی اس بارے میں خاموش ہیں۔ بہر صورت "حویلی" عربی میں مستعمل نہیں ہے۔ اس لیے اس کا اندراج عربی لفظ کی حیثیت سے غلط ہے۔

(خ)

خاتون : (khatun) اس لفظ کو ہندی ظاہر کیا ہے ۔ فیلن نے اسے ترکی قرار دیا ہے اور پلاٹس نے اس کا اندراج فارسی اور ترکی لفظ کے طور پر کیا ہے ۔ "لغات سعیدی" میں بھی اس کو ترکی ہی بتایا ہے ۔ "غیاث اللغات" میں اسے ترکی لفظ کے طور پر شامل کرکے یہ صراحت کی گئی ہے کہ فارسیان عربی دان نے تصرف کر کے بقاعدہ عربی اس کی جمع خواتین بنا لی ہے ۔

عمید نے اسے فارسی لفظ کی حیثیت سے شامل لغت کرکے تصریح کی ہے کہ یہ لفظ عربی میں بھی مستعمل ہے اور اس کی جمع خواتین آتی ہے ۔

عمید کے بیان کی تائید "المنجد" کے اندراج سے بھی ہوتی ہے ۔ "المنجد" میں خاتون موجود ہے اور اس کی جمع خواتین مذکور ہے اور اسے "تتریہ" یعنی تاتاری یا ترکی لفظ بتایا ہے ۔

چنانچہ ان شواہد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصلاً یہ ترکی لفظ ہے جو فارسی اور عربی میں دخیل لفظ کے طور پر مستعمل ہے ۔ اسے ہندی لفظ کی حیثیت سے درج کرنا غلط ہی نہیں، مغالطہ انگیز بھی ہے ۔

خاکا : فارسی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ فارسی میں اس کا املا "خاکہ" ہے اور یہی املا اردو میں بھی مروج ہے ۔ اس لیے اسی صورت یا املا میں درج کرنا چاہیئے تھا ۔

خانساماں : اس لفظ کو خان بمعنی سردار اور ساماں سے مرکب قرار دے کر اس کے معنی butler اور house-steward موجودہ ترکیبی صورت میں اس کے معنی ساز و سامان کا نگران اعلی یا منتظم خانہ یا

مودی وغیرہ تو درست ہوں گے ۔ مگر باورچی یا butler کے معنی میں درست نہیں ہوگا ۔ ان معنی میں دراصل یہ ''خوان سامان'' ہے ، چونکہ بولنے میں خوان اور خان کا تلفظ یکساں ہے ، اس لیے خوان سامان کو بھی خان سامان سمجھ لیا گیا ۔

مکمل ترکیب ''داروغہ خوان سامان'' تھی - یعنی کھانے پینے کے سامان کا نگران ۔ کثرت استعمال سے ''داروغہ'' حذف ہوگیا اور خوان سامان رہ گیا ، جو ''خان سامان'' کی صورت میں رواج پا گیا ۔

مؤلف نے خود بھی آگے چل کر ''خوان سامان'' درج کیا ہے اور اس کے معنی house - steward لکھے ہیں ۔

خانم : بفتح نون khanam مرقوم ہے - صحیح بضم نون khanum ہے ۔ ''لغات سعیدی'' اور ''فرہنگ عمید'' میں بھی بضم نون مذکور ہے ۔ یہ ترکی لفظ ہے اور خان کی تانیث ۔ ترکی میں میم تانیث کا ماقبل حرف مضموم ہوتا ہے ۔ اسی طرح بیگ کی تانیث بیگم بھی بضم کاف فارسی درست ہے ۔

خاور : اس لفظ کے معنی مغرب ، سورج اور مشرق بتائے ہیں ۔
اس کے معنی مشرق و مغرب تو درست ہیں - مگر ''سورج'' کے معنی کا ثبوت نہیں ملا ۔

''برہان قاطع'' کے حاشیہ نگار نے لکھا ہے کہ خاور پہلوی لفظ ''خوربران'' یا ''خور وران'' بمعنی مغرب سے ماخوذ ہے اور مشرق کے معنی میں ''خوراسان'' ہے ۔

تاہم جیسا کہ پلیٹس نے لکھا ہے اکثریت خاور کو مشرق کے معنی میں استعمال کرتی ہے ۔ ''فرہنگ عمید'' میں خاور بمعنی مشرق مرقوم ہے، مغرب کا ذکر تک نہیں ۔ البتہ سبھی اہل لغت نے اسے لغت الاضداد قرار دے کر اس کے بمعنی مشرق اور مغرب دونوں درج کیے ہیں ۔

خنک ، خنکا : ان الفاظ کو فارسی الفاظ کے طور پر درج کرکے ''کنک'' کا بگاڑ قرار دیا ہے ۔ ظاہر ہے کہ بگڑی ہوئی صورت میں یہ فارسی تو

نہیں ہو سکتے ۔ فارسی میں ان معنی میں کتک اور کتکہ مستعمل ہیں ۔ ختک اور ختکا ان کی مورد صورتیں ہیں ۔ اس لیے ان کا اندراج اردو الفاظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔

پلیٹس نے ان کو ہندی الفاظ کے طور پر درج کیا اور ''فرہنگ آصفیہ'' میں ان کو اردو الفاظ ظاہر کیا گیا ہے ، جو درست ہے ۔

خرابات : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔

بصورت موجودہ یہ عربی نہیں بلکہ فارسی لفظ ہے ۔

جن لوگوں نے اسے عربی لفظ قیاس کیا ہے ، ان کے نزدیک ، یہ خرابہ'' کی جمع ہے ۔ فیلن اور پلیٹس کا یہی خیال ہے ۔ مگر حقیقت اس کے خلاف ہے ۔ عربی میں ''خربات'' (kharibat) ہے ، جو جمع ہے ''خربہ'' (khariba) بمعنی ویرانہ کی ۔ ''خرابات'' اسی ''خربات'' کی مفرس صورت ہے ، اس لیے اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہوگا ۔ عمید نے اسے فارسی لغت کے طور پر درج کرکے یہ وضاحت کر دی ہے کہ اس کی اصل عربی ''خربات'' ہے ۔ اس طرح لفظ ''خرابہ'' جس کی جمع ''خرابات'' کو سمجھا جاتا ہے ، عربی میں موجود نہیں ہے ۔ عربی میں ''خرابہ'' بضم اول ہے بمعنی سوراخ ۔ فارسی میں البتہ ''خرابہ'' بالفتح بمعنی ویرانہ عربی ''خربہ'' کی مفرس صورت ہے ۔

''برہان قاطع'' کے حاشیہ نگار ملک الشعراء بہار کی کتاب ''سبک شناسی'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ لفظ قدیم تصانیف میں نہیں آیا ۔ پہلی بار سنائی اور دوسرے عرفا کے کلام میں دیکھا گیا ۔ اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ لفظ اصلاً فارسی نہیں بلکہ عربی سے ماخوذ ہے ۔ اس لیے قدیم تصانیف میں استعمال نہیں ہوا ۔ بہرحال بصورت موجودہ اسے فارسی لفظ متصور کیا جائے گا اور اسی حیثیت سے اس کا اندراج ہوگا ۔ معنوی لحاظ سے بھی اسے فارسی کہنا مناسب ہوگا ، کیونکہ فارسی میں یہ فسق و فجور کے مقام مثلاً میخانہ اور قمار خانہ وغیرہ کے معنوں میں مستعمل ہے ۔ گویا فارسی والوں نے اس میں

لفظی ہی نہیں بلکہ معنوی تصرف بھی کیا ہے اور اس طرح یہ فارسی لفظ بن گیا۔

خرابت ، خرابہ : کو کھنڈر وغیرہ کے معنی عربی بتایا ہے۔ جیسا کہ "خرابات" پر بحث کرتے ہوئے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے کہ لفظ عربی "خربہ" بمعنی ویرانہ کی مفرس شکل ہے۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے۔ عربی میں ان ہی میں خرابت یا خرابہ کا وجود نہیں ہے۔

خراد ، خرادنا : ان کو عربی الفاظ کے طور پر درج کر کے خراط سے ماخوذ قرار دیا ہے۔ یہ اگرچہ عربی "خراط" سے ماخوذ ہے ، مگر اس صورت میں عربی نہیں بلکہ اردو ہے۔ فارسی شعراء نے ایسے الفاظ کو جن میں طائے حطی حرف روی ہو ایسے الفاظ کا ہم قافیہ بنایا ہے جن کا حرف روی دال مہملہ ہے۔ بالفاظ دیگر طائے حطی کو دال بے نقطہ سے تبدیل کیا ہے۔ گویا "خراد" فارسی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ اس لیے اسے فارسی بھی کہہ سکتے ہیں۔ مگر "خرادنا" تو مرکیف اردو ہے۔ اسے "عربی" قرار دینے کا کیا جواز ہے۔ مولف نے خرادی کو بھی عربی لکھا ہے ، حالانکہ یہ اپنی موجودہ ترکیبی ساخت کے لحاظ سے اردو لفظ قرار پائے گا۔

خرج ، خرچ : یہ دونوں لفظ عربی الفاظ کی حیثیت سے اکٹھے درج کیے ہیں۔ مولف نے یہ بھی نہیں سوچا کہ عربی میں جیم فارسی (چ) کا وجود نہیں ہے۔ "خرج" (kharj) تو واقعی عربی ہے ، مگر "خرچ" (kharch) عربی نہیں ہو سکتا۔ پلیٹس نے "خرچ" کو فارسی لفظ قرار دیا ہے۔ یہ قرین قیاس تو ہے کہ فارسی میں عربی کا جیم بدل کر جیم عجمی ہوگیا ہو۔ مگر فارسی میں عموماً "خرج" (kharj) بجیم تازی ہی مستعمل ہے ، البتہ "خرچ" بجیم فارسی اردو میں استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے "خرچ" کا اندراج الگ اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا۔ بہار عجم میں خرچ بجیم فارسی کو غلط العوام قرار دیا گیا ہے۔

خرجی : اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کر کے "خرجین یا خورجین" کا بدل بتایا ہے۔ یہ "خرجین" کا بدل تو ہے ، مگر اردو بدل ہے ،

فارسی بدل نہیں ۔ فارسی میں ''خرجین'' استعمال ہوتا ہے ، جس کی مورد صورت ''خرجی'' ہے ۔ خود ''خرجین'' عربی لفظ ''خرج'' بضم اول پر ''ین'' کے اضافہ سے بنا ہے ۔ گویا اصل ''خرج'' بالضم ہے ۔ جس کا مفرس ''خرجیں'' اور مورد ''خرجی'' ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج اردو لفظ کے طور پر ہونا چاہیئے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے فارسی ظاہر کیا گیا ہے ، جو درست نہیں ، البتہ پلیٹس نے اسے بجا طور پر ہندی لفظ کے طور پر درج کرکے عربی ''خرج'' سے ماخوذ قرار دیا ہے۔

خرچو ، خرچہ ، خرچی : ان کو بھی عربی الفاظ کی حیثیت سے درج کیا ہے ۔ جیساکہ ''خرج'' کے ضمن میں بالتفصیل لکھا جا چکا ہے یہ الفاظ بھی اردو ہیں ۔ ان کا اندراج اسی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔ عربی میں جیم فارسی کا کیا جواز ہے ۔

پلیٹس نے خرچو کو ہندی اور خرچہ اور خرچی کو فارسی الفاظ کے طور پر درج کیا ہے ۔''فرہنگ آصفیہ'' میں ''خرچو'' تو موجود نہیں البتہ خرچہ اور خرچی کا اندراج اردو الفاظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ لیکن عربی الفاظ کی حیثیت سے ان کا اندراج کسی نے نہیں کیا ۔ یہ مولف کی انفرادیت بلکہ بدعت ہے ۔

خرخرا : خراٹے لینا کے معنی میں عربی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ پلیٹس نے اس کا عربی ماخذ ''خرخرات'' اور فارسی ماخذ ''خرخر'' بتایا ہے ۔ فارسی میں واقعی ''خرخر'' خراٹے کے معنی میں مستعمل ہے ۔ عمید نے اس کی چند اور متبادل صورتیں خراک ، خراخر ، خرہ ، خراش بتائی ہیں ۔ عربی میں ان معنی میں ''صراح'' میں ''خرخرہ'' کا سراغ ملتا ہے ۔ اگر اس کو عربی لفظ کے طور پر اندراج کیا گیا ہے تو اسے ''خرخرہ'' لکھنا چاہیئے ۔ موجودہ املا کو اردو کا تصرف قرار دیا جائے تو پھر اسے اردو لفظ کی حیثیت سے درج کرنا چاہیئے ۔

خرگوش : (khargosh) اسے خر (گدھا) اور گوش (کان) کا مرکب قرار دیا ہے ۔

فارسی میں اگرچہ خر گدھے کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ مگر یہ سابقہ اسم مکبر بھی ہے بمعنی بڑا ، بزرگ ، درشت ۔

چنانچہ "فرہنگ عمید" میں ہے : "... نیز ہر چیز بزرگ و درشت و ناہموار از مثل خر پشتہ ، خر سنگ ، خرموش ، خر مہرہ ، خرچنگ" غیاث نے بھی اس کے ایک معنی بزرگ و کلاں بتائے ہیں ۔

خر کے یہ معنی محقق ہونے کے بعد یہ بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ خرگوش میں خر بمعنی کلاں ہے ۔ یعنی بڑے کانوں والا ۔ چونکہ اس کے کان بڑے ہوتے ہیں ، اس لیے اسے خرگوش کہا جاتا ہے ۔

خلاب : (khilab) بکسر اول مندرج ہے ۔ تمام اہل لغت نے بالفتح لکھا ہے پلیٹس نے تو یہ صراحت بھی کر دی ہے کہ بکسر اول عامیانہ ہے ۔ عمید نے " بفتح خا " اور "برہان قاطع" میں بروزن سراب لکھا ہے ۔

خلعت : بالکسر اور بالفتح دونوں طرح لکھا ہے ۔ مگر صحیح بالکسر ہے ۔ سبھی کتب لغت میں بکسر اول مرقوم ہے ۔ پلیٹس نے بالفتح کو عامیانہ قرار دیا ہے ۔

خلق : اس کی جمع "خلائق" بتائی ہے ۔ یہ درست نہیں ہے ۔ "خلائق" جمع ہے "خلیقہ" کی ۔ دیکھیے "المنجد" اور "فرہنگ عمید" ۔ اردو کی اکثر کتب لغت میں "خلق" کی جمع "خلائق" ہی بتائی گئی ہے ۔ یہ محض اس وجہ سے ہے کہ مولفین نے سہل انگاری سے کام لیا ۔ کسی پہلے لغت نگار نے جو غلطی سے لکھ دیا ، بعد میں آنے والے آنکھیں بند کر کے اسے نقل کرتے رہے ۔ اگر خود تحقیق سے کام لیتے تو ان اغلاط کا اعادہ نہ ہوتا ۔

خلیطہ : اس لفظ کو عربی کی حیثیت سے درج کر کے "خریطہ" کا بگاڑ بتایا ہے ۔ اگر یہ بگاڑ ہے تو پھر یہ عربی لفظ کیسے رہا ۔ موجودہ صورت میں یہ عربی نہیں بلکہ اردو لفظ ہے ۔ چنانچہ "فرہنگ آصفیہ"

اسے اردو ظاہر کیا گیا ہے اور پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اردو میں "خلیطہ" لکھنا محض تکلف ہے۔ جن لوگوں نے "خریطہ" کا حلیہ بگاڑا ہے وہ کب اس کا تلفظ طاے حطی سے کرتے ہیں۔ اس بگڑی ہوئی یا مورد صورت کو تالے قرشت سے خلیتا لکھنا چاہیئے۔ اردو میں خلیتا اور اس کی تصغیر خلیتی بھی رائج ہے۔ یا تو اس کی اصلی اور صحیح صورت "خریطہ" اختیار کی جائے، ورنہ مخرب صورت میں "خلیتا" لکھنا ہی مناسب ہوگا۔ عربی اور فارسی کے جو الفاظ اپنی اصلی صورت میں اردو میں رائج ہیں، ان کا املا تو ان کی اصلی زبان کے مطابق ہونا چاہیئے، لیکن جو الفاظ بگڑی ہوئی صورت میں مستعمل ہیں، ان کے املا میں عربی اور فارسی کے مخصوص حروف کا استعمال تکلف بارد ہے۔

خنگا: فارسی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی atheletic اور clown able-bodied مرقوم ہیں۔ بالکل یہی اندراج پلیٹس نے نقل کر دیا ہے۔ لیکن فیلن نے اسے ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو اور عورتوں کی زبان بتایا گیا ہے۔ فارسی میں ان معنی میں "خنگا" کا سراغ نہیں ملا۔ سب سے پہلے فارسی "خنگ" کی طرف خیال جاتا ہے کہ یہ اس سے ماخوذ نہ ہو۔ مگر "خنگ" سفید یا اسپ سفید کے معنی میں مستعمل ہے۔ اردو میں یہ جن معنوں میں استعمال ہوتا ہے، ان کا فارسی خنگ کے معنی سے کوئی تعلق محسوس نہیں ہوتا۔ اس لیے اسے "خنگ" سے ماخوذ قرار دینا درست نہیں ہے۔ اسے اردو لفظ سمجھنا چاہیئے۔ اس کے ماخذ کے متعلق یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

خواجی: ہاتھی پر بادشاہ کے پیچھے بیٹھنے کی جگہ کے معنی میں عربی لفظ کے طور پر درج ہے۔ عربی میں اس کا ثبوت نہیں ملا۔

پلیٹس نے اسے فارسی قرار دیا ہے۔ مگر فارسی کتب لغت میں بھی اس کا سراغ نہیں ملا۔ البتہ "بہار عجم" میں خواص بمعنی خدمت‌گار کو فارسی ہند قرار دیا ہے۔ اسی طرح "خواصی" بھی ہندوستان میں

وضع ہوا ہے ۔ اس لیے اسے اردو یا پھر ہندوستانی فارسی کہا جا سکتا ہے ۔ عربی میں خواصی استعمال نہیں ہوتا ۔

خوب کلاں : اس لفظ کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ ترکیبی لحاظ سے تو یہ فارسی ہی ہے ، کیونکہ اس کے دونوں حصے یعنی خوب اور کلاں فارسی ہیں ۔ مگر معنوی لحاظ سے اس کا فارسی میں سراغ نہیں ملتا ۔ فارسی میں ان معنی میں خاکشری ، خاکشو ، خاکشی اور خاکشیز مستعمل ہیں ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے اردو لفظ کی حیثیت سے شامل کیا گیا ہے ۔ یہی قرین قیاس ہے ۔ یہ اہل اردو کا وضع کردہ لفظ معلوم ہوتا ہے ۔

خورد : اس کے معنی چھوٹا مرقوم ہیں ۔ اردو میں لوگ عموماً خورد اور ''خرد'' کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے ، جس کی وجہ سے بسا اوقات الجھن پیدا ہو جاتی ہے ۔ چھوٹا کے معنی میں صحیح املا ''خرد'' بلا واو ہے اور ''خورد'' کے معنی ہیں خوراک غذا ، طعام ، جو ''خوردن'' سے مشتق ہے ۔ چنانچہ اس کی ذیلی تراکیب ''خورد سال ، خورد سالی ، خورد محل'' کا صحیح املا بھی : 'خرد سال ، خرد سالی اور خرد محل' ہے ۔

خوردہ : اس لفظ کو ''خوردن'' سے مشتق قرار دینے کے بعد اس کے تحت : ''خوردہ بین ، خوردہ پکڑنا ، خوردہ فروش ، خوردہ فروشی کرنا، خوردہ کرنا ، خوردہ گیر'' مذکور ہیں ۔ ان سب تراکیب میں صحیح لفظ ''خردہ'' ہے ۔ عمید نے ''خردہ'' کے معنی : ''خرد ، ریزہ ، کوچک ، شرارۂ آتش ، لکتہ ، عیب ، خطا'' بتا کر اس کے تحت : ''خرد بین ، خردہ گیر ، خردہ گیری ، خردہ فروش'' کا اندراج کیا ہے ۔ اسی طرح چھوٹا پن کے معنی میں صحیح ''خردی'' ہے ، مگر مولف نے ''خوردی'' لکھا ہے ۔

خوردیا : money changer کے معنی میں فارسی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ اول تو فارسی میں ''خردیا'' استعمال ہی نہیں ہوتا ۔ اس کی بناوٹ ہی اس کے اردو ہونے کی غماز ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔ دوسرے اس کا صحیح املا بھی ''خردیا'' ہے۔

کھیلا : یہ لفظ دو جگہ الگ الگ ماخذ کے ساتھ درج ہے - پہلے "کھیلا" عربی لفظ کے طور پر مندرج ہے اور اس کے معنی خال دار عورت اور پھر "کھیلا" سنسکرت لفظ کی حیثیت سے کھلنڈرا اور بیوقوف کے معنی میں مرقوم ہے اور اس کا ماخذ "کھیلنا" قرار دیا ہے -

"فرہنگ آصفیہ" میں اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے - مؤلف "فرہنگ آصفیہ" کے خیال میں یہ لفظ خیالہ ، ماخوذ از خیال سے مشتق ہو سکتا ہے ، یعنی وہ عورت جو وہم و خیال میں مبتلا ہو کر بیخود ہو گئی ہو - مؤلف "فرہنگ آصفیہ" نے دور کی کوڑی لانے کی کوشش کی ہے اگر اسے "کھیلنا" سے مشتق سمجھا جائے تو اس کی صحیح صورت "کھیلا" ہونی چاہیے - لیکن "کھیلا" تو "کھیلنا" کا ماضی ہے - اس صورت میں اس کے معنی played ہوں گے - اردو میں playful کے معنی میں "کھلنڈرا" موجود ہے ، جو قاعدے کے مطابق بھی ہے - ایسی صورت میں اس کے لیے "کھیلا" بنانے کی کوئی تک نہ تھی - اس کے دوسرے معنی "بیوقوف" بتائے ہیں ، جو اس اشتقاق کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے - اس کے معنی تجربہ کار ، ماہر وغیرہ ہو سکتے ہیں - یعنی جس نے سب کھیل کھیل لیے ہوں - عربی میں "خیلا" متکبر کے معنی میں مستعمل ہے - "صراح" میں اس کے معنی ذو کبر یعنی متکبر مذکور ہیں - "المنجد" میں "الخیلاء ، الخیلاء ، الخیلہ" کے معنی عجب و کبر مذکور ہیں - "لغات سعیدی" میں "خیلا" کے معنی بیوقوف اور احمق بھی ہیں - اس سے یہی قیاس ہوتا ہے کہ ان معنی میں یہ عربی الاصل ہے - چونکہ اردو میں یہ کسی قدر تصرف کے ساتھ مستعمل ہے ، اس لیے اس کا اندراج اردو لفظ کے طور پر کرنا چاہیے -

اسی کے تحت "کھیلا پاپنچا" مندرج ہے - اس کے معنی یوں مذکور ہیں - "unsteady, foolish, in consistent, unchaste (woman)"

"فرہنگ آصفیہ" میں اس کے معنی ہیں لغو اور بیہودہ عورت ، وہ عورت جسے اپنی سدھ نہ ہو"

میرا قیاس ہے کہ ان معنی میں یہ اصلاً "کھلا پائنچا" ہے ۔ "کھلا پائنچا" مین بیہودگی ، بیخودی اور بیوقوفی کا شائبہ موجود ہے ۔

(د)

داب : یہ عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور "دأب" سے ماخوذ بتایا ہے، جس کے معنی کوشش کرنا ، محنت کرنا ، تکلیف ، رنج اور پشیمانی اٹھانا ۔ بیان کیے ہیں ۔ "داب" کے معنی عادت ، رواج ، طور طریقہ ، چلن ، حالت ، کیفیت ، شدید یا زور دار تحریک بتا کر اس کے تحت "داب صحبت" درج کرکے اس کے معنی اچھے اطوار اور شایستگی ظاہر کیے ہیں ۔

"فرہنگ آصفیہ" میں اس کے معنی "طور ، طریق ، ڈھنگ ، خو ، خصلت ، عادت ، کروفر ، رعب ، دبدبہ" مذکور ہیں ۔

عمید نے اس کے معنی عادت ، خو ، شان بتائے ہیں ۔

یہاں عربی "دأب" اور فارسی "داب" کو گڈمڈ کر دیا ہے ۔ عربی میں "دأب" کے معنی میں محنت و مشقت کا عنصر شامل ہے "المنجد" میں "دأب" کے معنی "جد و تعب" یعنی کوشش اور محنت اور "فی العمل : استمر علیه ، یعنی عمل میں استمرار یا ہمیشگی" "صراح" میں اس کے معنی "رنج دیدن در کار" یعنی کام میں تکلیف اٹھانا مذکور ہیں ۔ اب ان معنی کا مقابلہ اردو میں بلکہ مؤلف کی لغت میں مندرج معانی سے کیجیے تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ ان معنی کا تعلق عربی "دأب" سے نہیں ہے ۔ فارسی میں "داب" شان و شوکت اور رعب و دبدبہ ہیں ۔ طور طریق ، طرز وغیرہ کا معنی میں یہ "آداب" کا مخفف معلوم ہوتا ہے ۔ چنانچہ "داب صحبت" جیسی تراکیب میں "داب" "آداب" کا مخفف ہے ۔ گویا اصل ترکیب "آداب صحبت" ہے جو "داب صحبت" رہ گئی ۔ کیونکہ فارسی اور اردو میں "آداب" اطوار و عادات کے معنی میں مستعمل ہے ۔ اس کے معنی کو خواہ مخواہ

"داب" کے معنی سے منسلک کرنا قیاس مع الفارق ہے ۔ اس سے الجھن پیدا ہوتی ہے ۔

دادرا: اس کے معنی A kind of song یعنی گیت کی ایک قسم بتائے ہیں ۔ یہ معنی ایک حد تک درست ہیں ۔ مگر "دادرا" طبلے کی ایک مشہور تال کا نام بھی ہے ۔ اسی تال میں گایا جانے والا ایک خاص قسم کا گیت بھی دادرا کہلاتا ہے ۔ دادرا ایک نیم کلاسیکی صنف موسیقی ہے ۔

دادنی : فارسی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی "Advances" یعنی پیشگی رقوم یا قرض بتائے ہیں ۔ اس کے لغوی معنی دینے کے قابل ہیں ۔ قرض اور پیشگی کے معنی میں کسی مستند فارسی لغت سے اس کا ثبوت نہیں ملا ۔ ممکن ہے یہ معنی اردو کا تصرف ہو ۔ اس صورت میں اسے اردو لفظ کے طور پر درج کرنا چاہیے ۔

دایا : دائی کے شوہر یا مذکر کے معنی میں فارسی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ فارسی میں یہ لفظ ان معنی میں نہیں ملتا ۔ فارسی میں دایہ ہے ، جو دوسروں کے بچوں کو اپنا دودھ پلاتی ہے ، بچوں کی پرورش کرتی ہے ۔ عربی میں قابلہ یعنی جنائی کے معنی میں مستعمل ہے ۔ اردو میں دایہ سے دائی بنا لیا گیا "دائی" کا مذکر "دایا" وضع کر لیا گیا ۔ چنانچہ یہ لفظ اردو ہے اور اسی حیثیت سے اس کا اندراج ہونا چاہیے ۔ پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔

دبز : اس کو فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور اس کے معنی Thick بتائے ہیں ۔ ان معنی میں فارسی کتب لغت میں اس کا سراغ نہیں ملا ۔ البتہ فارسی میں ان معنی میں "گبز" ملتا ہے ۔ اغلب ہے کہ "دبز" کی اصل گبز ہی ہے اور اسی کا یہ بدل یا بگاڑ ہے ۔

دراج : بالفتح عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی "A hedge-hog" یعنی خار دار چوہا یا چھپا سرقوم ہیں ۔ ان معنی میں عربی میں اس لفظ کا سراغ نہیں ملا ۔ "المنجد" میں "دراج" دو جگہ درج ہے ۔ ایک جگہ اس کے معنی نمام (چغل خور) اور دوسری جگہ اس کے معنی کثیرالطواف (بہت چکر لگانے والا) اور ارض (زمین) مذکور

ہیں۔ "صراح" اس ضمن میں خاموش ہے۔ فارسی کتب لغت میں بھی اس کا سراغ نہیں ملا۔ پلیٹس نے اس کے اصلی معنی یعنی چغل خور، بدنام کنندہ وغیرہ لکھنے کے بعد آخر میں a hedge - hog یعنی چھپا بھی درج کیے ہیں۔ لیکن قیاس ہے کہ یہ معنی شیکسپیئر کی تقلید میں لکھے گئے ہیں۔ مگر مؤلف نے اس کے اصلی اور لغوی معنی سے اعتنا ہی نہیں کیا۔

درستگی: 'درستی' کے بدل کے طور پر درج ہے۔ اگرچہ بعض ناواقف لوگ "درستگی" بھی استعمال کرتے ہیں۔ مگر قاعدے کے لحاظ سے یہ غلط ہے۔ ان معنی میں صحیح لفظ "درستی" ہے۔

دغا: دھوکا، فریب کے معنی میں بطور فارسی لفظ درج ہے۔ فارسی کتب لغت میں اس کی تشریح میں جو اختلاف پایا جاتا ہے، اس نے اس کے صحیح معنی کے تعین میں الجھن پیدا کر دی ہے۔ مثلاً "فرہنگ عمید" میں اس کے معنی بطور صفت "ناراست، دغل، نادرست۔ دغا باز ہم گفتہ شدہ و نیز بمعنی سیم و زر قلب و ناسرہ" یعنی یہ صفت ہے اور اس کے معنی غیر صحیح، جھوٹا، فریبی اور کھوٹا یا جعلی سونا اور چاندی ہیں۔

"برہان قاطع" میں اس کے معنی ناراست، دغل، عیب دار، حرام زادہ، سیم ناسرہ، زر قلب، مصری و دردی، خس و خاشاک بتائے ہیں۔ یعنی مذکورہ معنی میں حرام زادہ، تلچھٹ اور گھاس پھوس کا اضافہ کیا ہے۔

"برہان قاطع" کے حاشیہ نگار نے اس کا اسم کیفیت "دغائی" حاشیہ میں درج کیا ہے اور اس کی سند میں منوچہری دغائی کا شعر پیش کیا ہے۔ اس سے اس کا صفت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

یہ تمام معانی اردو میں مروجہ معانی سے مختلف ہیں۔ اس لیے الجھن پیدا ہوتی ہے کہ اردو میں اس کے معنی دھوکا فریب کہاں سے آئے۔

"بہار عجم" کے اندراج سے اس کی عقدہ کشائی ہوتی ہے۔ "بہار عجم" میں مرقوم ہے۔ دغا: بالفتح مکرو فریب و بالفظ

کردن و خوردن مستعمل و بمعنی فریبندہ مجاز است ۔

یعنی اصل میں یہ مکر و فریب کے معنی میں اسم کیفیت ہے ۔ فریبی کے معنی میں مجازی طور پر مستعمل ہے ۔ ''بہار عجم'' میں ''دغا'' کے ان معنی کی سند میں ظہوری ، امیر خسرو اور ملا طغرا کے اشعار درج ہیں ۔ ان اسناد سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ فارسی میں یہ لفظ مکر و فریب کے معنی میں بھی مستعمل رہا ہے ۔ اس کے دوسرے معانی فارسی میں تو مروج ہوئے مگر اردو میں ان کا رواج نہ ہو سکا اور نہ اردو میں یہ بطور صفت متداول ہو سکا ۔ صفت کے لیے اردو میں دغاباز استعمال کرتے ہیں ، جو فارسی میں بھی مستعمل ہے ۔

دفر قلیا : بدمزہ شوربا یا قلیہ کے معنی میں عربی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ عربی میں اس صورت میں یہ ترکیب نہیں ملتی ۔ البتہ اس کے دونوں اجزاء 'دفر اور قلیہ' عربی میں موجود ہیں ۔ ''دفر'' کے معنی عربی میں گوشت میں کیڑے پڑنا اور کسی چیز کا بدبو دار اور خراب ہونا ہیں ۔ عربی میں ''قلیہ'' (qaliyya) کے معنی گوشت کا ٹکڑا یا گوشت کا بھنا ہوا ٹکڑا ہیں ۔ فارسی میں یہ لفظ بسکون لام ''قلیہ'' (qalya) کی صورت میں مستعمل ہے ۔ اس لحاظ سے اس مرکب کے معنی ''خراب گوشت'' ہوتے ہیں ۔ چنانچہ اردو میں یہ ترکیب بدمزہ کھانا کے معنی میں مستعمل ہے ۔ البتہ اپنی موجودہ صورت میں یہ ترکیب عربی میں مستعمل نہیں ہے ۔ اس لیے ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے اردو ظاہر کیا گیا ہے اور پلیٹس نے اسے ہندی فارسی کے مرکب کے طور پر درج کیا ہے ۔ ان تصرفات کے ساتھ اس کا اندراج اردو ترکیب کی حیثیت ہی سے مناسب معلوم ہوتا ہے ۔

دفلہ : چھوٹی دف کے معنی میں بطور عربی لفظ درج ہے ۔ فارسی میں ''دفلہ'' کا ثبوت نہیں ملتا ۔ بظاہر یہ اردو لفظ ہے جو ''دف'' سے بنا لیا گیا ہے ۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے ہندی ظاہر کیا ہے ۔ ایران کی لغت اور ''فرہنگ آصفیہ'' میں یہ موجود ہی نہیں ۔ جس طرح اردو میں ''دف'' سے دفلی یا ڈفلی وضع ہوا ہے ، اسی طرح ''دفلہ'' بھی بنا لیا گیا ہے ۔ مگر دوسری کتب لغت میں اس کا اندراج یہ ظاہر کرتا ہے

کہ اردو میں اس کا استعمال اگر مفقود نہیں تو متروک یا شاذ ہے ۔

دقاق : اس کے ایک معنی ذہین بھی بتائے ہیں ۔ ان معنی کا ثبوت کہیں سے نہیں ملا ۔ دقاق بمعنی دقیق ہے ، جس کے معنی باریک ہیں ۔

"لغات سعیدی" میں اس کے جدید معنی مقوف بتائے گئے ہیں ۔ مگر ان کا بھی ذہن سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔

دلائل : اسے "دلیل" کی جمع بتایا ہے ۔ یہ دلیل کی نہیں بلکہ دلالہ یا دلالت کی جمع ہے ۔ حوالے کے لیے دیکھیے "ارہنگ عمید" اور 'المنجد' یہ نقل در نقل کا نتیجہ ہے کہ اکثر کتب لغت میں دلائل کو دلیل کی جمع بتایا گیا ہے ۔ کسی پہلے لغت نگار نے یہ غلطی کی ہوگی ۔ بعد والوں نے بلا تحقیق اس غلط الدراج کو نقل کرنے پر اکتفا کر لیا ۔ اگر خود بھی تحقیق و تنقیح کرتے تو حقیقت واضح ہو جاتی ۔ اب اہل لغت کی اس متواتر غلطی کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ عام لوگ بھی دلیل کی جمع دلائل سمجھتے ہیں ۔

دمدمہ : اس کا اندراج عربی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے اور اس کے معنی یوں مرقوم ہیں :

"A cavalier, a mound, a raised battery"

عربی میں اس کے معنی "المنجد" کے مطابق ہلاک کرنا ، تباہ کرنا، غصے میں بات کرنا ہے ۔"صراح" میں اس کے معنی "برزمیں چفسانیدن چیزی را ، و اندوگیں و ہلاک کردن" مذکور ہیں ۔ یعنی زمین پر کوئی چیز جمانا یا لگانا ۔ "صراح" ہی میں "دمدمہ" سے پہلے "دمادم" مذکور ہے اور اس کے معنی "پشتہ ہای نرم خاکیں" یعنی مٹی کے نرم پشتے مندرج ہیں ۔ اگر "دمادم" جمع ہے "دمدمہ" کی تو اس کے معنی "پشتہ" ثابت ہو جاتے ہیں - دوسرے معنی کو فارسی کا تصرف سمجھنا چاہیئے ۔ مگر عجیب بات ہے کہ فارسی کی اکثر کتب لغت میں یہ معنی موجود نہیں ہے ۔ بیش تر کتب لغت میں کم و بیش ان ہی معانی کا اندراج ہے جن کا ذکر "المنجد" کے حوالے سے ہو چکا ہے ۔ حتیٰ کہ "بہار عجم" میں بھی اس کے معنی "ہلاک کردن و برزمین چسپاندن

و در فارسی بمعنی مکر و فریب و بالفظ افگندن مستعمل'' یعنی مار ڈالنا۔اور پیوند خاک کرنا اور فارسی میں مکر و فریب کے معنی میں لفظ افگندن کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ ''برہان قاطع'' میں البتہ ان معنی کا ذکر بھی ہے ، جن معنی میں یہ لفظ اردو میں مستعمل ہے۔ ''برہان قاطع'' کا اندراج حسب ذیل ہے :

''دمدمہ : بفتح اول بروزن زمزمہ ، بمعنی مکر و فریب و افسون باشد ۔ ودہل و نقارہ و امثال آن را نیز گویند ۔ و بمعنی شہرت و آواز ہم ہست ۔ و سرکوب قلعہ را نیز گفتہ اندواں برج مانندی گاہ باشد کہ از چوب و سنگ و گل سازند و ازآں جا توپ و تفنگ بقلعہ اندازند''
اس اندراج میں شامل آخری معنی اردو میں رائج ہیں ۔

''فرہنگ آصفیہ'' میں ''دمدمہ'' کے معنی : ''مصنوعی قلعہ ، مورچہ ، مور چال ، دھس ، وہ قلعہ جو لڑائی کے وقت تھیلوں میں خاک بھر کر بنا لیتے ہیں'' ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں صحیح معنی کا استقصا کیا گیا ہے ۔

مؤلف نے اس کے ایک معنی cavalier یعنی فوجی رسالے کا رکن یا سوار بھی بتائے ہیں ۔ ان معنی کا نہ کسی لغت میں ذکر ہے اور نہ اردو ، فارسی یا عربی میں ان معنی میں یہ استعمال ہوتا ہے ۔

اس تمام بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ''دمدمہ'' عربی اور فارسی میں استعمال ہوتا ہے ۔ عربی میں اس کے معنی ہلاک کرنا ، غصے میں بات کرنا ، رنج دینا اور خاک میں ملانا ہیں ۔ اگر ''دمادم'' کو اس کی جمع سمجھا جائے تو بطور اسم اس کے معنی مٹی کا نرم پشتہ بھی ہیں ۔ اس سے مؤلف کے بیان کردہ معنی mound کا کسی حد تک اثبات ہوتا ہے ۔ فارسی میں دوسرے معنی وہ برج بھی ہے ۔ جس سے توپ اور بندوق قلعہ پر چلاتے ہیں raised battery دھس کے معنی میں یہ اردو لفظ ہے یا پھر ان معنی کو مجاز کہا جا سکتا ہے ۔ لیکن ان معنی میں اس کا استعمال صرف اردو میں ہوتا ہے ۔ رسالے کے سوار کے معنی میں یہ غلط ہے ۔ اصلاً یہ عربی ہوتے ہوئے بھی معناً یہ اردو اور فارسی لفظ قرار پائے گا ۔

دمن : بکسر اول و سکون دوم و سوم dimn بطور عربی لفظ گوبر کے معنی میں مرقوم ہے ۔ اس کے معنی گلی سڑی چیز اور راکھ بھی ہیں ۔

دوال : دیوار کے معنی میں اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کرکے اسے "دکھنی" بتایا ہے ۔ اگر یہ دکھنی ہے تو پھر فارسی کیونکر ہوا ۔ مولف نے اس کا حل پیش نہیں کیا ۔ حقیقت یہ ہے کہ "دوال" دیوار کا بگاڑ ہے اور جہلا کی زبان ہے ۔ اس میں دکھنی کی کوئی تخصیص نہیں ہے ۔ میں نے اپنے گھروں میں ان پڑھ لوگوں کو دوال بولتے سنا ہے ۔ پڑھے لکھے لوگ "دیوار" ہی بولتے ہیں ۔ چنانچہ دوال کا اندراج عامیانہ اردو لفظ کے طور پر ہونا چاہیے تھا ۔

دویم : بفتح سوم (doyam) مندرج ہے ۔ صحیح لفظ دوم (dovum) ہے ۔ پلیٹس نے بھی اسی طرح درج کیا ہے ۔

دہا : یعنی عشرہ فارسی لفظ کی حیثیت سے مرقوم ہے ۔ فارسی میں اس کا املا "دہہ" ہے اور یہی صحیح املا ہے ۔ اگر ہائے مختفی کی جگہ الف کشیدہ کو اردو تصرف قرار دیا جائے تو پھر اس لفظ کا اندراج اردو لفظ کے طور پر ہونا چاہیے ۔ چنانچہ "فرہنگ آصفیہ" میں یہ اردو لفظ کی حیثیت سے شامل لغت ہے ۔ مناسب یہی ہے کہ اسے اس کی اصل کے مطابق "دہہ" لکھا جائے ، تاکہ اس کی اصلی صورت برقرار رہے ۔

دہائی : یعنی دس کے درجہ کو فارسی ظاہر کیا ہے ۔ بصورت موجودہ یہ اردو لفظ ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" یہ ہندی لفظ کے طور پر مذکور ہے ۔

پلیٹس نے بھی اسے ہندی ظاہر کیا ہے ۔ بہرحال یہ اپنی موجودہ شکل میں فارسی لفظ نہیں ہے ۔

دہلا : تاش یا گنجفہ کا وہ پتا جس پر دس نشان ہوں ، فارسی لفظ کے طور پر مندرج ہے ۔ یہ بھی بصورت موجودہ اردو لفظ ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" کے علاوہ فیلن اور پلیٹس کی لغات میں بھی اس کا اندراج ہندی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ "دہ" پر "لا" کے اضافے سے اردو والوں کا وضع کردہ ہے ۔ فارسی میں یہ استعمال نہیں ہوتا ۔ فارسی میں "دہلہ" پل

اور ایک قسم کی خار دار گھاس کے معنی میں مستعمل ہے ۔ ظاہر ہے ، اس کا اس "دہلا" سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔

دھوترا : (dahotra) دسواں حصے کے معنی میں بطور فارسی لفظ مرقوم ہے ۔ اس کا فارسی سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ یہ ہندی لفظ ہے ۔ چنانچہ فیلن اور پلیٹس نے اس کا اندراج ہندی لفظ کے طور پر کیا ہے ۔ اس کو خواہ مخواہ فارسی کے سر منڈھنے کی کیا تک ہے ۔

دہیز : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کرکے "جہاز" کا بگاڑ بتایا ہے ۔ یہاں پھر وہی سوال پیدا ہوا ہے کہ اگر یہ بگاڑ ہے تو پھر عربی کیسے ہوا ۔ یہ دراصل "جہیز" کا عامیانہ لہجہ ہے ۔ یا یوں کہہ لیجیے کہ جہیز کا بگاڑ ہے ۔ اردو میں "جہیز" استعمال ہوتا ہے ۔ جو بعض لوگوں کے نزدیک "جہاز" کا امالہ ہے ۔ اگر اس نظریے کو تسلیم نہ کیا جائے تو اسے "جہاز" سے ماخوذ اردو لفظ سمجھا جائے گا ۔ اپنے مخصوص معنی میں عربی میں نہ جہیز مستعمل ہے اور نہ دہیز ۔

"دہیز" کو اردو لفظ ہی سمجھنا چاہیے اور اسی حیثیت سے اس کا اندراج ہونا چاہیے ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو کے عامیانہ لفظ کے طور پر شامل کیا گیا ہے ۔ پلیٹس نے اس کا اندراج ہندی لفظ کی حیثیت سے کیا ہے اور "جہیز" کو فارسی لفظ قرار دیا ہے ۔ اگرچہ فارسی میں "جہیز" کا ثبوت ملتا ہے ، مگر فارسی میں اس کے معنی زر قمار یعنی جوئے کی رقم ہیں ۔ "بہار عجم" میں قوسی کے حوالے سے جہیز کے معنی "زر قمار" مذکور ہیں اور سند میں نور الدین ظہوری کا یہ شعر پیش ہے :

عقل را مایۂ جہیز کجاست
خوالدہ نفس مقامرت بقمار

البتہ گھر کے سامان اور عروس کے سامان ضروری کے معنی میں عربی اور فارسی میں جہاز استعمال ہوتا ہے ۔ فارسی اور عربی کی کتب لغت سے یہی ثابت ہے ۔ "جہیز" اور "دہیز" دونوں dowry کے معنی میں اردو الفاظ ہیں ۔ دہیز کے اردو یا ہندی ہونے میں تو کوئی کلام

ہی نہیں ۔ اسی صورت میں ''دہیز'' کو عربی کہنا نہ صرف غلط ہے ، بلکہ مغالطہ انگیز بھی ہے ۔

دیری : اسے فارسی لفظ ظاہر کیا ہے ۔ قدیم اردو میں فارسی ''دیر'' پر یائے مصدری کا اضافہ کرکے ''دیری'' بنایا گیا تھا ، جو اب متروک ہے اور غلط بھی ۔ اگر اردو کی اس قدیم صورت کا محفوظ کرنا مقصود تھا تو بھی اس کا اندراج اردو لفظ کے طور پر ہونا چاہیے تھا ۔ کیونکہ فارسی میں دیری استعمال نہیں ہوتا ۔

دیمک : اسے بھی فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ فارسی میں ان معنی میں ''دیوک'' (divak) ہے ۔ ''دیمک'' کو اس کا مورد کہہ سکتے ہیں ۔ اس صورت میں بھی اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہوگا ۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر شامل کیا ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں البتہ اسے فارسی ظاہر کیا گیا ہے ، جو غلط ہے ۔

دیوال : یہ فارسی لفظ کی حیثیت سے مرقوم ہے ۔ بصورت موجودہ یہ فارسی نہیں بلکہ اردو لفظ ہے ۔ یہ اردو میں بھی عامیانہ لفظ ہے ، ورنہ خواندہ لوگ 'دیوار' ہی استعمال کرتے ہیں ۔ اسے ''دیوار'' کا بگاڑ مانتے ہوئے اردو لفظ کے طور پر درج کرنا چاہیے ۔

(ڈ)

ڈول : اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کرکے "دول" کو اس کا فارسی بدل ظاہر کیا ہے ۔ ہر شخص کو معلوم ہے کہ فارسی میں دال ثقیلہ کا وجود نہیں ہے ۔ ایسی صورت میں "ڈول" کو فارسی ظاہر کرنا غلط ہی نہیں مضحکہ خیز بھی ہے ۔ یہ درست ہے کہ یہ فارسی "دولہ" سے ماخوذ ہے ۔ مگر موجودہ صورت میں یہ مورد ہے اور اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہوگا ۔ "فرہنگ آصفیہ" اور پلیٹس کی لغت میں اسے ہندی ظاہر کیا گیا ہے ۔

اسی طرح "ڈولچی" بھی اردو ہے ، جسے مؤلف نے فارسی لفظ کے طور پر شامل لغت کیا ہے ۔ اگر اندراج سے پہلے کچھ غور کر لیا جاتا تو یہ صورت پیش نہ آتی ۔

ڈپھ : حیرت ہے کہ اسے بھی فارسی ظاہر کیا ہے ، جس کا کوئی حرف بھی فارسی میں مشترک نہیں ہے ۔ اگرچہ اس کی اصل "دف" جو فارسی اور عربی میں مستعمل ہے ۔ مگر موجودہ صورت میں یہ خالص اردو لفظ ہے اور وہ بھی عامیانہ ۔ لہذا اس کا اندراج بھی اردو لفظ ہی کی حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا ۔

(ذ)

ذلام : عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی colick مذکور ہیں ۔ عربی میں اس لفظ کا کوئی سراغ نہیں ۔ بلکہ ان معنی 'زلام' بھی نہیں ملا ۔

پلیٹس نے اسے فارسی قرار دیا ہے ، مگر فارسی میں بھی اس کا وجود نہیں ہے ۔ معلوم نہیں مولف کا ماخذ کیا ہے ۔

(ر)

رام کیلی : (ramkeli) ایک راگنی کے نام کے طور پر درج ہے۔ ممکن ہے قدیم میں "رام کیلی" بولتے ہوں، مگر اس کا مشہور اور متداول نام "رام کلی" ہے۔ اسی سے ملتی جلتی دوسری راگنی کا نام "گن کلی" ہے۔ یہ صبح کی راگنیاں ہیں۔

ربع مسکون : یہ عربی ترکیب کی حیثیت سے درج ہے اور اس کے معنی : یعنی زمین کے آباد حصے، "The inhabited parts of the earth" مرقوم ہیں۔ یہ معنی ایک حد تک درست ہیں، مگر تشریح نامکمل ہے۔ اس ترکیب کے لغوی معنی ہیں چوتھا حصہ جس پر سکونت ہے۔ چونکہ زمین کے متعلق یہ خیال ہے کہ اس کے تین چوتھائی حصے پر سمندر ہے اور ایک چوتھائی خشک ہے، جس پر سکونت ہے، اس لیے زمین کے خشک حصہ کو "ربع مسکون" کہتے ہیں۔ پلیٹس کی تشریح بہتر ہے۔ پلیٹس نے اپنی تشریح میں زمین کا آباد چوتھا حصہ بتانے کے علاوہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ باقی تین چوتھائی زیر آب ہے۔

اگرچہ اس ترکیب کے دونوں حصے یعنی 'ربع' اور "مسکون" عربی الفاظ ہیں، مگر اس کو فارسی سے مخصوص کسرِ اضافت سے فارسی قاعدے کے مطابق مربوط کیا گیا ہے، اس لیے بحیثیت مجموعی یہ ترکیب فارسی سمجھی جائے گی اور اسی حیثیت سے اس کا اندراج ہوگا۔ ایسے بصورت موجودہ عربی سمجھنا درست نہیں ہے، جیسا کہ بعض اہل لغت نے سمجھا ہے۔

ردی : (raddi) عربی لفظ کے طور پر درج ہے۔ یہ اس کا اردو تلفظ ہے۔ عربی میں یہ بہ تخفیف دال مہملہ و یا بہائے ہوز ہے۔ اس لیے

پہلے اس کا اصلی تلفظ درج کرنے کے بعد یہ وضاحت درج ہونی چاہیئے تھی کہ اردو میں یہ دال مشدد سے ہے۔ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور اس کا مادہ "رد" قرار دیا ہے۔ غالباً اسی سے غلط فہمی ہوئی ہے، کیونکہ "رد" دال مشدد سے ہے۔ حالانکہ "المنجد" میں اسے ردؤ اور رداً کے مادہ سے مشتق قرار دیا ہے اور معنی 'خراب' بتائے ہیں۔ فارسی میں بھی یہ بہ تخفیف دال ہی مستعمل ہے۔ "غیاث اللغات" میں تو یہ صراحت بھی موجود ہے کہ "... بتشدید دال مکسور خطا است"۔

"فرہنگ عمید" میں مذکور ہے: "ردی: (بفتح را و کسر دال) بد و تباہ و فاسد" اور اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے۔

"لغات سعیدی" میں بھی عربی لفظ کے طور پر درج کر کے اس کے معنی: "ناقص، خراب، بگڑا ہوا" بیان کیے گئے ہیں۔

"فرہنگ آصفیہ" میں عربی لفظ کی حیثیت سے بہ تخفیف دال درج ہے۔ البتہ یہ وضاحت موجود ہے کہ اردو میں بتشدید دال مہملہ بولتے ہیں اور اسم مونث کی حیثیت سے اس کے معنی خراب شدہ کاغذ، نکما کاغذ اور صفت کی حیثیت سے اس کے معنی: "خراب، ناکارہ، نکما، استعمال شدہ، ڈامچ، ناقص، بگڑا ہوا، پھینک دینے کے قابل" مرقوم ہیں۔

مولف نے اس لفظ کو "رد" سے مشتق سمجھا ہے۔ کیونکہ مولف نے اس کے معنی بطور صفت rejected اور بطور اسم مذکر rejected things لکھے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ نہ یہ اشتقاق درست ہے اور نہ یہ معنی صحیح ہیں۔ جیسا کہ "المنجد" کے حوالے سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، اس کا مادہ ردؤ یا رداً ہے اور اس کے معنی ناقص اور خراب کے ہیں اور ان ہی معنی میں یہ اردو میں متداول ہے، جیسا کہ "فرہنگ آصفیہ" کے اندراج سے اس کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ یہ لفظ فارسی نہیں جیسا کہ پلیٹس نے ظاہر کیا ہے، بلکہ عربی لفظ ہے، جو فارسی

میں بھی اپنی اصلی صورت اور معنی میں مستعمل ہے ۔ اردو میں یہ اسم مذکر نہیں بلکہ اسم مونث کے طور پر مستعمل ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' اور پلیٹس کی لغت میں اسے اسم مونث ہی ظاہر کیا گیا ہے ۔ مگر مولف نے اسے اسم مذکر لکھا ہے ۔

رز : یہ فارسی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی تاک اور انگور کے علاوہ جنگ اور مدینہ کا ایک قلعہ بھی بتائے ہیں ۔ ''جنگ اور قلعہ'' کے معنی کا ثبوت کسی اور مستند لغت سے نہیں ملا ۔ اگرچہ پلیٹس نے بھی یہی معنی درج کیے ہیں ، لیکن گمان غالب یہی ہے کہ اس نے شیکسپئر کا اندراج نقل کر دیا ہے ۔ جنگ کے معنی میں پلیٹس نے ''رز'' کو ''رزم'' سے ماخوذ بتایا ہے ۔ ہو سکتا ہے مولف کے ذہن میں بھی یہی بات ہو مگر ''رزم'' کے معنی میں ''رز'' کا استعمال کسی مستند فارسی لغت سے ثابت نہیں ہوا ۔ ''برہان قاطع'' میں ''رز'' کے متعدد معنی مذکور ہیں مگر جنگ اور مدینہ کے قلعہ کا ذکر نہیں ہے ۔ یہی حال دوسری فارسی کتب لغت کا ہے ۔

رُسولی : کو بطور عربی لفظ درج کر کے اس کے معنی mission (رسالت) بتاتے ہیں ۔ ان معنی میں یہ فارسی لفظ ہے ، جو عربی ''رسول'' پر یائے مصدری کا اضافہ کر کے بنا لیا گیا ہے ۔ چونکہ اسے فارسی قاعدے کے مطابق وضع کیا گیا ہے ، اس لیے اس کا اندراج بھی فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔ قاعدے کے لحاظ سے یہ لفظ درست ہے ، مگر فارسی اور اردو میں اس کا استعمال شاذ ہے ۔

رسومات : اسے ''رسوم'' کی جمع بتایا ہے ، جو صحیح ہے ، مگر اس سے یہ نتیجہ بھی نکالا جا سکتا ہے کہ رسوم واحد ہے ۔ حالانکہ رسوم جمع ہے رسم کی ۔ اس لیے یہ وضاحت کرنی چاہیئے تھی کہ یہ ''رسم'' کی جمع الجمع ہے ۔

رضائی : اس کو سنسکرت لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور رجائی کا بگاڑ بتایا ہے ، جو سنسکرت ''رلجک'' (کپڑا) سے ماخوذ ہے ۔

پلیٹس نے اس کا ماخذ ''رجک'' قرار دیا ہے ، جو سنسکرت لفظ ''رج'' (کپڑا) سے منسوب ہے ۔ پلیٹس نے اس کا دوسرا ماخذ فارسی مصدر ''رزیدن'' (رلگنا) بتایا ہے ۔

اگر ''رضائی'' کا ماخذ سنسکرت رج ، رجک ، رنجک یا فارسی رزیدن ہے تو یہ ''رضائی'' کیسے بن گیا ۔ ''رجائی'' ان معنی میں کون استعمال کرتا ہے ۔ البتہ جہلا جو رضائی کا تلفظ ادا نہیں کر سکتے ، رجائی بولتے ہیں ۔ مگر پڑھے لکھے لوگ علی‌التواتر ''رضائی'' لکھتے آئے ہیں ۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ ''رضائی'' ہی ہے ۔ اب رہی یہ بات کہ ''رضا یا رضائی'' سے اس کا معنوی تعلق کیا ہے ، تو یہ مسئلہ ''بہار عجم'' نے حل کر دیا ہے ۔ ''بہار عجم'' کا اندراج یہ ہے :

''رضائی : پوشتے معروف در ہند کہ در ایام زمستان برسر گیرند . ظاہرا از مخترعات رضا نام شخصے ست کہ یای نسبت بدان ملحق کردہ چنیں خواندہ اند ۔ پس لفظ ہندی باشد و ہندی نبودن مادۂ ایں لفظ منافی مقصود نیست ۔ از ینجاست کہ در اشعار زبان دانان ولایت دیدہ نہ شدہ ۔ میرزا بیدل :

ز تشریف حکمت نگردیم عریاں
چو بیدل بود پوشتے ما رضائی''

یعنی رضائی مشہور لباس ہے جو ہندوستان میں سردی کے دنوں میں سر پر اوڑھتے ہیں ۔ ظاہراً یہ رضا نامی شخص کی ایجاد ہے ۔ اس پر یائے نسبت لگا کر اس طرح بولا جاتا ہے ۔ اس لیے یہ ہندی لفظ ہے ۔ اس لفظ کے مادے کا ہندی نہ ہونا خلاف مقصود نہیں ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ولایت کے زبان دانوں کے اشعار میں نظر نہیں آیا ۔ میرزا بیدل نے استعمال کیا ہے ۔ شعر پہلے لکھا جا چکا ہے ۔ اردو اور فارسی میں اور بھی متعدد الفاظ ہیں جو اپنے موجد کے نام سے منسوب ہیں ۔ مثلاً ایک خاص قسم کے کلچے کو باقرخانی کہتے ہیں ۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اپنے موجد باقر خان سے منسوب ہے ۔ فارسی میں آش بغرا اور بغرا سویوں کے لیے استعمال ہوتا ہے ۔ جو اپنے موجد بغرا خان کے نام سے

مشہور ہے۔ "بہار عجم" کے اندراج سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ہندوستان میں رائج ہے، کیونکہ یہ لباس بھی "رضا" نامی شخص نے ہندوستان میں اختراع کیا تھا، اس لیے اس سے منسوب ہوکر "رضائی" بھی ہندوستان ہی میں متداول ہوا۔ چنانچہ اس کا ماخذ سنسکرت اور فارسی میں تلاش کرنا تکلف کے سوا کچھ نہیں ہے۔

رعنائی: بمعنی خوبصورتی و زیبائی کو عربی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے۔ بصورت موجودہ اور بمعنی مروجہ یہ عربی نہیں بلکہ فارسی ہے۔ عربی میں اس کا مادہ "رعن" ہے۔ رعن بفتحتین کے معنی سستی ہیں اور "رعن" بسکون عین کے معنی بینی کوہ ہیں۔ اس سے صفت "ارعن" ہے۔ جس کے معنی لکیلا پہاڑ اور لمبی ناک والا ہیں۔ 'ارعن' کی تانیث "رعنا" ہے، جو فارسی میں مطلق صفت کے طور پر خوش قامت اور خوب صورت کے معنی میں مستعمل ہے۔ گویا خوب صورت کے معنی میں "رعنا" عربی نہیں بلکہ فارسی لفظ ہے۔ اسی "رعنا" پر فارسی قاعدے کے مطابق یائے مصدری بڑھاکر 'رعنائی' بمعنی خوبصورتی و زیبائی بنا لیا گیا ہے۔ اس لیے یہ عربی کیسے ہو سکتا ہے۔ بصورت موجودہ یہ فارسی لفظ ہے اور اسی حیثیت سے اس کا اندراج ہونا چاہیئے۔ چنانچہ پلیٹس نے بجا طور پر اسے فارسی لفظ کی حیثیت سے شامل لغت کیا ہے۔ اس صورت میں اس کے بطور عربی اندراج کا کوئی جواز نہیں ہے۔

رفعت: بفتح اول (raf-at) مرقوم ہے۔ اس کا صحیح تلفظ بکسر اول (rif-at) ہے۔ اردو میں بھی بالکسر ہی متداول ہے۔

رمنہ: فارسی لفظ کی حیثیت سے درج ہے۔ بمعنی مرغزار و شکارگاہ۔ فارسی میں اس کا ثبوت نہیں ملا۔ فیلن اور پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں تو یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ جن لوگوں نے اسے فارسی قرار دیا، غلطی کی۔ اگر یہ ہندی لفظ ہے تو اس کا صحیح املا الف کشیدہ سے "رمنا" ہوگا۔ "فرہنگ آصفیہ" میں "رمنا" ہی مرقوم ہے۔ پلیٹس اور فیلن نے بھی یہی املا اختیار کیا ہے۔

ولگت : اسے فارسی بتایا ہے ۔ فارسی میں "رنگ" ہے ، رلگت نہیں ۔ اس پر اردو والوں نے تائے مصدری کا اضافہ عربی طرز پر کر لیا ہے ۔ اس تصرف کے بعد یہ لفظ فارسی نہیں رہا - بلکہ اردو ان گیا ۔ چنانچہ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کا الدراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ پلیٹس نے اسے ہندی ظاہر کیا ہے ۔

روکش : اس کے معنی: "Being externally one thing and internally an other" -

مگر اس کے صرف یہی معنی نہیں ہیں ۔ حمید نے اس کے معنی کپڑا یا کوئی دوسری چیز جو کسی چیز پر ڈال دیتے ہیں ، بتائے ہیں ۔ "لغات سعیدی" میں اس کے معنی 'شرمندہ کرنے والا' حریف اور مقابل بیان کیے گئے ہیں - یہی معنی "غیاث اللغات" میں مذکور ہیں ۔ "بہار عجم" میں بھی اس کے معنی "کنایہ از حریف و مقابل" مرقوم ہیں ۔ اردو میں یہ لفظ حریف و مقابل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ، جس کی تائید "فرہنگ آصفیہ" سے بھی ہوتی ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کے معنی :

(۱) شرمندہ کرنے والا ۔

(۲) مقابل ، سنمکھ ۔

(۳) لظیر ، ہم سر ، مانند ، مشابہ ، مثل ، مندرج ہیں ۔

مگر مؤلف نے ان ہی معنی کو درخور اعتنا نہیں سمجھا اور وہ معنی درج کیے جن میں اس کا استعمال کم از کم اردو میں اگر مفقود نہیں تو شاذ ضرور ہے ۔ ان معنی کے الدراج پر اعتراض نہ ہوتا ، اگر یہ معنی بھی لکھ دیے جاتے ، جن کا ذکر "فرہنگ آصفیہ" کے حوالے سے ہوا ہے ۔

روافض : (rawafiz) اسے "رافض" کی جمع بتایا ہے - یہ "رافض" کی جمع نہیں ہے - رافض کی جمع رافضون ، رافضہ اور رفاض آتی ہے ۔

روافض جمع ہے ''رافضہ'' کی یہ ایک فرقے (شیعہ) کا نام ہے ۔ اس فرقے سے تعلق رکھنے والے کو ''رافضی'' کہتے ہیں ۔

روبکار : اس کے معنی "Face to business, ready for business, intenton, on foot, transacting" لکھے گئے ہیں ۔

یہ معنی کسی حد تک درست ہیں ۔ مگر اس کے مشہور تر اصطلاحی معنی نظر انداز ہو گئے ہیں ۔ عدالتی اصطلاح میں اس کے معنی عدالت کا حکم نامہ یا پروانہ ہیں ۔ فیلن اور پلیٹس نے ان معنی کا ذکر کیا ہے ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کے معنی یوں تحریر ہیں :

''سامنا ، پیشی ، وہ فیصلہ جو کسی حاکم کی پیشی میں یا اس کے روبرو لکھا جائے ۔ وہ حکم جو عدالت کی جانب سے لکھا جائے''۔

اردو کی لغت میں ان معنی سے چشم پوشی جن معنی میں کوئی لفظ اردو میں بکثرت استعمال ہوتا ہو ، خلاف قاعدہ ہے ۔

روس : (raus) کو فارسی کے طور پر درج کرکے ''روش'' کا بگاڑ قرار دیا ہے ۔ ظاہر ہے کہ اس بگڑی ہوئی صورت میں یہ فارسی لفظ تو نہ رہا ۔ اردو میں بھی عموماً ''روش'' ہی مستعمل ہے ۔ البتہ جہلا 'روس' بولتے ہیں ۔ اگر اس کا اندراج ضروری سمجھا گیا تو اسے اردو لفظ کی حیثیت سے درج کرنا چاہیے تھا کہ یہی مناسب تھا ۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کی حیثیت سے شامل لغت کیا ہے ۔

روشنی ، روشنائی : بواو مجہول (roshni, roshnai) مندرج ہے ۔ بواو مجہول اس کا قدیم تلفظ ، جدید اور مشہور تلفظ بفتح را بہ واو بفتحہ (raushani اور raushanai) ہے ۔ عمید نے ان دونوں کا تلفظ بفتح را و شین بتایا ہے ۔

اردو میں بھی یہی تلفظ مروج ہے ۔ چنانچہ ''فرہنگ آصفیہ'' میں بھی یہی تلفظ درج ہے ۔ اگر بواو مجہول کو قدیم تلفظ کی حیثیت سے

جائز سمجھا جائے تو بھی سکون شین کا کوئی جواز پیدا نہیں ہوتا ، کیونکہ قدیم تلفظ بھی شین مفتوح کے ساتھ ہے، مگر مؤلف نے بسکون شین منقوط لکھا ہے اس لیے قدیم صورت میں بھی صحیح بفتح شین roshani اور roshanai ہونا چاہیے۔

(ز)

زائچہ : اسے عربی ظاہر کیا ہے اور "زیج" سے ماخوذ بتایا ہے ۔
"زائچہ" نہ تو عربی ہے اور نہ "زیج" سے ماخوذ ہے ۔

"زائچہ" جیسا کہ اس کی ساخت ہی ظاہر کرتی ہے ، فارسی لفظ ہے ۔

عربی میں جیم عجمی (چ) کا وجود ہی نہیں تو یہ عربی لفظ کیسے ہو سکتا ہے ۔ یہ زائیدن (جننا) سے مشتق ہے ۔ یعنی پیدائش سے متعلق ہندی میں اسے جنم پتری کہتے ہیں ۔ یعنی وہ کاغذ جس پر بچے کی پیدائش کے وقت نجومی علم تنجیم کی رو سے بچے کی قسمت یا اس کے آئندہ حالات کی تفصیل لکھتا ہے ۔ اگر "زائچہ" بچے کی پیدائش کے وقت نہ بنایا جائے بلکہ بعد میں بنایا جائے تو بھی بچے کی پیدائش کے صحیح وقت کو ملحوظ رکھ کر ستاروں کا حساب لگا کر زائچہ تیار کیا جاتا ہے ۔ گویا بہر صورت اس کا تعلق بچے کی پیدائش سے قائم رہتا ہے ۔ پلیٹس نے بھی اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور فارسی مصدر "زادن" (جننا) سے مشتق قرار دیا ہے ۔ جہاں تک "زیج" کا تعلق ہے تو "زیج" جنم پتری کو نہیں بلکہ تقویم یا جنتری کو کہتے ہیں ۔ جس میں کواکب کی گردش اور رفتار کا حساب کرکے ان کے اثرات کی تفصیل بیان کی جاتی ہے ۔ "زیج" فارسی زیک یا زیگ کا معرب ہے ۔ پہلوی میں یہ زیک ہے بمعنی تقویم ۔ "زیج" کے معنی تقویم کے علاوہ عمارت کا نقشہ وغیرہ بھی ہیں ۔

حاصل کلام یہ کہ "زائچہ" خالص فارسی لفظ ہے ۔ اس کا عربی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ "زیج" سے ماخوذ نہیں بلکہ "زائیدن" سے مشتق ہے ۔ سبھی اہل لغت نے بالاتفاق اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ اسی حیثیت سے یہاں بھی اس کا اندراج ہونا چاہیے ۔

زجر : روک ٹوک اور ڈانٹ ڈپٹ کے معنی میں بالکسر (zijr) لکھا ہے ۔ ان معنی میں صحیح بالفتح (zajr) ہے ۔ اس تلفظ پر سب اہل لغت کا اتفاق ہے ۔ پلیٹس نے بالکسر کو عامیانہ قرار دیا ہے ۔

زریح : مقبرے کے کٹہرے یا جالی کے معنی میں درج کیا ہے ۔ ان معنی میں صحیح لفظ ضاد معجمہ سے "ضریح" ہے ۔ زائے منقوطہ سے غلط ہے ۔

'زعاف : اس کے معنی sudden death (اچانک موت) بتائے ہیں ۔ یہی معنی پلیٹس نے بھی نقل کر دیے ہیں ۔ مگر صحیح معنی مہلک یا مارنے والا ہیں ۔ عمید نے اس کے معنی کشندہ ، ہلاک کنندہ اور غیاث نے 'قاتل و کشندہ' بیان کیے ہیں ۔

"المنجد" میں "سم زعاف" مندرج ہے اور اس کے معنی "یقتل سریعاً" یعنی جلد مارنے والا ، مذکور ہیں ۔

مفتاح اللغات (عربی ۔ اردو) میں اس کے معنی جلد قتل کر دینے والا (زہر یا موت) مرقوم ہیں ۔ ان تمام شواہد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ "زعاف" کے معنی اچانک موت نہیں بلکہ مارنے والا ، قتل کرنے والا یا مہلک ہیں ۔

(ژ)

ژندہ : بالکسر(zhinda)مندرج ہے اور اس کے معنی A patched garment یعنی پیوند لگا لباس بیان کیے گئے ہیں۔

اس کا صحیح تلفظ بالفتح ہے اور اس کے معنی پرانا ، فرسودہ اور پارہ ہیں۔ حمید نے بفتح اول و سوم لکھا ہے۔ "برہان قاطع" میں بروزن خندہ مرقوم ہے اور معنی :

"خرقہ و پارہ و کہنہ باشد و ہر چیزی بزرگ و عظیم و مہیب را گویند" مذکور ہیں۔ بہرحال اس کا متفق علیہ تلفظ بالفتح ہے۔

(س)

سابوت : اسے عربی لفظ کی حیثیت سے درج کرنے کے بعد ''ثبوت'' کا بگاڑ قرار دیا ہے اور اس کے معنی whole, entire (کل ، تمام) بتائے ہیں ۔ اس بگڑی ہوئی صورت میں اس کا عربی لفظ کے طور پر اندراج کسی طرح بھی درست نہیں ہے ۔ چونکہ اس کا استعمال صرف اردو تک اور وہ بھی جہلا تک محدود ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے اردو ظاہر کیا گیا ہے اور پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر شامل کیا ہے ۔ اگرچہ پلیٹس کی لغت اور ''فرہنگ آصفیہ'' میں بھی اسے ''ثبوت'' کا بگاڑ بتایا گیا ہے ، مگر یہ درست معلوم نہیں ہوتا - اگر اس کے معنی پر غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ ''ثبوت'' کا نہیں بلکہ ''ثابت'' کا بگاڑ ہے ۔ اردو میں ''ثابت'' پورا ، تمام ، سارا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور جہلا ''ثابت'' کا تلفظ بضم سوم کرتے ہیں ۔ اسی ''ثابت'' کا اشباع ''سابوت'' ہے یہ تو ظاہر ہی ہے کہ عام لوگ ثائے مثلثہ کا تلفظ سین مہملہ سے کرتے ہیں ۔

ساتواں : اسے سنسکرت بتایا ہے ۔ یہ اردو لفظ ہے ۔ خود مولف نے دیوناگری حروف میں اسے سپتم (saptam) لکھا ہے :

پلیٹس نے اس کا سنسکرت مترادف دیوناگری رسم الخط میں سپتمک (saptamak) درج کیا ہے اور ''ساتواں'' کو ہندی ظاہر کیا ہے ۔

سار : سنسکرت لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی گاؤخانہ (A cow-house) بیان کیے ہیں ۔ اس کا ماخذ دیوناگری رسم الخط میں ''شالا'' تحریر کیا ہے ۔ پلیٹس نے بھی اسے ''شالا'' سے ماخوذ قرار دیا ہے اور اسے ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ پلیٹس کا اندراج صحیح ہے ۔ یہ بصورت موجودہ سنسکرت نہیں ۔ بلکہ ہندی ہے ۔ اس لیے اس کا

اندراج اسی حیثیت سے ہونا چاہیے ۔ اگر "شالا" درج ہوتا تو اسے سنسکرت ظاہر کیا جا سکتا تھا ۔

سازندہ : اس کے معنی 1. a maker, 2. musical performer بتائے گئے ہیں ۔ پہلے معنی تو درست ہیں ۔ مگر دوسرے معنی ناقص ہیں ۔ musical performer تو گویا بھی ہو سکتا ہے ، مگر "سازندہ" گوئیے کو نہیں ، بلکہ گوئیے کی سنگت میں ساز بجانے والے کو کہتے ہیں ۔ چنانچہ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کے معنی یوں مذکور ہیں :

"ساز نواز ، سارنگیا ، طبلچی ، وغیرہ . . . ."

پلیٹس نے اس کے معنی یوں بیان کیے ہیں :

"player on musical instruments" ۔ اس کے معنی موافق و مساعد بھی ہیں ۔

سُبُد : ٹوکری کے معنی میں بضم بائے موحدہ مرقوم ہے ۔ حالانکہ بضم دوم (sabud) کا ثبوت ان معنی میں کسی لغت میں نہیں ملا ۔ سبھی اہل لغت نے بفتحتین sabad درج کیا ہے ۔ معلوم نہیں مولف کا ماخذ کیا ہے ۔ بہرحال صحیح بفتح اول و دوم ہے ۔

سِپَہر : بفتح دوم (sipahr) بمعنی آسمان مرقوم ہے ۔ ان معنی میں بالاتفاق بکسرتیں sipihr ہے ۔ "فرہنگ عمید" اور "برہان قاطع" میں بھی بکسر اول و دوم ہے ۔ پلیٹس نے بھی ان معنی sipihr بکسر اول و ثانی لکھا ہے اور بفتح دوم sipahr کو عامیانہ قرار دیا ہے ۔ دراصل بکسرتین sipihr اور بکسر اول و فتح دوم sipahr دو الگ الگ لفظ ہیں ۔ اول الذکر sipihr کے معنی آسمان ہیں اور آخرالذکر sipahr کے معنی تیسرا پہر یعنی دوپہر اور شام کے درمیان کا وقت ہیں ۔ مولف نے دونوں الفاظ کو ایک سمجھ کر گڈمڈ کر دیا ہے ۔ پلیٹس نے ان دونوں الفاظ کو الگ الگ ان کے صحیح معنی کے ساتھ درج کیا ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں ان کا الگ الگ اندراج ہے اور صحیح تلفظ و معنی کے ساتھ ۔

سرخی : اس کے معانی میں سے ایک مشہور معنی چھوٹ گئے ہیں ۔ اردو میں "سرخی" عنوان یا سرمہ کو بھی کہتے ہیں ۔ اس کی وجہ تسمیہ غالباً یہ ہے کہ پہلے عنوان عموماً سرخ روشنائی سے لکھا جاتا تھا ۔ بعد میں سرخ روشنائی کا التزام تو باقی نہ رہا ، لیکن لفظ "سرخی" ان معنی میں رواج پا گیا ۔ "سرخی" عنوان کے معنی میں روزانہ استعمال ہوتا ہے ، مگر حیرت ہے کہ پلیٹس کی لغت اور "فرہنگ آصفیہ" میں بھی ان معنی کا اندراج نہیں ہے ۔ یہ نتیجہ ہے نقل در نقل پر انحصار کا ۔ ورنہ ایسا مشہور لفظ نظر انداز نہیں ہو سکتا تھا ۔

سردھا : عقیدہ اور پرستش کے معنی میں اس لفظ کو سنسکرت ظاہر کیا ہے ۔ سنسکرت میں یہ شین معجمہ سے "شردھا" ہے ۔ سین مہملہ سے "سردھا" اس کا ہندی روپ ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج ہندی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا ۔ پلیٹس نے ایسا ہی کیا ہے ۔

سرمغزن : (sarmaghzan) فارسی لفظ کی حیثیت سے درج ہے فارسی میں اس کا سراغ نہیں ملا ۔ اس کی ترکیبی ساخت اس کے اردو ہونے کی غماز ہے بلا شبہ یہ اردو کا ساختہ پرداختہ ہے ۔ چنانچہ "فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے ۔

سفّاکی : یہ لفظ عربی لغت کے طور پر درج ہے ۔ لیکن بصورت موجودہ یہ عربی نہیں بلکہ فارسی ہے ۔ عربی میں "سفاک" ہے ، جس پر فارسی قاعدے کے مطابق یائے مصدری کا اضافہ کر کے "سفاکی" وضع کر لیا گیا ۔ بصورت موجودہ یہ عربی میں مستعمل نہیں ہے ۔ چنانچہ اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر ہونا چاہیئے ۔ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ ظاہر کیا ہے ۔

سفت : بالفتح بمعنی مضبوط ، گھنا ، کف فارسی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ ان معنی میں عمید نے بالکسر (sift) لکھا ہے ۔ "غیاث اللغات" سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ پلیٹس نے بالضم اور بالکسر suft ; sift دونوں طرح لکھا ہے ۔ "برہان قاطع" میں بالضم suft کے تحت اس کے معنی کندھا ، سوراخ ، مندرج ہیں ۔ مگر آگے چل کر

لکھا ہے: "۔ ۔ ۔ ۔ و بکسر اول نیز بمعنی سطبر و غلیظ و محکم و مضبوط"۔

گویا بالضم suft کے معنی کندھا اور سوراخ اور بالکسر sift کے معنی گاڑھا، گف اور مضبوط ہیں۔ حمید نے بالکسر اور بالضم کو الگ الگ الفاظ کی حیثیت سے درج کیا ہے۔

"فرہنگ آصفیہ" میں گاڑھا وغیرہ کے معنی میں سین مکسور سے مرقوم ہے۔

پلیٹس نے اس کے دو تلفظ بالضم suft اور بالکسرا sift لکھے ہیں۔ گویا پلیٹس کے نزدیک یہ ایک ہی لفظ کی دو صورتیں ہیں۔ مگر ایسا نہیں یہ دو مختلف الحرکات اور مختلف المعنی الفاظ ہیں۔ لیکن بالفتح saft کسی بھی لغت میں نہیں ہے۔

غلیظ، گاڑھا اور مضبوط کے معنی میں بالکسر sift ہونا چاہیئے۔

سَفت: (saft) عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کی تشریح یوں کی گئی ہے:

"Drinking a great deal without quenching thirst"

"المنجد" میں یوں مندرج ہے: "سفت ـــ سفتاً! اکثر من الشراب و لم یرو۔ (یعنی بہت سا مشروب جو پیاس نہ بجھائے)۔

السفت: طعام لا برکتہ فیہ (یعنی وہ کھانا جس میں برکت نہ ہو)"۔

اس اندراج سے ظاہر ہوتا ہے کہ تشنگی دور نہ کرنے والے مشروب کے معنی میں سَفت اور سَفِت ہے اور بے برکت کھانے کے معنی "سَفِت" ہے۔ "سَفْت" کا ثبوت نہیں ملا۔

اسی کے تحت مولف نے "سفت" بالکسر (sift) soft pitch کے معنی میں درج کیا ہے۔

پلیٹس نے اسے "زفت" کا معرب قرار دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان معنی میں صحیح لفظ "زفت" بکسر اول ہے۔ یہ فارسی اور عربی دونوں میں رائج ہے۔ عمید نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کر کے صراحت کی ہے کہ یہ عربی میں بھی اسے "زفت" ہی کہتے ہیں۔ "المنجد" میں یہ لفظ موجود ہے اور اسے یونانی الاصل قرار دیا گیا ہے۔

"برہان قاطع" کے حاشیہ نگار نے اس لفظ کے ضمن میں "لفس" کے حوالے سے لکھا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک یہ یونانی "asfaltos" سے ماخوذ ہے۔ "برہان قاطع" میں "زفت" کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں یعنی زفت رومی، زفت تر اور زفت خشک۔ مولف نے اس کے معنی soft pitch لکھے ہیں۔ یہ معنی زفت تر کے ہو سکتے ہیں۔ محض زفت کے معنی pitch کافی ہیں۔ زفت کے معنی ہیں قیر یا رال۔ ان معنی میں "سفت" کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔ پلیٹس کا یہ ادعا غلط ہے کہ "سفت" "زفت" کا معرب ہے کیونکہ عربی میں بھی ان معنی میں "زفت" ہی استعمال ہوتا ہے، نہ کہ سفت۔ "المنجد" میں الزفت (ک): القار (یونانیہ) مرقوم ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قیر یا pitch کے معنی میں عربی میں بھی "زفت" ہے، سفت نہیں۔ عربی میں "سفت" ان معنی میں نہیں ملتا، عربی "سفت" جس صورت اور معنی میں مستعمل ہے، اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ زفت بمعنی قیر "سفت" کہاں سے آ گیا تو گمان غالب ہے کہ فارسی میں "زفت" بالفتح بمعنی درشت و فربہ و گندہ و سطبر کی ایک صورت "سفت" بھی ہے۔ مولف نے اسی "سفت" کو "زفت" بمعنی قیر کا متبادل سمجھ کر اس کے معنی soft pitch لکھ دیے۔ جس سے یہ الجھن پیدا ہوئی۔ اس خلط مبحث نے سخت مغالطہ پیدا کر دیا۔ بہرحال ان تمام شواہد سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ مولف کے درج کردہ معنی میں صحیح لفظ "سفت" نہیں بلکہ "زفت" بالکسر ہے۔

سفرہ: (sufra) فارسی لفظ کی حیثیت سے درج ہے اور اس کے معنی نمبر ۱ دسترخوان یا میز پوش اور معنی نمبر ۲ مقصد بتائے ہیں۔

معنی نمبر ۱ یعنی دسترخوان کے معنی میں یہ بالاتفاق عربی لفظ ہے ۔ البتہ معنی نمبر ۲ اسے فارسی کہا جا سکتا ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' اور ''لغات سعیدی'' سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔

پلیٹس نے اگرچہ ''سفرہ'' کو فارسی لفظ کے طور پر درج کر کے اس کے معنی دسترخوان اور مقعد لکھے ہیں ، لیکن اسے عربی ''سفرة'' کا بدل اور عربی ''سفر'' سے ماخوذ قرار دیا ہے ۔ گویا پلیٹس کے نزدیک یہ عربی الاصل ہے ۔

''المنجد'' میں ''سفرہ'' بمعنی ''طعام المسافر'' مذکور ہے اور اس کی جمع ''سفر'' بتائی ہے ۔ دسترخوان یا توشۂ سفر کے معنی میں اس لفظ کے عربی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے ، مگر ''مقعد'' کے معنی میں عربی کی کسی لغت میں اس کا ذکر نہیں ملا ۔ اس سے لامحالہ یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان معنی میں یہ فارسی ہے ۔ فارسی میں ان معنی میں اس کے استعمال کا ثبوت ملتا ہے ۔ بہرحال میز پوش وغیرہ کے معنی میں یہ فارسی نہیں عربی ہے ۔

سفل : بالضم و بالکسر کے معنی بطور اسم کمینہ پن اور بطور صفت ذلیل اور گھٹیا بتائے ہیں ۔ گویا مولف کے نزدیک یہ لفظ اسم اور صفت دو حیثیتوں سے مستعمل ہے ۔ مگر اس کا ثبوت کسی عربی اور فارسی لغت سے نہیں ملا ۔

یہ لفظ صرف بطور اسم مستعمل ہے اور اس کے معنی پستی اور گھٹیا پن ہیں ۔ بطور صفت اس کا ثبوت عربی اور فارسی کی کسی مستند لغت میں نہیں ملا ۔

پلیٹس نے غالباً شیکسپئر کی تقلید میں اسے صفت کے طور پر بھی درج کیا ہے مگر یہ اشارہ بھی کر دیا ہے کہ ان معنی میں یہ ''سفلہ'' کا مترادف ہے ۔ لیکن اس سے ''سفل'' کی اس حیثیت کا جواز پیدا نہیں ہوتا ۔

بہرکیف صفت کے طور پر ''سفلہ'' ہے ۔ ''سفل'' اسم ہے اور اس کے معنی پستی اور گھٹیا پن کے علاوہ پھوک اور فضلہ بھی ہیں ،

جن کا مولف نے ذکر نہیں کیا ۔ پلیٹس نے البتہ ان معنی کا ذکر بھی کیا ہے ۔

سفلی : عربی صفت کے طور پر یائے معروف سے sufli درج ہے اور اس کے معنی فروتر ، گھٹیا اور حقیر بتائے ہیں ۔

عربی میں "سفلی" بمعنی پست علوی کی ضد کی طور پر درج ہے ۔ لیکن مولف نے اس کے معنی میں تفضیل بعض کا صیغہ یعنی comparative degree استعمال کی ہے ۔ اس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ یہ "سفلیٰ" (sufla) نہ ہو جو "اسفل" کی تانیث اور اسم تفضیل ہے ۔

سکنجبین : کو عربی "سرکہ" اور "انگبین" سے مرکب بتایا ہے ۔ مگر نہ سرکہ عربی لفظ ہے اور نہ انگبین ۔ ان دونوں کا مرکب 'سرکنگبین' ہے ۔ بعض لوگوں نے "سکنجبین" کو "سرکنگبین" کا معرب قرار دیا ہے ۔ مثلاً "برہان قاطع" میں اسے "سکنگبین" کا معرب بتایا گیا ہے ۔ مگر مولف نے اسے بطور فارسی لفظ درج کیا ہے ۔

سَکَنَہ : ساکن کی جمع کے طور پر بمعنی باشندگان درج ہے ۔ مگر عربی کی مستند کتب لغت میں "سکنہ" کا ثبوت نہیں ملا ۔ جہاں تک "ساکن" کی جمع کا تعلق ہے تو اس کی جمع سالم ساکنون اور جمع مکسر 'سکان' ہے ۔ البتہ "سکن" بسکون کاف اسم جمع کے طور پر بمعنی اہل خانہ مستعمل ہے ۔ عربی میں البتہ "سکنہ" بفتح سین مہملہ و کسر کاف عربی ملتا ہے ۔ جس کے لغوی معنی سر کے گردن پر ٹھہرنے کا مقام اور مجازی معنی وضع و حالت ہے ، لیکن یہ واحد ہے اور اس کی جمع "سکنات" آتی ہے ۔

"ساکن" کی جمع کے طور پر "سکنہ" محتاج ثبوت ہے ۔

سگ : اس کی جمع سگان اور سگات بتائی ہے ۔ "سگان" تو درست ہے ۔ مگر "سگات" غلط ہے ۔ "ات" عربی لاحقہ جمع مولث ہے ۔ خاص فارسی لفظ "سگ" پر اس کا اضافہ درست نہیں ہے ۔ البتہ "سگ ہا" کہا جاتا تو صحیح ہوتا ۔ "سگات" اردو یا فارسی میں مستعمل بھی نہیں ہے ۔

سلامتی : عربی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ بصورت موجودہ یہ عربی نہیں ہے ، بلکہ یائے مصدری کے اضافہ سے فارسی بن گیا ہے ۔ اگرچہ اس پر یائے مصدری کا اضافہ ہے از روے قاعدہ غلط ہے ۔ مگر اردو میں اکثر اور فارسی میں کم تر خیریت و عافیت کے معنی میں "سلامتی" مستعمل ہے ۔ اس صورت میں یائے مصدری زائد ہے ۔ بہر حال یہ بشکل موجودہ فارسی کہلائے گا ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں "بہ ترکیب فارسی" بتایا گیا ہے ۔

پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے ۔ عربی میں "سلامتی" استعمال نہیں ہوتا ۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت ہی سے ہونا چاہیے تھا ۔ فارسی میں ان معنی میں زیادہ تر "سلامت" استعمال ہوتا ہے ۔ عمید نے "سلامت" درج کیا ہے ، مگر "سلامتی" کو شامل نہیں کیا ۔ (سلامتی فارسی میں آج کل بطور دعاے صحت مستعمل ہے) ۔

سلامی : یہ بھی عربی لفظ کی حیثیت سے درج ہے ۔ مگر یہ عربی میں مستعمل نہیں ہے البتہ اردو میں استعمال ہوتا ہے اور معنوی و لفظی تصرف کے ساتھ ۔ اگرچہ اس پر فارسی قاعدے کے مطابق یائے مصدری کا اضافہ کیا گیا ہے ۔ مگر فارسی میں اس کا استعمال شاذ ہے ۔ اکثر فارسی کتب لغت میں یہ موجود نہیں ہے ۔ البتہ "بہار عجم" میں دولھا یا دلھن کو دیا جانے والے نذرانے کے معنی میں درج ہے اور سند میں ظہوری کا یہ شعر پیش کیا گیا ہے :

چناں دہی کہ برسم سلامی و پا بوس
خراج ہند و لبات آیدش ز مصر و ختن

ظہوری کے کلام میں اس کے وجود کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ظہوری کا تعلق ہندوستان سے تھا ۔ ہندوستان اور پاکستان میں مسلمانوں میں یہ رسم اب بھی موجود ہے اور اسی نام سے موسوم بھی ہے ۔ ایرانی شعراء کے کلام میں میری نظر سے نہیں گزرا ۔ بہرحال اگر فارسی میں اس کا وجود تسلیم کر لیا جائے تو بھی بصورت موجودہ اسے فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کیا جائے گا نہ کہ عربی لفظ کی حیثیت سے

اردو میں یہ متعدد معانی میں مروج ہے ، مگر مؤلف نے اس کے معنی سلام (salute) اور زمیندار کو دیا جانے والا نذرانہ بیان کیے ہیں ۔

"فرہنگ آصفیہ" میں اس کے معانی حسب ذیل ہیں :

(۱) تعظیم ، سلام ، مجرا ، ہتھیاروں کو اٹھا کر سلام ۔ اسلامی سلام ، سپاہیانہ سلام ۔

(۲) توپوں یا بندوقوں کے فیر سے پیشوائی یا تعظیم ادا کرنا ۔ شلک چلانا ۔

(۳) نذرانہ ، پیش کش ۔

(۴) ڈھلوان ، ڈھال ۔

پلیٹس نے بھی ان معنی کا استقصا کیا ہے ۔ مگر مؤلف نے معانی کا اندراج بھی ادھورا کیا ہے ۔

"لغات سعیدی" میں اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر کرکے اس کے معنی "سلام کرنے والا" بھی مذکور ہیں ۔ اس میں یائے نسبت تسلیم کی جائے تو یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں ۔ اس صورت میں یہ صفت ہوگی ۔

سلسل بول : (silsil-i-baul) اسے عربی ترکیب کے طور پر درج کرنے کے بعد اس کی عربی اصل "سلسل البول" (salsalu-l-baul) بتائی ہے ۔

یہ دونوں صورتیں غلط ہیں ۔ اگر ان کو صحیح فرض کر لیا جائے تو بھی "سلسل بول" مرکب اضافی ہے فارسی کے مخصوص کسرہ اضافت کے ذریعے ۔ اس صورت میں اسے فارسی ترکیب سمجھا جائے گا ۔

اس کو "سلسل البول" لکھنے والوں نے غلط فہمی کی بنا پر اسے تسلسل و سلسلہ کے معنی میں سمجھا ہے ۔ حالانکہ عربی میں "سَلسَل" کے معنی ہیں :

خوشگوار ، شیریں ، میٹھا پانی ، خوشگوار شراب اور "سلسِل" کے معنی ہیں نسبت ، تعلق وغیرہ ۔ مگر یہ ترکیب جن معنی میں استعمال

ہوتی ہے ۔ ان کا ''سلسل'' کے معنی سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ یہ مثانے کی ایک بیماری کا نام ہے ، جن میں انسان پیشاب روک نہیں سکتا اور پیشاب بے اختیار قطرہ قطرہ ٹپکتا رہتا ہے ۔

ان معنی میں صحیح ترکیب ''سلس البول'' (salis-ul-baul) ہے ۔ ''لغات سعیدی'' ، ''فرہنگ عمید'' ، ''غیاث اللغات'' اور ''مفتاح اللغات'' میں بھی ''سلس البول'' ہی درج ہے ۔

''سلسل'' (salis) کے معنی ہیں ''آسان اور نرم'' ۔ چنانچہ ''صراح'' میں مرقوم ہے :

''سلس : نرم و آسان ، سلاسہ مصدر منہ و منہ سلس البول ، سلس القیاد ، و سلس بالسکون رشتہ شبہ در کشیدہ'' یعنی سلس کے معنی ہیں نرم اور آسان ۔ اس کا مصدر سلاست ہے اور اسی سے سلس البول ، سلس القیاد ہے ۔ سلس بالسکون وہ دھاگا ہے جس میں کوئی چیز پروئی جائے ۔

''المنجد'' میں مذکور ہے : ''السلس (مص)'' السہولہ والانقیاد ، عدم استمساک البول'' یعنی اس کے معنی ہیں آسانی ، اطاعت اور پیشاب نہ روک سکنے کی حالت'' ۔

''سلس'' کی تشریح المنجد میں یوں کی گئی ہے :

''السہل ، اللین ، المنقاد ، یقال ہو ''سلس البول'' ای لا یطیق ان یمسکہ . . .''

یعنی ''سلس'' (salis) کے معنی ہیں :

آسان ، نرم اور مطیع اور ''سلس البول'' بھی کہا جاتا ہے یعنی جو پیشاب روکنے کی طاقت نہ رکھتا ہو ۔

ان شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ ان معنی میں صحیح ترکیب ''سلس البول'' ہے ۔ یہ صفت ہے اور اس کے معنی وہ شخص ہیں جو پیشاب نہ روک سکے ۔ طبی اصطلاح میں مجازی طور پر پیشاب نہ رک

سکنے کی بیماری کو بھی اسی نام سے پکارتے ہیں ۔ اگر صفت کی بجائے اسم کا استعمال کیا جائے تو ''سلس البول'' (بفتح اول) ہو سکتا ہے ۔ مگر ''سلسل البول'' کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ہے ۔ پلیٹس نے اگرچہ ''سلسل بول'' کو ہندی ترکیب کے طور پر درج کیا ہے ۔ لیکن اس کی عربی اصل ''سلسل البول'' بتائی ہے ۔ لیلن کا اندراج بھی ایسا ہی ہے ۔ غالباً دونوں اندراجات شیکسپئر کے اندراج سے متاثر ہیں ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں ''سلسل البول اور سلس البول'' مرقوم ہے ۔ یہاں مؤلف ''فرہنگ آصفیہ'' نے بھی ٹھوکر کھائی ہے اور دوسرے اہل لغت کے اندراجات پر انحصار کرتے ہوئے خود تحقیق نہیں کی ، ورنہ ایسا نہ ہوتا ۔ تحقیق کے معاملے میں سہل انگاری ہمیشہ غلط اور گمراہ کن نتائج پیدا کرتی ہے ۔ جیسا کہ ''صراح'' کے اقتباس میں ذکر ہو چکا ہے ''سلس'' بسکون لام دھاگے کے معنی میں آتا ہے ۔ اس لیے ''سلس البول'' کی ترکیب مہمل ہے ۔ صحیح ترکیب ''سلس البول'' ہی ہے ۔

سلیس : عربی لفظ کی حیثیت سے مندرج ہے اور پھر خود ہی اس کی صحیح صورت ''سلس'' بیان کر دی ہے ۔ یہ وہی ''سلس'' ہے بمعنی آسان و نرم جو ''سلس البول'' کی ترکیب میں استعمال ہوا ہے ۔ اسی ''سلس'' کو فارسی والوں نے باضافہ یائے تحتانیہ سلیس بنا لیا ۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس کی کسرہ کے اشباع سے سلیس بن گیا ہے ۔ بہر صورت یہ فارسی لفظ ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج بھی فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے ۔ عمید نے ''سلس'' عربی لفظ کے طور پر درج کرکے یہ صراحت کر دی ہے کہ فارسی میں ''سلیس'' کہتے ہیں ۔ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔

سماؤ : اسے سنسکرت لفظ ظاہر کیا گیا ہے ۔ یہ ''سمانا'' مصدر سے اسم کیفیت ہے اور اردو لفظ ہے ۔ پلیٹس نے اس کا اندراج ہندی لفظ کے طور پر کیا ہے ۔

سمپورن : کے لغوی معنی تو درج ہیں مگر اس کے اصطلاحی معنی نظر انداز کر دیے ہیں ۔ موسیقی کی اصطلاح میں سمپورن اس راگ کا

راگنی کو کہتے ہیں ۔ جس کی آروہی امروہی میں ساتوں یعنی تمام سر استعمال ہوں ۔

سُنار : اس کا اندراج سنسکرت لفظ کی حیثیت سے کیا گیا ہے۔ "سنار" سنسکرت میں استعمال نہیں ہوتا ۔ سنسکرت میں "سورن کار" ہے ۔ 'سنار' اردو لفظ ہے ۔ اکثر اہل لغت نے اس کو ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اہل لغت ہندی اور اردو کو مترادف خیال کرتے ہیں ۔

سنجاف : بالفتح (sanjaf) فارسی لفظ کے طور پر درج ہے اور اسے 'زنجف' سے ماخوذ بتایا ہے ۔ اصلاً یہ عربی لفظ ہے ۔ اس کا مادہ "زنجف" نہیں بلکہ "سجف" ہے اور صحیح "سجاف" بلانون (sijaf) ہے ۔ "المنجد" میں "سجاف" موجود ہے اور اس کے معنی : "ماہرکب علی حواشی الثوب" یعنی کپڑے کے پلے یا حاشیے کی گوٹ بیان کیے گئے ہیں ۔ فارسی میں بھی "سجاف" بلانون ہی استعمال ہوتا ہے ۔ عمید نے بھی "سجاف" لکھا ہے البتہ "بہار عجم" میں "سنجاف" کا ذکر بھی ہوا ہے "بہار عجم" میں "سجاف" بلانون درج کرکے یہ صراحت کی گئی ہے : "عوام سنجاف بزیادت نون بعد السین خوانند و ایں خطاست" یعنی عوام سین کے بعد نون کا اضافہ کرکے سنجاف بولتے ہیں اور یہ غلط ہے"۔

"فرہنگ آصفیہ" میں "سنجاف" اردو لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور "سجاف" بلا نون کو صحیح قرار دیا ہے ۔

حاصل کلام یہ کہ صحیح لفظ "سجاف" بالکسر بلانون ہے ۔ یہ عربی لفظ ہے ۔ فارسی میں بھی بلانون ہی مستعمل ہے ۔ البتہ عوام 'سنجاف' بھی بولتے ہیں ۔ جو غلط ہے ۔ یعنی سنجاف غیر معیاری اور عامیانہ تلفظ ہے ۔ علاوہ بریں سنجاف اور سجاف دونوں بالکسر رائج ہیں ۔ بالفتح نہیں ، جیسا کہ مؤلف نے لکھا ہے ۔

سندروس : (sandaros) ۔ اس لفظ کو عربی ، فارسی ظاہر کیا ہے ۔ اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ یہ عربی اور فارسی کا مرکب ہے یا یہ کہ اصلاً یہ عربی لفظ ہے اور فارسی میں تصرف کے ساتھ مستعمل

ہے ۔ مگر ان میں سے کوئی صورت نہیں ہے ۔ یہ یونانی الاصل لفظ ہے ۔ یونانی میں اس کا تلفظ sandarache ہے ۔ یونانی سے عربی اور فارسی میں آیا ۔ عربی میں بکسر اول سندروس (sindarus) اور فارسی میں سندروس (sandaros) کی صورت میں مستعمل ہے ۔

فارسی میں اس کی دو اور صورتیں " سندر " اور " سندرہ " بھی آتی ہیں ۔

اردو میں "سندرس" بھی استعمال ہوتا ہے ۔ چنانچہ "فرہنگ آصفیہ" میں "سندرس" اردو لفظ کی حیثیت سے مرقوم ہے ۔ مگر مولف نے یہ صورت درج ہی نہیں کی ۔ مختصر یہ کہ بالفتح "سندروس" فارسی لفظ ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج اسی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔ یہ عربی اور فارسی کا مرکب لفظ نہیں ہے ۔

سندری : اس کے معنی بحیثیت صفت خوبصورت ، خوبصورت عورت اور بطور اسم خوبصورتی بتاتے ہیں اور اس کو "سندر" کا اسم کیفیت قرار دیا ہے ۔ بطور صفت اس کے معنی درست درج ہوئے ہیں ۔ یہ صفت مؤنث ہے یعنی " سندر" بمعنی خوبصورت کی تانیث ہے ۔ لیکن خوبصورتی کے معنی میں "سندر" کے اسم کیفیت کے طور پر یہ لفظ استعمال نہیں ہوتا ۔ یوں بھی ہندی اور سنسکرت میں یائے مصدری کا استعمال نہیں ہوتا ۔ خوبصورتی و حسن کے معنی میں "سندرتا " مستعمل ہے ، جسے مولف نے الگ درج کیا ہے ۔

"سندری" بطور اسم کے معنی "فرہنگ آصفیہ" کے اندراج کے مطابق یہ ہیں : " ایک قسم لکڑی جس کے جہاز بنتے ہیں ۔ ستار کے وہ حلقے جن کے مطابق لہاٹ درست کیا جاتا ہے ۔ سروں کے ہلانے اور اتار چڑھاؤ کے پردے" مگر مولف نے ان معنی کا ذکر ہی نہیں کیا ۔

اگرچہ پلیٹس نے اس کے معنی میں خوبصورتی کا ذکر بھی کیا ہے ، لیکن یہ غالباً شیکسپیئر کے اندراج کی نقل ہے ۔

سوا : (siwa) عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی یوں مرقوم ہیں :

"1. adj: more, better. 2. prep. or pastpas, besides, without, except, but."

یہاں مختلف زبانوں کے مختلف المعنی الفاظ کو گڈمڈ کر دیا ہے۔ عمید نے سَواء بفتح سین عربی لفظ کے طور پر درج کر کے اس کے معنی وسط، میانہ، عدل، یکساں، برابر اور کلمۂ استثناء کے طور پر جزء، غیر، مگر، بتائے ہیں۔

غیاث نے سِوا بالکسر بمعنی غیر اور بالفتح سَوا بمعنی برابر، برابری بیان کیے ہیں۔

"لغات سعیدی" میں "سواء" بالفتح عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی برابر، برابری، درمیان، پہاڑ کی چوٹی، درمیان روز، دوپہر کا وقت، بجز، مثل، مانند، مندرج ہیں۔

"مفتاح اللغات" نے بجز، مثل اور مانند کے معنی میں "سواء" بالفتح لکھا ہے۔ "المنجد" میں "السواء" کے معنی عدل، مثل، وسط، اور غیر، برابر اور سیدھا بیان ہوئے ہیں۔ ان تمام معانی میں یہ بالفتح ہے۔ البتہ "المنجد" میں "سِوئ، سُوئ" بالکسر اور بالضم بھی عدل، وسط اور غیر کے معنی میں مندرج ہے۔ آخری معنی میں یہ صراحت بھی موجود ہے "کالسواء ہی من ادوات الاستثناء نحو . . ."

گویا عربی میں "سِوئ" یا "سِوا" اور "سَواء" دونوں غیر کے معنی میں مستعمل ہیں۔ فارسی میں بھی بالکسر اور بالفتح بمعنی غیر، بجز، مستعمل ہے۔ اس حد تک "سوا" بالکسر کا جواز ہے۔ مگر زیادہ، بہتر کے معنی میں عربی اور فارسی میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ان معنی میں یہ اردو لفظ ہے اور بالفتح ہے۔ اس کے لغوی معنی تو ایک اور اس کا چوتھا حصہ ہیں، مگر کنایتہً زیادہ کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ تاہم ان معنی میں اردو میں زیادہ تر "سَوایا" استعمال ہوتا ہے۔

بہر حال عربی میں "سِوا" بالکسر زیادہ کے معنی میں مستعمل نہیں ہے۔

سودا : عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اسے "سواد" سے ماخوذ قرار دیا ہے ۔ اس کا مادہ "ساد" ہے ۔ "سوداء" مونث ہے "اسود" بمعنی سیاہ کا ۔ طبی اصطلاح میں یہ ایک خلط کا نام ہے ، جس کا مقام تلی (طحال) ہے ۔ چونکہ اس خلط کا مادہ سیاہ ہوتا ہے ، اس لیے اس کا نام "سوداء" رکھا گیا ۔ اس خلط کے بڑھ جانے سے پاگل پن اور جنون کے آثار ظاہر ہوتے ہیں ، اس لیے اس کے مجازی معنی پاگل پن بھی رائج ہو گئے ۔

سہنک : کو عربی کے طور پر درج کر کے اس کی صحیح صورت "صحنک" بتائی ہے ۔ صحیح واقعی "صحنک" ہے ۔ مگر "سہنک" عربی لفظ کیسے ہوا ، یہ "صحنک" کا جاہلانہ اردو روپ ہے ۔ اردو میں پڑھے لکھے لوگ "صحنک" ہی استعمال کرتے ہیں ۔ خود "صحنک" بھی خالص عربی لفظ نہیں ہے ۔ بلکہ عربی لفظ "صحن" پر فارسی کا کاف تصغیر بڑھا کر بنا لیا گیا ہے ۔ عربی میں "صحن" قدح کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ "صحنک" عربی و فارسی کا مرکب لفظ ہے ۔ اس لیے اسے بھی عربی لفظ کے طور پر درج نہیں کیا جا سکتا ، چہ جائیکہ "سہنک" کو عربی ظاہر کیا جائے ۔ اول تو "سہنک" کے اندراج کی ضرورت ہی نہ تھی اور اگر درج کیا تھا تو اردو لفظ کی حیثیت سے درج کرنا چاہیئے تھا ۔

سہو : بواو معروف (sahu) مندرج ہے ۔ اس کا صحیح تلفظ بسکون ہاو واو sahv ہے ۔ پلیٹس نے بھی یہی تلفظ درج کیا ہے ۔ اور saho کو عامیانہ قرار دیا ہے ۔

سُہلا : اسے دکنی لفظ قرار دے کر اس کے معنی "تعریف کی گیت" لکھے ہیں ۔

"گیت" بالاتفاق مذکر ہے ۔ اس لیے "تعریف کا گیت" لکھنا چاہیئے تھا ۔ اردو میں "سہلا یا سوہلا" کی صورت میں رائج ہے ۔

سیتل : (sital) سنسکرت لفظ کے طور پر درج ہے ۔ سنسکرت میں شین منقوطہ سے شیتل (shital) ہے ۔ سین مہملہ سے یہ اس کا ہندی روپ

ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج ہندی لفظ کے طور پر ہونا چاہیئے تھا ۔ پلیٹس نے بھی اسے ہندی ظاہر کیا ہے ۔

سہد خانہ : اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کر کے ''صحت خانہ'' کا بگاڑ قرار دیا ہے ۔ فارسی میں ''صحت'' کا بگاڑ ''سہد'' کسی لغت میں نہیں دیکھا اور اردو میں ''سہد'' بجائے ''صحت'' کسی کو بولتے نہیں سنا ۔ البتہ ''شہد'' کے بدل کے طور پر ''سہد'' استعمال ہوتا ہے ۔ مولف نے اسے ''پاخانہ'' کے معنی میں درج کیا ہے ، اگر اردو میں اس کے استعمال کا کہیں سے ثبوت مل جائے تو بھی اسے فارسی لفظ کے طور پر درج نہیں کیا جا سکتا ۔ اس صورت میں اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا ۔

سیفی : عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی cursing (لعنت) درج ہیں ۔ ساخت کے لحاظ سے تو یہ عربی لفظ ہے ۔ قاعدے کی رو سے یہ ''سیف'' پر یائے نسبتی کے اضافے سے صفت نسبتی ہے ۔ یعنی تلوار سے متعلق ۔ مگر لعنت کے معنی میں یہ عربی اور فارسی میں مستعمل نہیں ہے ۔ البتہ اردو میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے ۔ اس کو ''سیفی'' اس لیے کہتے ہیں کہ ایک اسم جلالی مقررہ تعداد اور طریقے کے مطابق ''سیف'' یعنی تلوار پر پڑھ کر دم کرتے ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ اس عمل سے دشمن ہلاک ہو جاتا ہے ۔ اگر یہ عمل الٹ جائے تو عامل تباہ ہو جاتا ہے ۔ کنایتاً ایک جلالی دعا کا نام بھی ہے ۔ مجازاً بد دعا اور لعنت کو بھی ''سیفی'' کہتے ہیں ۔ مگر یہ معنی اردو میں مروج ہیں ۔ مولف نے ان معنی کا استقصا بھی نہیں کیا ، صرف cursing لکھنے پر اکتفا کیا ہے ۔

سیمیا : اس کے معنی یوں مرقوم ہیں :

"1. Alchemy.

2. Magick, enchantment.

3. Poetry rhetorick."

اس کے معنی alchemy کا سیمیا سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ alchemy کیمیا کو کہتے ہیں ، جو سونا چاندی بنانے یا ادنیٰ دھات کو اعلیٰ دھات میں تبدیل کرنے کے فن کا نام ہے ۔ تیسرے معنی شاعری اور فصاحت وغیرہ کے معنی میں بھی "سیمیا" کے استعمال کا ثبوت نہیں ملا ۔ موہوم اشیاء کو مشکل کرنے یا انتقال روح کے علم کو سیمیا کہتے ہیں ۔ مجازاً طلسم و شعبدہ کو بھی کہتے ہیں ۔ "فرہنگ عمید" اور "لغات سعیدی" میں بھی یہی معنی مذکور ہیں ۔ اس کے معنی میں کیمیا (alchemy) اور شاعری کا ذکر کسی نے نہیں کیا ۔

(ش)

شادی کرنی : اس کے معنی to feast یعنی ضیافت کرنا ، لکھے ہیں ۔ اس کے مشہور معنی ہیں : نکاح کرنا ، بیاہ کرنا ، جو غائب ہیں ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کے معانی حسب ذیل ہیں :

(۱) "بیاہ کرنا ، بواہ کرنا ، نکاح کرنا ، بیاہنا ، بیاہ کر لانا ۔

(۲) خوشی منانا ، جشن کرنا ۔

(۳) نئے گھر میں جا کر رہنے سے پیشتر اس گھر میں مستحقوں اور غریبوں ، خواہ رشتہ داروں کو کھانا کھلانا ، ہریشی کرنا ، نئے مکان کی شادی سے یہی غرض ہوا کرتی ہے ۔

(۴) گھوڑا بیچنا ، گھوڑے کو فروخت کرنا ، کیونکہ بیچنے کا لفظ اس کی نسبت اچھا نہیں جانتے ۔ مکان کی نسبت بھی کہتے ہیں ۔"

مگر مولف نے ان میں سے کوئی معنی بھی درج نہیں کیا ۔

علاوہ بریں صحیح کا محاورہ "شادی کرنا" ہے "شادی کرنی" تو اس کا ایک محدود صرفی پہلو ہو سکتا ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" ، پلیٹس کی لغت اور دوسری کتب لغت میں بھی "شادی کرنا" ہی مندرج ہے ۔

شال : سنسکرت لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی shawl اور a common timber tree بتائے ہیں ۔ اس کے ذیلی مرکبات میں "شالباب" اور "شالباف" درج ہیں ، جن کے معانی علی الترتیب شال کا لباس اور شال بننے والا بیان کیے ہیں ۔

درخت کے معنی میں تو یہ واقعی سنسکرت لفظ "شالا" کا بدل ہے ، مگر اونی کپڑا کے معنی میں فارسی لفظ ہے ۔ اس کی تشریح "بہار عجم"

میں یوں کی گئی ہے : "شال : دراصل بمعنی گلیم است وہ بعد ازاں بمعنی شالیکہ در کشمیر مانند استعمال یافتہ و شال طوس کہ گلیمے کہ در طوس بافند و آں نسبت بگلیم بلاد دیگر بغایت نازک و لطیف میباشد در قوسی گلیم خرد و نمدے کہ بزیر برگستوان بود و حالا از پشم نوعی قماش سطبرمی بافند و آں را شال می گویند و در نسخۂ مخلص مطلق لباس فقرا اختیار کردن ۔"

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شال کے اصلی معنی گدڑی ہیں ۔ پھر یہ کشمیر میں بنی جانے والی شال کے معنی میں استعمال ہونے لگا ۔ طوس میں بنی جانے والی شال کو شال طوس کہتے ہیں اور اس طرح دوسرے شہروں کی نسبت سے پکارا جاتا ہے ۔ یہ بہت نازک ، لطیف اور گف ہوتی ہے ۔ قوسی میں گھوڑے کے ناہرو کے نیچے ڈالی جانے والی چھوٹی شال یا نمدے کے معنی میں ہے ۔ اب ایک قسم کے اون کے موٹے اور گف کپڑے کو شال کہتے ہیں ۔ نسخۂ مخلص میں فقیروں کا لباس اختیار کرنے کے معنی میں ہے ۔

"فرہنگ عمید" میں اس کی تشریح یوں کی گئی ہے :

"نوعی پارچہ سادہ یا گلدار کہ از پشم یا کرک می بافند ۔ و بالا پوشی کہ از پارچۂ پشمی خشن درست می کنند و کشاورزان می پوشند ۔ و پارچہ دراز و کم پہنا کہ دورکمر یا دور سر می پیچند"

خلاصہ یہ کہ یہ ایک قسم کا سادہ یا پھول والا اونی کپڑا ہے ۔ موٹے اونی کپڑے سے بنے ہوئے اس بالا پوش کو بھی کہتے ہیں جو کسان پہنتے ہیں ۔ لمبا اور کم چوڑا کپڑا جس کو کمر یا سر کے گرد لپیٹے ہیں ۔

ان اقتباسات سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ "شال" کے معنی صرف اونی چادر (shawl) ہی نہیں ۔ بلکہ مختلف اقسام کے لباس کے معنوں میں یہ لفظ مستعمل ہے ۔ علاوہ بریں ان معنی میں یہ فارسی لفظ ہے ۔ اس کے تحت مولف نے جو تراکیب درج کی ہیں ۔ ان سے بھی اس کا فارسی ہونا ظاہر ہوتا ہے ۔ ان معنی میں اسے سنسکرت قرار دینا اور

درخت کے معنی کے حامل "شال" (جس کو اردو میں "سال" کہتے ہیں) سے مخلوط کرنا یا دونوں معنی میں ایک لفظ خیال کرنا غلط ہے - چنانچہ ان دونوں الفاظ کا اندراج الگ الگ ہونا چاہیے تھا۔ درخت کے معنی میں سنسکرت بلکہ ہندی لفظ کے طور پر اور اونی کپڑے کے معنی میں فارسی لفظ کی حیثیت سے - پلیٹس نے بھی ان کا اندراج الگ الگ کیا ہے اور صحیح ماخذ کے ساتھ ۔ "شالباف" (shalbaf) تو خیر عام استعمال ہوتا ہے ۔ مگر "شالباب" (shalbab) اونی کپڑوں کے معنی میں فارسی کی مشہور کتب لغت میں موجود نہیں ہے - پلیٹس نے شامل کیا ہے - مگر ایسا غالباً شیکسپئر کی تقلید میں کیا ہے -

"برہان قاطع" کے حاشیہ نگار نے شال کو فارسی ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے :

"شال - از فارسی وارد عربی شدہ "شال" "لفس" و از عربی وارد فرانسوی (chale) -"

اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ "شال" فارسی لفظ ہے، جو فارسی سے عربی میں گیا اور عربی سے فرانسیسی میں - اس لیے ان معنی میں اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا -

شاہدی : عربی لفظ کے طور پر شامل ہے - بصورت موجودہ یہ عربی نہیں بلکہ فارسی لفظ ہے - اگرچہ اس کی اصل یعنی "شاہد" عربی لفظ ہے ، جس پر فارسی قاعدے سے یائے مصدری کا اضافہ کرکے اسم کیفیت بنایا گیا ہے - چنانچہ پلیٹس نے اسے بجا طور پر فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے - یہاں بھی اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر ہونا چاہیے تھا -

شحنائی : نگہبانی یا نگرانی کے معنی میں عربی لفظ کے طور پر درج ہے - مگر یہ لفظ نہ عربی میں مستعمل ہے اور نہ فارسی میں - اردو میں کسی نے استعمال کیا ہو تو اس کی حیثیت شاذ کی ہو سکتی ہے - کیونکہ اردو میں بھی اس کا استعمال کسی لغت یا تحریر میں کم از کم میری نظر سے نہیں گزرا - پھر مولف نے اس کا ماخذ بھی بیان نہیں کیا ہے۔

دراصل عربی لفظ "شحنہ" سے ہائے مصدری کے اضافے سے اسم کیفیت بنایا گیا ہے۔ اگرچہ قاعدے کے لحاظ سے "شحنگی" ہونا چاہیے۔ بہرحال موجودہ صورت میں اسے اردو لفظ کے طور پر درج کرنا چاہیے۔

شراکت: اسے بھی عربی لفظ بتایا ہے۔ مگر عربی میں یہ لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ البتہ شرکت یا شرکہ استعمال ہوتا ہے۔

پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے اور یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ یہ لفظ غلط مشہور ہو گیا ہے۔ صحیح شرکت ہے۔

ان شواہد کے پیش نظر اس کا اندراج عربی لفظ کی حیثیت سے درست نہیں ہے۔

شرائط: اسے "شرط" کی جمع بتایا گیا ہے۔ درحقیقت یہ "شریطہ" کی جمع ہے "شرط" کی جمع "شروط" ہے۔ اردو کی اکثر کتب لغت میں محض نقل در نقل کی بنا پر اس غلطی کا اعادہ ہوتا رہا ہے۔

شریفہ: custard apple (سیتا پھل) کے معنی میں اسے عربی لفظ کے طور پر درج گیا ہے۔ عربی اور فارسی میں ان معنی میں اس لفظ کا ثبوت نہیں ملا۔ عربی میں یہ "شریف" کی تانیث ہے۔

پلیٹس نے اسے فارسی لفظ ظاہر کیا ہے۔ مگر فارسی میں بھی اس کا سراغ نہیں ملا۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو لفظ کی حیثیت سے درج کیا گیا ہے اور اسے سنسکرت کے "شری پھل" کا بگاڑ قرار دیا ہے۔ یہ توجیہہ قرین قیاس ہے۔ اس کی اصل "شری پھل" ہو سکتی ہے۔ لیکن ایسے شریف اور خوبصورت لفظ کو "بگاڑ" سے تعبیر کرنا بھی مناسب نہیں ہے۔ اس لیے اسے "شری پھل" کا مورد کہہ سکتے ہیں۔ بہرحال اس کا اندراج عربی لفظ کی حیثیت سے غلط ہے۔ اس کا عربی "شریف" سے اگر کوئی تعلق ہے تو یہ کہ "شری" بھی "شریف" سے کسی حد تک معنوی مشابہت رکھتا ہے۔ اس لیے "شری پھل" کا ترجمہ شریف پھل کہا جا سکتا ہے اور اس کا اختصار "شریفہ" ہو سکتا

ہے ۔ جس نے بھی ان معنی میں یہ لفظ وضع کیا ہے وہ کوئی خوش ذوق شخص تھا ۔ بہر حال اس صورت میں بھی یہ اردو لفظ قرار پائے گا ۔ ایسے خوبصورت لفظ سے اردو کو محروم کر کے خواہ عربی سے منسوب کرنا کہاں کی شرافت ہے ۔

شَش : چھ کے معنی میں بالفتح مرقوم ہے ۔ اردو کی قریباً سبھی کتب لغت میں شش بالفتح ہی مندرج ہے اور عام بول چال میں بھی شین منقوطہ سے مستعمل ہے ۔ مگر بعض لوگوں کو بکسر اول بھی بولتے سنا ہے ۔ "فرہنگ عمید" میں بھی بالکسر مندرج ہے ۔ اس اختلاف سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے صحیح تلفظ کون سا ہے ، بالفتح یا بالکسر ؟

"برہان قاطع" میں بالفتح شش مذکور ہے ۔ اس پر حاشیہ نگار نے اس لفظ کے مختلف مدارج کی جو تفصیل بیان کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا قدیم تلفظ بالفتح ہے ۔ مگر جدید تلفظ اور تہرانی لہجہ بالکسر ہے ۔ حاشیہ نگار نے "ششم" بکسر اول درج کرکے وضاحت کی ہے کہ یہ مرکزی لہجہ ہے اور قدیم زمانے میں بفتح اول تھا ۔ اردو میں ششم بھی بالفتح مستعمل ہے ۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کا جدید تلفظ بالکسر ہے ۔ مگر ہمارے یہاں قدیم تلفظ رائج ہے ۔ ایسی صورت میں اگر کوئی بالکسر استعمال کرے تو بہتر اور اگر بالفتح استعمال کرے تو سکوت انسب ہے ۔

شطّاح : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کر کے "شطح" کی superlative degree یعنی تفضیل کل قرار دیا ہے ۔ یہ دونوں باتیں غلط ہیں ۔ اول تو یہ لفظ عربی میں موجود ہی نہیں تو باقی باتیں فضول ہیں ۔ دوسرے اگر موجود ہو تو بھی یہ مبالغہ کے وزن پر ہے ۔ اس لیے اسم مبالغہ کہلاتا ۔ "المنجد" میں اس کا مادہ "سطح" تک موجود نہیں ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عربی لفظ نہیں ہے ۔ البتہ اردو اور فارسی میں "شطاح" اور اس کے متعلقات ۔ مثلاً سطح ، شطحی ، شطحیہ ، شطحیات وغیرہ استعمال ہوتے ہیں ۔ عمید نے شطاح اور شطحیت کو فارسی الفاظ کی حیثیت سے شامل لغت کیا ہے ۔ قیاس ہے کہ فارسی

والوں نے عربی الداز میں یہ لفظ وضع کیا ہے ۔ اس صورت میں اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے ۔

شعبدہ : فارسی لفظ کے طور پر درج ہے ۔

عمید نے ''شعبدہ'' درج ہی نہیں کیا ، بلکہ عربی لفظ کی حیثیت سے شعبذہ اور شعوذہ درج کرکے بعد میں یہ صراحت کر دی ہے کہ :

''در فارسی شعبدہ (بضم شین) تلفظ می کنند''۔

''برہان قاطع'' میں شعبدہ بروزن بتکدہ مرقوم ہے ۔ مگر حاشیہ نگار نے عربی شعبذ ، شعبذہ لکھ کر اس کے عربی ہونے کا اشارہ کیا ہے ۔ المنجد میں شعبذ اور شعوذہ عربی الفاظ کی حیثیت سے شامل ہیں ۔ ان شواہد سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اصل میں یہ عربی لفظ ہے شعبذہ اور شعوزہ (بالفتح) ۔ اس کی پہلی صورت ''شعبذہ'' میں فارسی والوں نے تھوڑا سا لفظی تصرف کرکے ''شعبدہ'' بالضم بنا لیا ۔ دال مہملہ کے ساتھ ۔

شُغل : بفتح اول و سکون دوم و سوم (shughl) مرقوم ہے ۔ یہ درست ہے اور اردو میں عام طور پر یہ تلفظ رائج بھی ہے ۔ مگر اس کے تلفظ کی اور صورتیں بھی ہیں ، جو اردو میں بھی استعمال ہوتی ہیں ۔

''المنجد'' میں اس کی تین صورتیں مذکور ہیں یعنی شغل ، (بضم اول و سکون ثانی و ثالث (shughl دوسری صورت شغل (بضم اول و دوم shughul) اور تیسری شغل (بفتح اول و دوم shaghal) ۔ غیاث نے اس کی چوتھی صورت شغل (بفتح اول و سکون دوم و سوم shaghl) بھی درج کی ہے ۔ اردو میں کم و بیش یہ سبھی صورتیں مستعمل ہیں ۔ اس لیے ان سب کا ذکر ہونا چاہیے تھا ۔

شُقّہ : بالضم شاہی حکم اور اعلیٰ شخصیت کے مراسلے کے معنی میں بطور عربی لفظ مندرج ہے ۔ غیاث نے اگرچہ بالضم لکھا ہے ۔ مگر ''فرہنگ عمید'' میں یہ عربی لفظ کے طور پر بکسر شین منقوط شقہ (shiqqa) مرقوم ہے اور اس کے معنی کسی چیز کا نصف حصہ اور وہ

نصف حصہ جو طولاً پھاڑ لیا گیا ہو ، بتائے ہیں ۔ ”صراح“ میں ”شِقہ ، بالکسر پارہ از چوب و تختہ و نیمہ از چیز ، شقہ بالضم جامہ پیش شکافتہ خلاف جبہ ۔ و سفر دور ۔ ۔ ۔“

یعنی ”شِقہ“ بالکسر کے معنی ہیں لکڑی یا تختے کا ٹکڑا اور کسی چیز کا آدھا حصہ ۔ شقہ بالضم کے معنی ہیں وہ لباس جو آگے سے شگافتہ یا چرا ہوا ہو اور دور کا سفر ۔

”المنجد“ میں ”الشقہ“ کے متعدد معانی مذکور ہیں ، لیکن وہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں ۔ البتہ ”الشقہ“ بکسر شین کے معنی وہی بتائے ہیں ۔ جن کا ذکر ”فرہنگ عمید“ کے حوالہ سے ہو چکا ہے ۔ (البتہ اس کی متبادل صورت ”الشقہ“ بضم شین منقوطہ بھی درج کی ہے ۔

ان شواہد سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عربی میں شِقہ بالکسر اور شقہ بالضم دونوں صورتیں کسی چیز کے ٹکڑے ، آدھے حصے اور لمبائی میں پھاڑے ہوئے کپڑے کے معنی میں مستعمل ہیں ۔ مگر واسطے کے معنی میں اس کا ثبوت عربی میں نہیں ملا ۔ مراسلہ وغیرہ کے معنی مجازی ہو سکتے ہیں ۔ مگر ان معنی کا تعلق عربی سے نہیں ہے ۔ فارسی کی مشہور کتب لغت میں بھی ان معنی میں یہ لفظ نہیں ملا ۔ اس لیے ان معنی کو اردو کا تصرف ہی سمجھا جا سکتا ہے ۔

اردو میں ”شقہ“ اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جو علم یعنی جھنڈے کے ساتھ باندھا جاتا ہے ۔ ان معنی میں یہ اپنی اصل سے قریب تر ہے ۔

شکیل : بمعنی خوش شکل کو ”شکل“ سے ماخوذ عربی لفظ قرار دیا ہے ۔ یہ لفظ عربی میں ان معنی میں موجود نہیں ہے ۔ ”فرہنگ آصفیہ“ میں یہ اردو لفظ کی حیثیت سے شامل ہے اور یہ صراحت بھی مذکور ہے :

”جن لغات والوں نے اسے ان معنی میں عربی قرار دیا ہے ، وہ خطا پر ہیں ، کیونکہ عربی میں اس کے معنی مکر و فریب کے آئے ہیں اور فارسی میں یہ لفظ کسی استاد کے کلام یا تصانیف ایران میں نہیں پایا جاتا ۔ پس ان معنوں میں اردو کی گھڑت ہے ، اس لیے اس کو اردو ہی کہنا چاہیئے ۔“

مؤلف " فرہنگ آصفیہ" کی یہ بات تو درست ہے کہ ان معنی میں یہ لفظ عربی میں نہیں ملتا ۔ لیکن عربی میں اس کے معنی مکر و فریب بتانا درست نہیں کیونکہ عربی کتب لغت میں "شکیل" بالفتح کے تحت ان معنی کا ذکر نہیں ملتا ۔ البتہ " برہان قاطع" میں ان معنی کا ذکر آیا ہے ۔ چنانچہ "برہان قاطع" کا اندراج حسب ذیل ہے :

"شکیل : بروزن سبیل بمعنی چدار است ، وہ آن ریسمانی باشد کہ برپائی اسپ واستر بد خصلت بندلد ۔ و بمعنی مکر و فریب و حیلہ ہم گفتہ الد "

اس کے حاشیہ نگار نے معنی اول کے لیے "شکال" اور دونوں معنی کے لیے "شکال" سے رجوع کرنے کی ہدایت کی ہے ۔

"شکال" کے متعدد معنی بیان کر کے آخری معنی "پیکھڑا" مذکور ہیں ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فارسی میں "شکال" کی ایک صورت "شکال" بھی رائج ہے ۔ "شکال" کے معنی "برہان قاطع" میں وہی مذکور ہیں جو "شکیل" کے مندرج ہیں یعنی پیکھڑا اور مکر و فریب و حیلہ ۔

" المنجد" میں "شِکال" کے ایک معنی پیکھڑا مذکور ہیں ۔

" برہان قاطع " میں "شکیل" کے معنی "پیکھڑا " دراصل "شکال" کے معنی ہیں ۔ عربی میں "شکیل" ان معنی میں نہیں ملا ۔ عین ممکن ہے کہ ان معنی میں یہ "شکال" کا امالہ ہو ، جو صرف فارسی میں مستعمل رہا ہو ۔

جہاں تک اس کے معنی مکر و فریب کا تعلق ہے تو عربی کتب لغت میں "شکیل" کے ضمن میں ان کا سراغ بھی نہیں ملا ۔ اگرچہ عربی میں اس کے مادہ "شکل" کے معنی میں التباس ، اشتباہ وغیرہ کا مفہوم بھی شامل ہے ، مگر "شکیل" کے یہ معنی ثابت نہیں ہوتے ۔ یہ معنی " اشکال" کے ہو سکتے ہیں ۔ یہ امکان بھی ہے کہ ان معنی میں "شکال" "اشکال" کا مخفف ہو اور "شکیل" امالہ ہو "شکال" کا ۔ چنانچہ ان دونوں معنی میں "غیاث" نے "شکیل" بالکسر لکھا ہے اور

مولف "فرہنگ آصفیہ" نے غالباً "غیاث" پر انحصار کیا ہے اور "شکیل" بکسر اول درج کیا ہے ۔ اگر یہ قیاس صحیح ہے تو بھی دو مختلف المعنی الفاظ کو گڈمڈ کر کے ایک لفظ سمجھ لیا گیا ہے ۔

"شکیل" بفتح اول (shakil) عربی میں اس خون آلود جھاگ کو کہتے ہیں جو گھوڑے کے لگام کے دہانہ پر لگ جاتی ہے ۔

"المنجد" کا اندراج حسب ذیل ہے:

" الشکیل : الزبد المختلط بالدم ۔ مظہر علی شیکمۃ اللجام" یعنی وہ خون ملی ہوئی جھاگ ، جو لگام کے دہانہ پر ظاہر ہوتی ہے ۔

" فرہنگ عمید " سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ اس کا اندراج یہ ہے :

"شکیل : (بفتح شین و کسر کاف) کف خون آلود کہ در اطراف دہالۂ اسپ جمع میشود ۔ در فارسی بمعنی خوش گل و زیبا ، خوش اندام ، خوش ریخت می گویند "

" فرہنگ عمید" کے اس اندراج سے مولف "فرہنگ آصفیہ" کا یہ ادعا بھی غلط ثابت ہوتا ہے کہ فارسی میں یہ لفظ تصانیف ایران میں نہیں پایا جاتا ۔ "فرہنگ عمید" کا مولف بھی ایرانی ہے اور یہ چھپی بھی ایران میں ہے ۔ اس میں نہ صرف یہ لفظ موجود ہے ، بلکہ ان معنی میں بھی مذکور ہے ، جن معنی میں یہ اردو میں مستعمل ہے ۔

البتہ ایک امکان ہے کہ فارسی کی پرانی کتابوں میں شکیل بمعنی خوبصورت نہ ہو اور اردو کے واسطے سے ایران میں جا کر فارسی میں استعمال ہونے لگا ہو ۔ ان معنی میں اس کا یہ استعمال جدید تو کہلا سکتا ہے ، مگر فارسی میں اس کے رواج کا ثبوت حاصل ہے ۔ اس تمام بحث کا نتیجہ یا حاصل یہ ہے کہ عربی میں "شکیل" کے معنی گھوڑے کے دہان پر لگی ہوئی خون آلود جھاگ ہیں اور خوبصورت کے معنی میں یہ عربی میں نہیں ملتا ۔ اس لیے ان معنی میں اس کا اندراج عربی

لفظ کی حیثیت سے درست نہیں ہے ۔ البتہ فارسی یا اردو لفظ کی حیثیت سے اس کا اندراج صحیح ہوگا ، کیونکہ یہ لفظ اردو یا فارسی والوں نے "شکل" سے وضع کر کے خوبصورت کے معنی میں اختیار کیا ہے ۔ چنانچہ اس کا اندراج اسی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔ موجودہ اندراج مغالطہ انگیز اور گمراہ کن ہے ۔

شگفتگی ، شگفتن ، شگفتہ : یہ تینوں الفاظ بضم اول مرقوم ہیں ۔ عجیب بات ہے کہ اس سے پہلے کاف تازی سے "شگفتہ" بالکسر درج ہے ۔ حالانکہ دونوں صورتوں میں یکساں تلفظ ہونا چاہیئے تھا ۔ بہرحال ان تینوں الفاظ کا صحیح تلفظ بکسر اول ہے ۔ اگر مولف کے خیال میں بالضم اور بالکسر دونوں طرح صحیح ہے ، (تو کاف تازی اور کاف عجمی سے) دونوں صورتوں میں دونوں تلفظ درج کرتے ۔

شگونیا : فال گو کے معنی میں یہ لفظ فارسی ظاہر کیا ہے ۔ "شگون" تو فارسی میں مستعمل ہے ، مگر "شگونیا" نہیں ۔ اس کا ترکیبی انداز ہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ اردو لفظ ہے ۔ یہ اردو قاعدے کے مطابق شگون سے وضع کیا گیا ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں بجا طور پر اسے اردو ظاہر کیا گیا ہے۔

شل : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کر کے اس کے معنی وہ شخص بتائے ہیں ، جس کا ہاتھ ناکارہ ہوگیا ہو ۔

ان معنی میں یہ لفظ عربی میں نہیں ، البتہ فارسی اور اردو میں مستعمل ہے ۔ عربی میں ان معنی میں "اشل" ہے ۔ چنانچہ "فرہنگ عمید" میں "شل" کے معنی یوں بیان کیے گئے ہیں :

"شل : کسی کہ دستش معیوب و از کار افتادہ باشد ۔ بعربی اشل می گویند ۔"

"برہان قاطع" کے حاشیہ نگار نے "شل" کے متعلق "منتہی الارب" کے حوالے سے لکھا ہے :

"شل : بفتح اول و تشدید دوم مصدر است بمعنی تباہ شدن دست و خشک گردیدن و 'اشل' بفتح اول و دوم و تشدید سوم مرد تباہ دست (منتہی الارب) و شل بمعنی اخیر تصرف است از ایرانیان در کلمہ اشل عرابی و شلیدن ہم مصدر جعلی آنست" یعنی عربی میں "شل" مصدر ہے اور اس کے معنی ہاتھ کا بیکار اور خشک ہونا ہے اور 'اشل' ناکارہ ہاتھ والے مرد کو کہتے ہیں ۔ آخری معنی میں "شل" ایرانیوں کا تصرف ہے ، عرابی "اشل" میں اور اس سے مصدر جعلی "شلیدن" بھی ہے ۔ "المنجد" میں بھی اس شخص کے لیے جس کا ہاتھ ناکارہ ہوگیا ہو ، "اشل" مذکور ہے ۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان معنی میں عربی لفظ "شل" ہے ، جس کا الف گرا کر فارسی والوں نے "شل" بنا لیا ۔ حالانکہ عربی میں "شل" مصدر ہے ۔ مگر فارسی میں یہ صفت ہے ، جو "اشل" کا مخفف ہے ۔ چنانچہ ان معنی میں اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر ہونا چاہیئے ۔ پلیٹس نے اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر کیا ہے ، جو درست ہے ۔

شلاق : یہ عربی لفظ کی حیثیت سے درج ہے اور اس کے معنی flagellation اور flogging یعنی تازیانہ زنی بیان کیے ہیں ۔

پلیٹس نے اسے فارسی لفظ ظاہر کیا ہے ۔

"لغات سعیدی" میں اس کا اندراج ترکی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے اور اس کے معنی "تھپڑ مارنا ، مکا یا لکڑی سے مارنا ، کوٹنا ، نیز قمچی ، تازیانہ ۔ مجازاً شوخ اور فتنہ انگیز"۔

"فرہنگ عمید" میں بطور عربی لفظ مندرج ہے اور اس کے معنی یوں بیان ہوئے ہیں :

"زنبیل گدایان ، خریطۂ کوچک و نیز بمعنی تازیانہ کہ از تسمہ درست کنند"۔

"غیاث اللغات" میں اسے ترکی لفظ بتایا گیا ہے اور اس کے معنی "کسی کے سر پر ہاتھ سے ضرب لگانا ، لکڑی سے مارنا اور ضرب" بیان کیے ہیں ۔

" المنجد" میں "الشلاق" کے معنی یوں مرقوم ہیں :

" شبہ مخلاۃ للفقراء المتسولین"

" بہار عجم" میں اس کے معنی شوخ و فتنہ انگیز بیان کر کے دوسرے معنی "ضرب دست و مانند آن مرادف سرچنگ" بتا کر وضاحت کی ہے کہ ان معنی میں یہ ترکی ہے ۔

اہل لغت کے مختلف بیانات نے الجھن پیدا کر دی ہے ۔ تاہم ان تطبیق کی ایک صورت ہے ۔ وہ یہ کہ "شلاق" فقیر کی جھولی یا کے معنی میں تو عربی لفظ ہے ، مگر ضرب اور تازیانہ کے معنی ترکی لفظ ہے ۔ چونکہ مولف نے اسے محض تازیانہ زنی کے معنی درج کیا ہے، اس لیے اس کا اندراج ترکی لفظ کی حیثیت سے ہونا چ تھا ۔ عربی میں ان معنی میں اس کا ثبوت نہیں ملا ۔

شلالین : فارسی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی بہت زیا طلب کرنے والا (excessivly importunate) درج کیے ہیں ۔ مگر یہ لفظ ان ہی ایک معنی تک محدود نہیں ہے ۔ اس کے اور بھی کئی معنوی پہلو ہیں ۔

"لغات سعیدی" میں اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر ہوا ہے اور اس کے معنی "شوخ ، ناخوش ، محکم ، سختی کرنے والا ، بہت ابرام کرنے والا ، عاشق ، فریفتہ" بیان کیے گئے ہیں ۔

ان معنی کی تائید "بہار عجم" سے بھی ہوتی ہے ۔ "بہار عجم" میں "مبرم ، سخت در گیرندہ ، معشوق شوخ و شنگ ، بے تکلف و بے آرایش" اس کے معنی بتائے ہیں ۔

"فرہنگ عمید" میں اس کے معنی "ابرام و تقاضا و کسیکہ در ابرام و تقاضا افراط کند" مذکور ہیں ۔ مولف نے ان معنی کو نظر انداز کر دیا ہے ۔

شَلْخ : (shalkh) اس کے معنی یوں درج ہیں :

"1. A round of (musketry and c.) a discharge, a valley.

2. Sperma viri.

3. Vulva.

ان تمام معنی میں اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے :

"شلخ" کے معنی نمبر ۱ کا کسی اور لغت سے ثبوت نہیں ملا۔

"لغات سعیدی" میں اس کے معنی :

اصل ، نسل ، لطفہ ، اندام نہانی ، یعنی عورت کی شرمگاہ ، جڑ ، رگ ، مذکور ہیں ۔

"المنجد" میں اس کی تشریح یوں کی گئی ہے :

"الشلخ : (مص) الاصل و العرق ۔ نجل الرجل ای ولدہ" ۔

"مفتاح اللغات" (عربی ۔ اردو) میں اس کے معنی :

"جڑ ، رگ ، اولاد" مذکور ہیں ۔

اصل بات یہ کہ مؤلف نے دو مختلف زبانوں کے مختلف المعنی الفاظ کو مخلوط کر دیا ہے ۔ دوسرے اور تیسرے معنی میں تو "شلخ" واقعی عربی لفظ ہے ۔ مگر پہلے معنی توپوں یا بندوقوں کی باڑ کے معنی میں یہ ترکی لفظ شلق یا شلک کا بگاڑ ہے ۔ کیونکہ شلق یا شلک کے معنی بندوقوں یا توپوں کی باڑ ہیں ۔

خود مولف نے آگے چل کر "شلق" کے معنی بندوقوں وغیرہ کی باڑ لکھے ہیں اور "شلخ" سے رجوع کرنے کی ہدایت کی ہے ۔ اگرچہ اس اندراج میں بھی مولف نے دو مختلف الفاظ کو گڈ مڈ کرکے یا ایک سمجھ کر الجھن پیدا کر دی ہے ۔ جس کی تفصیل "شلق" کے تحت بیان ہو رہی ہے ۔

شَلْق : (بفتح اول و سکون دوم و سوم shalk) عربی لفظ کے طور پر درج ہے - اس کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے :

"1. A round, a discharge (of musketry, and c.)"

2. A beating with a whip, and c.

3. Coitus. See شلغ shalkh sign.

یہاں پھر وہی غلطی کی ہے ، جو "شلغ" کے سلسلے میں کی تھی - پہلے معنی (بندوقوں وغیرہ کی باڑ) میں ترکی لفظ ہے اور اس کا مشہور و متداول تلفظ بالکسر اول و لام مشدد shilliq ہے اور اس کا بدل "شلک" shillik ہے - "فرہنگ آصفیہ" میں "شلق یا شلک" مندرج ہے اور اس کے معنی :

"۱ - بندوقوں یا توپوں کی باڑ ، جو سلامی کے واسطے چھوڑی جائے -

۲ - توپ بندوق کی آواز جو کسی خوشی میں کی جائے. . . الخ" عمید نے "شیک" درج کیا ہے اور اس کی دوسری صورت "شلیک" بتائی ہے اور "شلیک" کے معنی یوں بیان کیے ہیں :

"صدای خالی شدن توپ یا تفنگ - شلک ہم گفتہ شدہ"۔

پلیٹس نے بھی اگرچہ "شلق" کے یہی معنی درج کیے ہیں - جو مولف نے بیان کیے - مگر پلیٹس نے شلق اور شلک اکٹھے درج کیے ہیں اور ان کو فارسی ظاہر کیا ہے -

"غیاث اللغات" میں اسے ترکی لفظ کے طور پر بالکسر و تشدید لام مکسور درج کرکے اس کے معنی 'کئی بندوقیں ایک دم چلانے کی آواز' بیان کیے ہیں :

"بہار عجم" میں "شلک" مذکور ہے اور اس کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے - "آن ست کہ توپ و رہکلہ و بندوق ہمہ را یک جا سر دہند" اس کی سند میں ترکی قدیم کا شعر پیش کیا گیا ہے ، جس

میں "شلک" لام مشدد سے استعمال ہوا ہے - شعر یہ ہے :

شلک رعد شد و برق در آتشباری ست
ساہیاں آتش و ساقی بستان ابر ست

اس شعر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ "شلک" صرف توپ اور بندوق کی آواز کے علاوہ مطلق گرج اور دھاکے کے معنی میں بھی مستعمل ہے - بہرحال ان معنی میں شلق یا شلک بہ تشدید لام ہے اور یہ لفظ ترکی یا فارسی ہے - جہاں تک "شلق" بفتح شین و سکون لام shalq کا تعلق ہے تو یہ واقعی عربی لفظ ہے - عمید نے اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور اس کے معنی 'کسی کو کوڑے سے مارنا' بیان کیے ہیں -

ان معنی کی تائید "المنجد" سے بھی ہوتی ہے - "المنجد" میں اس کے معنی کوڑے سے مارنا اور اس کی ضرب بھی بیان ہوئے ہیں -

حاصل کلام یہ کہ توپ اور بندوق کی آواز کے معنی میں شلک یا شلک shilliq یا shillik ہے اور یہ لفظ ترکی یا فارسی ہے کوڑے سے مارنے کے معنی میں یہ بفتح شین و سکون لام shalq ہے اور عربی لفظ ہے -

شلک : (shalk or shallak) عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور "شلق" کا بدل بتایا ہے - "شلق" کے ضمن میں اس پر بحث ہو چکی ہے - یہاں اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ توپ بندوق کی آواز کے معنی میں اس کا صحیح تلفظ بفتح اول و تشدید ثانی shillik ہے اور ان معنی میں یہ عربی نہیں بلکہ ترکی یا فارسی لفظ ہے -

شلیتہ : ہندی لفظ کے طور پر ٹاٹ کی بوری یا گون کے معنی میں مندرج ہے - پلیٹس کی لغت اور "فرہنگ آصفیہ" میں بھی یہ ہندی لفظ کے طور پر شامل ہے اور اس کا املا "شلیتا" بھی درج کیا گیا ہے - ہندی لفظ کی صورت میں اس کا صحیح املا شلیتا الف کشیدہ ہی سے درست ہے -

"فرہنگ عمید" میں بھی "شلیتہ" موجود ہے ۔ مگر اس کے معنی : "نوعی دامن کوتاہ و کشاد و چین دار کہ زنان میپوشند" مذکور ہیں ۔ ہو سکتا ہے یہ ہندی "شلیتا" ہی سے ماخوذ ہو ۔ بہرحال بوری یا گونی کے معنی میں اس کا صحیح املا "شلیتا" بالف کشیدہ ہوگا اور چھوٹے اور چوڑے چنٹ والے دامن کے معنی میں ہائے مختفی سے "شلیتہ" ہے اور ان معنی میں یہ فارسی لفظ متصور ہوگا ۔

شمسہ : (shamsa) عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی یوں مذکور ہیں :

"Little tessels affixed to a rosary"

پلیٹس نے اس کے معنی میں "ریشم میں بنی ہوئی اشکال و تصاویر" کا اضافہ کیا ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کے معنی :

"۱ ۔ وہ سنہری چاند جو عکس یعنی قبہ میں لگاتے ہیں ۔

۲ ۔ وہ گول گول چپٹے کلابتونی یا زمردیں حلقے جو تسبیح میں ہر ثلث پر خوبصورتی اور شمار کے واسطے پھندنے کی مانند بنا کر ڈال دیتے ہیں ۔ علاقہ تسبیح"۔

عمید نے اسے فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کرکے اس کے معنی : "نقش و نگاری کہ بلا کلابتون روی لباس میدوزند ، آنچہ کہ از فلز بشکل خورشید درست کنند و بالای قبہ یا جای دیگر نصب کنند ۔ بمعنی بت و صنم نیز گفتہ شدہ . . ."

"لغات سعیدی" میں اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر ہوا ہے اور اس کے معنی : "دھات کی کوئی چھوٹی سی مدور شے" بیان ہوئے ہیں ۔

عربی کتب لغت میں "شمسہ" کا سراغ نہیں ملا ۔ گمان غالب یہی ہے کہ فارسی والوں نے "شمس" سے "شمسہ" بنا لیا ہے ۔ عربی میں "شمس" کی تصغیر "شمیسہ" ہے ۔ عین ممکن ہے کہ "یہی" "شمیسہ" فارسی میں "شمسہ" کی صورت اختیار کر گئی ہو اور اس کے معنی دھات کا سورج (جو اصلی سورج سے چھوٹا ہوتا ہے) کے معنی میں

رواج پا گئی ہو ۔ جن اہل لغت نے اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے انھوں نے اس کی اصل یعنی ''شمس'' کو ملحوظ رکھا ہے ۔ ورنہ اپنی موجودہ صورت اور معنی میں یہ عربی لفظ نہیں ہے ۔ عربی سے اس کا صرف یہ تعلق ہے کہ یہ عربی ''شمس'' سے ماخوذ ہے ۔ اس لیے حمید نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور یہی درست ہے ۔

شنجرف : (shanjraf) عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کا بدل فارسی ''شنگرف'' قرار دیا ہے ۔ گویا مولف کے نزدیک ''شنجرف'' شنگرف کا عربی بدل ہے ۔

''فرہنگ آصفیہ'' میں ''شنجرف'' فارسی لفظ کے طور پر درج کیا گیا ہے اور اسے شنگرف کا مبدل اور ''سنجرف'' (بسین مہملہ) کو اس کا معرب قرار دیا گیا ہے ۔ غالباً مولف ''فرہنگ آصفیہ'' نے اس ضمن میں ''غیاث اللغات'' پر انحصار کیا ہے ۔ کیونکہ غیاث نے بھی ''شجرف'' کو شنگرف کا مبدل اور اس کا معرب ''سنجرف'' بتایا ہے ۔

''لغات سعیدی'' میں بھی اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کر کے شنگرف کا مبدل بتایا ہے اور اس کی عربی صورت ''زنجفر'' قرار دی ہے ۔ اس کی تائید ''فرہنگ حمید'' سے بھی ہوتی ہے ۔ حمید نے 'شنگرف' کے مبدلات میں ''شجرف ، شنجر ، سنجرف ، ''زنجرف'' کا ذکر کیا ہے اور ''زنجفر'' کو اس کا عربی متبادل بتایا ہے ۔

''برہان قاطع'' میں ''شنگرف'' کا معرب ''شجرف'' اور یونانی متبادل سریقون مذکور ہے ۔ حاشیہ نگار نے حاشیہ میں 'زنجرف'' لکھا ہے ۔

''موید الفضلا'' میں ''زنجرف'' بمعنی شنگرف درج کیا ہے اور کہا ہے کہ شاید یہ شنگرف کا معرب ہے ۔ گویا مؤلف اس سلسلے میں خود یقین سے محروم ہے ۔

عربی کتب لغت میں شنجرف ، سنجرف یا زنجرف کا کوئی ذکر نہیں ہے ۔

البتہ ان معنی میں ''زنجفر'' بالکسر اور بالضم موجود ہے ۔ چنانچہ

"مفتاح اللغات" میں "زنجفر" بالکسر بمعنی شنگرف درج ہے ۔
"صراح" میں "زنجفر" بالضم بمعنی رنگ مذکور ہے ۔

"المنجد" میں "زنجفر" بالکسر اور بالضم دونوں طرح سرخ رنگ کی دھات کے معنی میں شامل ہے اور اسے فارسی الاصل قرار دیا ہے ۔

ان تمام شواہد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ "شنجرف" عربی نہیں بلکہ فارسی ہے اور یہی نہیں بلکہ شنگرف کے مبدلات میں شجر ، منجرف اور زنجرف بھی شامل ہیں ۔ عربی میں ان معنی میں "زنجفر" ہے جو بالضم اور بالکسر دونوں طرح مستعمل ہے ۔ اس لیے "شنجرف" کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر ہونا چاہیے تھا ۔ ایسی اغلاط کا تکرار تحقیق کے سلسلے میں تساہل کرنے اور نقل پر مدار رکھنے کی بنا پر ہوتا ہے ، جو بعد والوں کے لیے سخت مغالطہ انگیز ثابت ہوتی ہیں ۔

شولہ : اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کرکے "شلہ" (shula) کا بگاڑ قرار دیا ہے اور اس کے معنی "کھچڑی" بیان کیے ہیں ۔

کھچڑی کے معنی میں صحیح لفظ "شلہ" بہ تخفیف لام ہی ہے ۔ اگر یہ "شلہ" کا بگاڑ ہے ۔ جیسا کہ مولف نے کہا ہے تو اس صورت میں یہ فارسی نہیں بلکہ اردو کہلائے گا ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں "شولہ" کو جاہلوں کی زبان قرار دیا گیا ہے ۔ بہرحال فارسی میں ان معنی میں "شولہ" کا سراغ نہیں ملتا ۔ اس لیے بصورت موجودہ اسے اردو کے عامیانہ لفظ کے طور پر شامل لغت کیا جا سکتا ہے ۔ (فارسی میں "شلہ" دلیہ ، کھیر یا حلیم قسم کی نرم غذا کو کہتے ہیں جیسے : شلہ زرد ، شلہ قلمکار وغیرہ) ۔

شوماری : پہلے اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور پھر دکنی قرار دیا ہے اور اس کے معنی مست اور مستی وغیرہ بتائے ہیں ۔

اگر یہ دکنی زبان کا لفظ ہے تو اسے عربی ظاہر کرنے کی کیا تک تھی ۔ مؤلف کو عربی زبان سے کچھ زیادہ ہی عشق تھا کہ وہ ہر لفظ کو کھینچ تان کر عربی بنانے پر تلے رہتے تھے ۔ اس رویے کو عربی کے سلسلے میں نادان کی دوستی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ۔ اس سے عربی کا تو کیا بھلا ہوتا ۔ البتہ قارئین اور بعد

کے لغت نگاروں کے لیے الجھنیں ضرور پیدا ہوئیں۔ جن کی وجہ سے بعض لوگ گمراہ بھی ہوئے۔

پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور اس کا ماخذ پراکرت اور سنسکرت میں تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر بات بنی نہیں۔ بادی النظر میں یہ "شوم" سے ماخوذ ہے۔

شہچال: فارسی لفظ کے طور پر درج ہے۔ یہ شہ (فارسی) اور چال (اردو) کا مرکب ہے۔ گویا یہ فارسی اور اردو کا مرکب لفظ ہے۔ اردو والوں نے فارسی سابقۂ تکبیر "شہ" کو اردو "چال" سے منسلک کرکے یہ لفظ وضع کر لیا ہے۔ اگرچہ از روئے قاعدہ یہ غلط ہے۔ لیکن اردو میں مستعمل ہونے کی بنا پر اسے اردو لفظ کی حیثیت سے درج کرنا چاہیے۔

"فرہنگ آصفیہ" میں یہ اردو لفظ کے طور پر مرقوم ہے۔ اس لیے اس کا اندراج یہاں بھی اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا۔ اگر زیادہ احتیاط ملحوظ ہو تو "فارسی اردو" ظاہر کیا جا سکتا ہے۔

شیرنی: اسے بھی فارسی ظاہر کیا ہے حالانکہ یہ بصورت موجودہ اردو لفظ ہے۔ فارسی میں "شیرنی" کون استعمال کرتا ہے۔ فارسی "شیر" پر اردو لاحقہ تانیث "نی" بڑھا کر بنا لیا گیا ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو اور پلیٹس کی لغت میں ہندی لفظ کی حیثیت سے شامل کیا گیا۔ زیادہ احتیاط پسندی منظور ہو تو فارسی اردو، کہا جا سکتا ہے، مگر بہر صورت "فارسی" کہنا غلط ہے۔ کیونکہ فارسی میں یہ مستعمل نہیں ہے۔ اردو کے تصرف نے اسے اردو بنا دیا ہے۔

شیشی: اسے بھی فارسی لفظ کے طور پر شامل لغت کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ فارسی لفظ شیشہ پر اردو یائے تصغیر کے اضافے سے بنا ہے۔ مگر اپنی موجودہ صورت اور معنی کے لحاظ سے یہ اردو لفظ ہے۔ اس لفظ میں صوری اور معنوی ہر دو لحاظ سے اردو والوں نے تصرف کرکے اردو بنا لیا ہے۔ فارسی میں جب اس لفظ کا وجود ہی نہیں تو اسے فارسی لفظ ظاہر کرنے کا کیا جواز ہے۔ چنانچہ "فرہنگ آصفیہ"

میں اسے اردو اور انگلش کی لغت میں ہندی ظاہر کیا گیا ہے ۔ اگر مولف اسے "فارسی اردو" قرار دیتا تو گوارا ہوتا ۔

شیعہ : اس لفظ کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے ۔

"A follower of the sect of Ali, a sectary"

یہ تعریف ناقص بلکہ ایک طرح سے گمراہ کن ہے ۔ حضرت علیؓ کا نہ کوئی فرقہ تھا اور نہ وہ اس وقت کے عامتہ المسلمین سے الگ کوئی عقیدہ رکھتے تھے ۔ بلکہ وہ تو فرقہ داری طرز عمل کے خلاف تھے اور پھر "شیعہ" کے معنی فرقہ دار یا کسی فرقے کا فرد نہیں بلکہ "شیعہ" اسم جمع ہے بمعنی گروہ اور فرقہ ۔

اصطلاح میں اس گروہ یا فرقے کو کہتے ہیں ۔ جو حضرت علیؓ اور اہل بیت سے شدید محبت کا مدعی ہے اور حضرت علیؓ کو آں حضورؐ کا خلیفہ بلا فصل مانتا ہے ۔ یعنی خلفائے ثلاثہ (حضرت ابوبکر صدیقؓ، عمرؓ اور عثمانؓ) کی خلافت کو جائز نہیں سمجھتا ۔ اس کا واحد "شیعی" ہے ۔ یعنی اس فرقے کے ایک رکن یا فرد کو "شیعی" کہا جائے گا ۔ اس لیے مؤلف نے جو تعریف کی ہے وہ ایک حد تک "شیعی" کی تعریف ہو سکتی ہے ، مگر شیعہ کی نہیں ۔ مولف نے شیعہ اور شیعی کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا ۔

شیوا : فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کرکے "شیوہ" کا حوالہ دیا ہے ۔ گویا مولف کے نزدیک شیوا اور شیوہ مترادف و متبادل الفاظ ہیں ۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے ۔ فارسی میں "شیوا" کے معنی ہیں فصیح و بلیغ اور "شیوہ" کے معنی ہیں :

راہ ، روش ، آئین ، طریقہ ، خو ، عادت وغیرہ ۔ مولف نے ان کو گڈ مڈ کرکے گمراہ کن صورت پیدا کر دی ہے ۔ ایسے متشابہ الفاظ میں فرق اور احتیاط لازم ہے ۔

(ص)

"صاحب کراں : عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی ان الفاظ میں بیان ہوئے ہیں :

"An invincible hero, a great emperour"

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ صحیح ترکیب قاف قرشت سے صاحب قران" ہے ۔ "صاحب کراں" نہیں ۔ ہو سکتا ہے یہ سہو کتابت یا طباعت ہو اور مولف نے صحیح (صاحب قران) لکھا ہو ۔ بہر صورت تصحیح لازمی ہے ۔ اس ترکیب میں "قران" سے مراد 'قران السعدین' ہے ۔ یعنی دو سعد ستاروں کا ایک برج میں اجتماع ۔ چنانچہ جس شخص کا نطفہ قران السعدین کے موقع پر ٹھہرا ہو یا جو شخص اس موقع پر پیدا ہوا ہو ۔ اس کو "صاحب قران" کہتے ہیں ۔ نجومیوں کے خیال میں ایسا شخص بہت خوش قسمت ہوتا ہے - جری یا بادشاہ ہوتا ہے - اس لیے متعدد بادشاہوں نے یہ لقب اختیار کیا ۔

امیر تیمور اور شاہجہاں کو بھی "صاحب قران" کہا جاتا ہے ۔

اگرچہ صحیح ترکیب صاحب قران (Sahib-i-qiran) ہے ۔ مگر بفک کسرہ اضافت صاحب قران (Sahib-qiran) مستعمل ہے ۔ کنایتاً عظیم بادشاہ کو بھی "صاحب قران" کہتے ہیں ۔

مولف کی تشریح ادھوری ہے ۔ اگرچہ اس ترکیب کے دونوں اجزاء عربی ہیں ۔ مگر انداز ترکیب فارسی ہے ۔ اس لیے اسے فارسی ترکیب

"فرہنگ آصفیہ" میں اس کی دوسری صورت "صبورا" بھی درج ہے اور وہاں "صابورہ" کو صحیح لفظ قرار دیا گیا ہے۔ مگر "صابورہ" کو شامل لغت نہیں کیا گیا۔

پلیٹس نے "صبورہ" فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور اس کی دوسری صورت "سبورہ" ہندی فارسی (مرکب لفظ) کے طور پر شامل کرکے اس کے عربی مادہ "سبر" سے ماخوذ ہونے کا امکان ظاہر کیا ہے۔

عربی میں "سبر" جراح کی سلائی کو کہتے ہیں۔ جس کو زخم میں داخل کرکے زخم کی گہرائی معلوم کی جاتی ہے۔ "سبر" بالکسر کے معنی طبیعت اور شکل ہیں۔ "سبر" شیر کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اسی طرح "سبر" بالکسر کے ایک معنی دشمنی بھی ہیں۔ یوں تو عربی میں "سابورہ" اور "سبورہ" بھی موجود ہیں۔ مگر کسی میں بھی ان معنی کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا، جن معنی میں یہ لفظ مولف نے اور بعض دوسرے اہل لغت نے درج کیا ہے۔ "سبورہ" کے معنی عربی میں پتھر کی تختی (سلیٹ) ہیں۔ جدید عربی میں "سبورہ" تختہ سیاہ (black board) کو کہتے ہیں۔ گویا اس "سبورہ" کا عربی "سبورہ" سے کوئی معنوی تعلق اور قرب موجود نہیں ہے۔ اس لیے اس کا عربی مادہ "سبر" سے ماخوذ ہونا تو غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ پلیٹس نے دوسرا امکان یہ ظاہر کیا ہے کہ "سبر کسی مقام کا نام ہو اور یہ اس سے منسوب ہو۔ اس امکان یا قیاس کو اس وقت تک رد یا قبول نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک شواہد اور قرائن سے اس کی تصدیق یا تردید نہ ہو جائے۔

اب اس کے دوسرے پہلو پر بھی نظر ڈال لی جائے۔ "فیلن" نے "صبورہ" کو "صبر" سے مشتق قرار دیا ہے۔

عربی میں مادہ "صبر" سے بہت سے الفاظ مشتق ہیں۔ ان میں "صابورہ" اور صبورہ" بھی شامل ہیں۔ مگر ان میں سے کوئی لفظ بھی زیر بحث معنی سے مشابہت نہیں رکھتا۔ "صابورہ" عربی میں اس بوجھ یا وزن کو کہتے ہیں جو جہاز میں ڈال دیا جاتا ہے تاکہ جہاز کا

توازن قائم رہے اور جہاں ایک طرف کو نہ جھک سکے اور ''صبورہ'' کے معنی ہیں :

''المحبوس للقتل'' یعنی وہ شخص جو قتل کے لیے روکا گیا ہو ۔ گویا عربی میں سبورہ ، ساہورہ ، صاہورہ اور صبورہ زیر بحث معنی میں مستعمل نہیں ہیں ۔ اس لیے ان معنی میں ان الفاظ کو عربی نہیں کہا جا سکتا ۔

''برہان قاطع'' میں البتہ ''صبورہ'' بمعنی ''ہیز و مخنث و پشت پای و پلید'' مندرج ہے ۔ حاشیہ نگار نے مخنث و پلید کے معنی میں اسے ''صبوزہ'' کا مصحف قرار دیا ہے اور ''لغت فرس'' کے حوالے سے قریع کا یہ شعر سند میں پیش کیا ہے :

مادرش کشتہ سمر ہمچو صبوزہ بجہان
از طراز الدر تا شام و ختن تا در زنگ

لیکن ''صبوزہ'' کے متعلق یہ نہیں بتایا کہ یہ کس زبان کا لفظ ہے ۔ یہ بہر حال عربی تو نہیں ہے ، کیونکہ عربی میں ''صبز'' کا مادہ ہی نہیں ہے ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ''صبوزہ'' کسی اور لفظ کا مصحف بلکہ مخرب ہو ۔

''فرہنگ عمید'' میں بھی ''صبورہ'' عربی لفظ کے طور پر مندرج ہے اور اس کے معنی ''باز داشت شدہ بر قتل'' مرقوم ہیں ۔ گویا زیر بحث ''صبورہ'' سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے ۔ البتہ عمید نے ''سبورہ'' بمعنی ہیزو مخنث درج کر کے اس کا مبدل ''ساہورہ'' بتایا ہے ۔

عربی میں تو یہ لفظ ان معنی میں موجود نہیں ہے ۔ اگر یہ فارسی لفظ ہے تو صاد مہملہ سے نہیں بلکہ سین مہملہ سے ہونا چاہیے ، کیونکہ صاد فارسی کے اصلی حروف تہجی میں شامل نہیں ہے اس لیے یہ ساہورہ یا سبورہ ہو سکتا ہے ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ''سبوزہ'' کی تصحیف ہو اور اس کے برعکس صورت بھی ہو سکتی ہے یعنی ''سبوزہ'' ''سبورہ'' کا مصحف ہو سکتا ہے ۔ یہ متعربین کی مہربانی ہے کہ سین مہملہ کو

صاد مہملہ سے بدل کر صبورہ یا صبوزہ تحریر کیا گیا ہو ۔ کیونکہ متعربین نے فارسی کے اور بھی بہت سے الفاظ کو اپنی مشق ناز یا مشق ستم کا نشانہ بنایا ہے ۔ مثلاً تپیدن کو طپیدن ، شست کو شصت ، سد کو صد ، و علیٰ ہذالقیاس ۔ اس صورت میں ''برہان قاطع'' کے حاشیے میں مرقوم قریع کے شعر میں صحیح لفظ ''سبوزہ'' یا ''سبورہ'' قرار پائے گا ۔

اب آئیے صبورہ یا سبورہ کے ان معنی کی طرف جو اردو میں مروج ہیں ۔ تو اس سلسلے میں ''سبورہ'' بمعنی مخنث سے ان کا ایک تعلق قائم کیا جا سکتا ہے ۔ یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اردو میں ''سبورہ'' فارسی سے اردو میں آیا ۔ اس کے اصلی معنی مخنث یا ہجڑا ہیں ۔ چونکہ ہجڑوں میں بعض قبیح عادات پیدا ہوگئی تھیں ، عین ممکن ہے کہ اردو میں ''سبورہ'' سے جو معنی منسوب ہیں ان کا تعلق بھی کسی ایسی ہی قبیح عادت سے ہو۔ اس لیے اردو میں یہ لفظ ان معنی میں رواج پا گیا ۔

حاصل کلام یہ کہ اس کا صحیح املا ''سبورہ'' ہے ۔ اصلاً یہ لفظ فارسی ہے اور معنی زیر بحث کو اردو کا تصرف قرار دیا جا سکتا ہے ، کیونکہ فارسی میں ان معنی کا ثبوت نہیں ملا ۔ اس لیے ان معنی میں اسے اردو لفظ کہہ سکتے ہیں اور ان معنی میں اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے مناسب ہے ۔ اس کو عربی کے سر پر تھوپنا اور ''صبورہ'' لکھنا خواہ مخواہ کا تکلف بلکہ گمراہ کن رویہ ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اردو لفظ کے طور پر اس کا اندراج تو درست ہے، مگر اس کا املا ''صبورہ'' اور اس کا ماخذ ''صابورہ'' غلط ہے ۔ اس کا صحیح املا سبورہ یا سبورا ہوگا اور اس کا ماخذ فارسی ''سبورہ'' ہو سکتا ہے ۔

صبوری : اسے بھی عربی لفظ ظاہر کیا گیا ہے ۔ بشکل موجودہ یہ بھی فارسی لفظ ہے ۔ عربی ''صبور'' پر بقاعدہ فارسی یائے مصدری کے اضافے سے اسم کیفیت بنایا گیا ہے ، اس لیے اس کا اندراج فارسی یا عربی فارسی لفظ کے طور پر ہونا چاہیئے تھا ۔ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کی حیثیت سے شامل کیا ہے ۔

صیادی : (saiyadi) اس کا بھی یہی حال ہے ۔ یہ بھی عربی ''صیاد'' سے بقاعدہ فارسی اسم کیفیت بنایا گیا ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج بھی فارسی یا عربی فارسی لفظ کے طور پر ہونا چاہیے تھا ، مگر مولف نے اسے بھی عربی لفظ بتایا ہے ۔ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر شامل لغت کیا ہے ۔

(ض)

ضبطی : یہ بھی عربی لفظ کے طور پر مرقوم ہے ۔ بصورت موجودہ یہ بھی فارسی لفظ ہے ۔ عربی میں یہ مستعمل نہیں ہے ۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔ اگرچہ یہ فارسی میں بھی استعمال نہیں ہوتا ، مگر اسے فارسی قاعدے سے بنایا گیا ہے ۔ چونکہ یہ اردو میں استعمال ہوتا ہے ، اس لیے ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔

ضحا : اس کے معنی تو درست درج کیے ہیں ، مگر اس کے تحت ''عیدالضحا'' کا اندراج غلط ہے ۔ کیونکہ ''عیدالضحا'' غلط ہے ۔ ''عید قربان'' کا ''ضحا'' سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ بلکہ صحیح لفظ ''عیدالاضحیٰ'' ہے ۔ اس ترکیب میں''اضحیٰ'' جمع ہے ، ''اضحاۃ'' بمعنی ذبیحہ یا قربانی کی ۔

عربی ''ضحا'' کا صحیح املا ''ضحیٰ'' ہے ۔

ضدی : یہ عربی لفظ کے طور پر مندرج ہے ۔ اگرچہ ''ضد'' عربی لفظ ہے ۔ مگر ''ضدی'' عربی میں استعمال نہیں ہوتا ۔ یہ اردو لفظ ہے جو عربی ''ضد'' پر یائے فاعلی کے اضافے سے بنایا گیا ہے ۔ اردو میں یہ اڑیل ، ہٹیلا اور بات کی پچ کرنے والے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔ عربی میں مخالف ، دشمن ، مقابل اور نظیر کے معنی میں ''ضدید'' مستعمل ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے اردو لفظ ظاہر کیا ہے ۔ مولف نے ان کے معنی perverse اور contrary بتائے ہیں ۔ دوسری معنی میں ''ضدی'' استعمال نہیں ہوتا ۔ البتہ یہ معنی عربی ''ضدید'' کے ہو سکتے ہیں ۔

ضرور : اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر کیا گیا ہے ۔ اس معاملے میں مولف اکیلا نہیں ۔ بعض اور بھی اہل لغت نے اسے عربی لفظ کی حیثیت سے شامل لغت کیا ہے ۔ مثلاً پلیٹس کی لغت اور ''فرہنگ آصفیہ'' میں بھی اسے عربی لفظ ظاہر کیا گیا ہے ۔ مگر عربی میں ''ضرور'' استعمال نہیں ہوتا ۔ البتہ ضرورۃ اور ضروری مستعمل ہیں ۔ اس لیے ''ضرور'' کو ضرورۃ یا ضروری کی مخفف یا مرخم قرار دیا جا سکتا ہے ۔ لازم ، واجب یا ناگزیر کے معنی میں یہ ''ضروری'' کا مخفف ہے ۔ علاوہ بریں اردو میں یہ ان معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے ، جن معنوں میں عربی میں استعمال نہیں ہوتا ۔ گویا اس میں اردو والوں نے لفظی اور معنوی تصرف کیا ہے ۔ چنانچہ اس کا اندراج اردو لفظ کے طور پر مناسب تھا۔

ضعیفی : یہ بھی عربی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ بصورت موجودہ یہ فارسی ہے ۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔ عربی میں ضعیفی استعمال نہیں ہوتا ۔

(ط)

طپانچہ : اس کا صحیح املا "تپانچہ" ہے ۔ ایسے الفاظ کو طائے حطی سے لکھنا متعربین کی بدعت ہے ۔

طباق : کاغذوں کے مٹھے کے معنی میں عربی لفظ کے طور پر مندرج ہے ۔ مگر عربی میں اس لفظ کا سراغ نہیں ملتا ۔ "لغات سعیدی" میں اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ مگر فارسی میں بھی اس کا ثبوت نہیں ملا ۔ پلیٹس نے طبلق اور طبلک متبادلات کی صورت میں اکٹھے درج کیے ہیں ۔ گویا "طبلک" کی دوسری صورت "طبلق" ہے ۔ یہ قرین قیاس تو ہے کہ "طبلک" جو "طبل" کی تصغیر ہے ، اسے صوری مشابہت کے سبب کاغذوں کے مٹھے کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا ہو ۔ اس صورت میں اسے فارسی لفظ کہا جا سکتا ہے ۔ لیکن جب تک فارسی میں ان معنی میں اس کے استعمال کا ثبوت نہ مل جائے وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔ عین ممکن ہے کہ یہ معنوی تصرف اہل اردو کا کیا ہوا ہو ۔ ایسی صورت میں اسے اردو لفظ قرار دیا جا سکتا ہے ۔ اردو لفظ کی حیثیت سے اس کا اندراج انسب ہے ۔ البتہ اسے عربی ظاہر کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے ۔

طراوہ : اس کا اندراج بھی عربی لفظ کی حیثیت سے کیا گیا ہے ۔ پلیٹس نے اسے عربی "طرارۃ" کی ایک صورت بتایا ہے ۔ مگر عربی میں "طرارۃ" کا سراغ نہیں ملتا ۔ عربی میں البتہ "طرار" بمعنی کیسہ بُرادر عیار موجود ہے ۔ گمان غالب ہے کہ اردو والوں نے "طرار" سے "طرارا" بنا لیا ہو ۔ "بہار عجم" میں "طرار اور طرارہ" مترادفات یا متبادلات کے طور پر درج ہیں ۔ اگر اسی "طرارہ" کو اس کی اصل سمجھا جائے تو پھر اردو میں مروج معنی کو اردو کا تصرف سمجھا جائے گا ۔ دونوں صورتوں میں یہ اردو لفظ قرار پائے گا ۔ چنانچہ

چوکڑی ، چھلانگ وغیرہ کے معنی میں ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے اردو لفظ کی حیثیت سے شامل کیا گیا ہے ۔

طراوی : یہ لفظ بھی عربی ظاہر کیا گیا ہے ۔ بشکل موجودہ یہ فارسی لفظ ہے جو عربی ''طرار'' پر فارسی قاعدے کے مطابق یائے مصدری بڑھا کر بنایا گیا ہے ۔ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے اور ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے عربی اور فارسی کے مرکب لفظ کے طور پر شامل کیا گیا ہے ۔

طران : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کر کے ''طرح'' کی دکنی جمع قرار دیا گیا ہے ۔ اس صورت میں اسے عربی کہنا درست نہیں ، دکنی کہنا چاہیئے ۔ اردو میں جہلا ''طرح'' کو ''طران'' بولتے ہیں ۔ چنانچہ اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا ۔

طست ، طشت : اول الذکر کو عربی اور آخرالذکر کو فارسی ظاہر کیا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں ہی عربی ہیں ۔ فارسی میں ''تشت'' ہے ''طست اور طشت'' اس کی معرب صورتیں ہیں ۔ ''المنجد'' میں طست اور طشت دونوں مندرج ہیں اور اسے فارسی الاصل بتایا ہے ۔

طلا : اس لفظ کو زر یا سونا کے معنی میں فارسی اور مالش کے تیل کے معنی میں عربی کے طور پر درج کیا ہے ۔ ان الفاظ پر مفصل بحث ''تلا'' کے تحت آ چکی ہے ۔ وہاں دیکھی جا سکتی ہے ۔ یہاں مختصراً اتنا بتا دینا کافی ہے کہ دراصل یہ ایک ہی لفظ ہے اور دونوں معنوں میں یہ فارسی والوں کے تصرف کا نتیجہ ہے ۔

طلاوہ : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کر کے ''طلیعہ یا طلایع'' کا بگاڑ قرار دیا ہے ۔ اس بگڑی ہوئی صورت میں اسے عربی کہنے کا کوئی جواز نہیں ہے ۔ پلیٹس نے اسے ''طلایہ'' کا بگاڑ بتایا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ ''طلایہ'' ''طلایع'' کی بگڑی ہوئی صورت ہے ، جو ''طلیعہ'' کی جمع ہے ۔ اردو اور فارسی میں عموماً ''طلایہ'' استعمال ہوتا ہے ۔ ان معنی میں ''طلاوہ'' کا استعمال میری نظر سے نہیں گزرا ، ہو سکتا ہے ، کسی نے ''طلاوہ'' استعمال کیا ہو ، مگر ایسی صورت میں اسے شاذ

قرار دیا جائے گا ۔ عربی میں ''طلاوہ'' معدے میں بچے ہوئے کھانے ، کے معنی میں مستعمل ہے ، ظاہر ہے کہ یہاں ان معنی کا کوئی قرینہ نہیں ہے ۔ بہرحال اگر ان معنی میں ''طلاوہ'' استعمال ہوا ہے تو بھی اسے اردو قرار دیا جائے گا ، کیونکہ ان معنی میں یہ عربی میں رائج نہیں ہے ۔ پلیٹس نے اس کا اندراج ہندی لفظ کے طور پر کیا ہے ۔

طلبانہ : اسے بھی فارسی لفظ بتایا ہے ۔ یہ عربی 'طالب' پر فارسی لاحقہ صفت ''انہ'' کے اضافے سے وضع کیا گیا ہے ۔ اس لیے عربی لفظ نہیں قرار دیا جا سکتا ۔ ترکیبی لحاظ سے یہ فارسی لفظ ہے ۔ اگر اردو میں مروج اس کے معنی کو ملحوظ رکھا جائے تو پھر اسے اردو لفظ کہا جا سکتا ہے ۔ چنانچہ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے اردو ظاہر کیا گیا ہے ۔

پلیٹس نے اس کی ترکیبی بناوٹ کے پیش نظر اسے فارسی لفظ کے طور پر شامل لغت کیا ہے ۔

طَلَبہ : اس کی دوسری صورت طُلبہ (بالضم بتائی ہے اور اسے ''طُلبا'' کا بدل قرار دے کر ''طالب'' کی جمع بتایا ہے ۔ مولف کے اس غلط مبحث نے الجھن پیدا کر دی ہے ۔ صحیح لفظ ''طلبہ'' (بالفتح) ہے ، جو ''طالب'' کی جمع ہے ۔ ''طلبہ'' (بالضم) غلط ہے ۔ علاوہ بریں یہ ''طلبا'' کا بدل نہیں ہے ۔ ''طلبا'' الگ لفظ ہے جو ''طلیب'' کی جمع ہے ۔ دونوں کو ایک سمجھنا اور ''طالب'' کی جمع بتانا درست نہیں ہے ۔ ان کے اس فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے ۔

طلف : بفتح اول و سکون ثانی و ثالث (talf) کے معنی gift بیان کیے گئے ہیں ۔ ان معنی میں صحیح لفظ بفتحتین talaf ہے اور بسکون لام وفا talf کے معنی رائیگاں ، بے فائدہ ہیں ۔ یہ معنی اگرچہ طَلَف بفتحتین talaf کے بھی ہیں ۔ مگر عطا یا تحفہ کے معنی میں طَلَف بسکون اول و دوم talf نہیں آتا ۔ بہرحال مولف کے درج کردہ معنی میں طلف بفتحتین (talaf) ہی صحیح لفظ ہے ۔

طلنپھ : یہ فارسی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ اس کی دوسری صورت ''لپانچھ'' بتائی ہے اور اسے ''لپ'' سے مشتق قرار دیا ہے ۔ فارسی میں

صحیح لفظ ''تپانچہ'' ہے ۔ جو بقول عمید ''تہ پنجہ'' سے ماخوذ ہے ۔ ''طپانچہ'' غلط ہے اور فارسی میں مستعمل نہیں ہے ۔ اس لیے اس کا الدراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے۔ چنانچہ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے اردو ظاہر کیا گیا ہے ۔

طمطراق : فارسی لفظ کے طور پر شامل ہے ۔ ''فرہنگ عمید'' میں اسے عربی لفظ ظاہر کیا گیا ہے ۔ ''برہان قاطع'' کے حاشیہ نگار نے بھی اسے عربی قرار دیا ہے ۔ ''غیاث اللغات'' میں اسے طم بمعنی علو اور طراق بمعنی آوازہ خورشی سے مرکب بتایا ہے ۔ بہرحال اس مرکب صورت میں یہ عربی میں مستعمل نہیں ہے ۔

طمنچہ : اسے ترکی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور ''تپنچہ'' کا حوالہ دیا ہے ۔ صحیح لفظ ''تپنچہ'' ہی ہے ، جو ''تفنگچہ'' سے ماخوذ ہے ۔

''فرہنگ آصفیہ'' نے اردو میں اس کے مجازی معنی ''نو عمر لونڈی ، نوخیز کسبی ، باکرہ ، گنواری ، دوشیزہ'' بھی لکھے ہیں ۔ جن کا مولف نے کوئی ذکر نہیں کیا ۔

طناز : اسے ''طنز'' کی superlative degree یا تفضیل کل بتایا ہے ۔ 'طنز' کوئی صفت نہیں ہے کہ اس کی تفضیل کل ہو ۔ اپنے وزن کے لحاظ سے یہ اسم مبالغہ ہے ۔ لیکن عربی میں یہ بلا مبالغہ مسخرہ کے معنی میں مستعمل ہے ۔ چنانچہ ''المنجد'' میں اس کے معنی ''ساخر'' مذکور ہیں اس کے دوسرے معانی فارسی والوں کا تصرف و اضافہ ہیں ۔

طنازی : اسے بھی عربی بتایا ہے ۔ بشکل موجودہ یہ بھی فارسی ہے اور اس حیثیت سے اس کا الدراج ہونا چاہیے ۔ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر شامل کیا ہے ۔

طنبور : بفتح اول (tambur) عربی لفظ کی حیثیت سے درج ہے ۔ عربی میں یہ بالضم tumbur ہے ۔ جو فارسی ''تنبور'' کا معرب ہے ۔ فارسی میں ''تنبور'' البتہ بالفتح ہے ۔ چونکہ مولف نے اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ اس لیے اس کے مطابق اس کا تلفظ بھی

بالضم درج ہونا چاہیے ۔ عمدہ اور غیاث نے بضم اول ہی درج کیا ہے ۔ البتہ ''فرہنگ آصفیہ'' میں بالفتح مذکور ہے ، جو غلط ہے ۔

طنبی : بطور فارسی لفظ مرقوم ہے اور اس کے معنی 'سامنے سے کھلا کرسائی مکان' بتائے ہیں ۔

پلیٹس نے اسے عربی ظاہر کیا ہے اور ''طنب'' سے ماخوذ قرار دیا ہے اور ''تمبو'' کا مترادف ہے ۔

عربی میں ''طنب'' رسی یا ڈوری کو کہتے ہیں اور ''طنب'' کے کے معنی ''خیمہ'' ہیں ۔ جس کو ڈوریوں سے کس کر مضبوط کیا گیا ہو ۔ اس لیے یہ لفظ ''مطنب'' سے ماخوذ ہو سکتا ہے ۔ مگر اپنی موجودہ شکل میں اس کا عربی ، فارسی میں بھی ثبوت نہیں ملا ۔ اس صورت میں اگر یہ لفظ واقعی موجود ہےتو اسے اردو ہی سمجھا جائے گا اور اسی حیثیت سے اس کا اندراج ہوگا ۔

طولانی : عربی لفظ کی حیثیت سے درج ہے اور اس کے معنی length یا لمبائی بتائے گئے ہیں ۔

پلیٹس نے بھی اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ مگر اسے صفت قرار دے کر اس کے معنی ''لمبا'' بتائے ہیں ۔

اردو اور فارسی میں یہ لفظ واقعی بمعنی دراز مستعمل ہے ۔ مثلاً غالب کا مصراع ہے :

ع وہ بدخو اور میری داستان عشق طولانی

''بہار عجم'' میں طولانی بمعنی دراز درج کرنے کے بعد اس کی سند میں والہ ہروی اور محمد قلی سلیم کے اشعار پیش کیے گئے ہیں ۔
والہ ہروی کا شعر یہ ہے :

قلم بجنم سخن لب گزید یعنی بس
کہ دل نشیں نبود گفتگوئے طولانی

ان اسناد سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اردو اور فارسی میں "طولانی" بطور صفت بمعنی دراز مستعمل ہے ۔ جہاں تک عربی کا تعلق ہے تو عربی میں یہ لفظ موجود ہی نہیں ہے ۔ یہ فارسی والوں کا وضع کردہ ہے ۔ فارسی والوں نے "طول" سے صفت بنا لی ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج بھی فارسی لفظ کے طور پر ہونا چاہیے تھا ۔ مولف نے جو معنی لکھے ہیں ، وہ "طول" کے ہیں ۔ "طولانی" کے معنی لمبا ، دراز ہیں ۔ گویا مولف نے اس لفظ کے اندراج میں تین غلطیاں کی ہیں ۔ اول اس کی حرفی حیثیت غلط درج کی ہے ، دوم اس کے معنی غلط بیان کیے ہیں ، سوم عربی سے اس کی نسبت غلط ہے ۔

طیار : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کرکے "طیر" کی تفضیل کل (superlative degree) بتایا ہے اور "تیار" کا حوالہ دیا ہے ۔ یہ "طیر" کا اسم تفضیل نہیں ہے ۔ البتہ مبالغہ کے وزن پر ضرور ہے ۔ عربی میں ہوا باز اور منتشر کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ جہاں تک اس کے "تیار" کا مترادف یا متبادل ہونے کا تعلق ہے، تو اس پر مفصل بحث "تیار" کے تحت دیکھی جا سکتی ہے ۔ یہاں اس کا اعادہ تحصیل حاصل ہوگا ۔

طیاری : بطور عربی لفظ درج کرکے اس کے معنی Readiness اور preparation بتائے ہیں ۔ موجودہ صورت اور معنی میں یہ فارسی لفظ ہو سکتا ہے ۔ اگرچہ فارسی اور اردو میں ان معنی میں عموماً "تیاری" استعمال ہوتا ہے ۔ اسے عربی کہنا درست نہیں ہے ۔

(ظ)

ظلمی : بمعنی ستم گر وغیرہ عربی لفظ کے طور پر شامل ہے ۔ عربی میں "ظلمی" کا ثبوت نہیں ملا ۔ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔ مگر فارسی میں بھی اس کا سراغ نہیں ملا۔ ظاہراً یہ اردو لفظ ہے جو "ظلم" اور یائے فاعلی کے اضافے سے وضع کیا گیا ہے ۔ چنانچہ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔

بہرحال اس کو عربی ظاہر کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے ۔

ظنون : یہ لفظ بالضم (zunun) مرقوم ہے اور اس کے معنی ان الفاظ میں بیان ہوئے ہیں :

"1. Suspecting.

2. (Plur. of ظن) Thoughts, suspicions"

گویا یہ لفظ صفت بھی اور اسم بھی ۔ مگر مولف نے اسے صرف "اسم مذکر" ظاہر کیا ہے ۔ یہاں مولف نے دو مختلف المعنی الفاظ کو گڈ مڈ کر دیا ہے ۔ ظنون (zunun) بالضم تو واقعی "ظن" کی جمع ہے مگر بدگمان کے معنی میں یہ دوسرا لفظ بالفتح ظنون (zanun) ہے ۔ اس کے معنی بدگمان کے علاوہ ناقابل اعتماد اور اتنا گہرا کنواں جس کے متعلق یہ اندازہ نہ کیا جا سکے کہ اس میں پانی ہے یا نہیں ، بھی اس کے معانی ہیں ۔

مولف نے دو مختلف الحرکات اور مختلف المعانی الفاظ کو ایک سمجھ کر خلط مبحث کر دیا ہے ۔

(ع)

عاجزی : اس کا اندراج بھی عربی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ بصورت موجودہ یہ فارسی لفظ ہے ۔ جو ''عاجز'' پر ہائے مصدری کے اضافے سے بنایا گیا ہے ۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے فارسی ہی ظاہر کیا ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ''میں اسے اردو بتایا گیا ہے ۔ غالباً مولف ''فرہنگ آصفیہ'' نے اس کے اردو استعمال کو ملحوظ رکھا ہے ۔ کیونکہ فارسی میں اس کا استعمال غالباً نہیں ہوتا ۔ تاہم ترکیبی لحاظ سے اسے فارسی کہا جا سکتا ہے ۔

عارس : اسے عربی لفظ کی حیثیت سے درج کرنے کے بعد دکنی لفظ بتایا ہے اور ''عروس'' کا بدل قرار دیا ہے ۔ اگر ''عارس'' دکنی لفظ ہے تو پھر اسے عربی لفظ ظاہر کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے ۔ عربی میں ''عارس'' مستعمل نہیں ہے ۔ چنانچہ اس کا اندراج دکنی لفظ کے طور پر ہونا چاہیے تھا ۔

عاروس : یہ بھی ''عروس'' کا دکنی روپ ہے ۔ اس لیے اسے عربی لفظ کے طور پر درج کرنا درست نہیں ہے ۔

عاصم : اس کے تحت ''ابو عاصم'' کے معنی Barley broth یعنی آش جو بتائے ہیں ۔ یہ معنی درست نہیں ہیں ۔ ''صراح'' میں ''ابو عاصم'' کو ''ستو'' کی کنیت بتایا گیا ہے ۔ ''موید الفضلا'' میں بھی ''صراح'' کے حوالے سے ''ابو عاصم'' کے معنی سویق یعنی ستو بیان کیے گئے ہیں ۔ ستو اور Barley broth میں فرق ہے ۔

عالمیان : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا گیا ہے ۔ یہ فارسی قاعدے کے مطابق ''عالمی'' کی جمع ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' اور پلیٹس کی لغت میں بھی اس لفظ کو فارسی ظاہر کیا گیا ہے ۔

عامرہ : اس کے معنی ان الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں :

"Royal, imperial, abundant, rich, inhabited"

ان میں سے پہلے دو معنی یعنی "شاہی" محل نظر ہیں ۔

"عامرہ" تانیث ہے "عامر" کی ۔ جس کے معنی ہیں آباد کرنے والا، آباد ، سکونت رکھنے والا ۔ کنایتاً پر اور بھرپور کے لیے بھی آتا ہے ۔ مجازاً سانپ کو بھی کہتے ہیں ۔ جب یہ "خزانہ عامرہ" کی ترکیب میں "خزانہ" کی صفت کے طور پر آتا ہے تو اس کے معنی بھرپور خزانہ ہوتے ہیں اور اس سے شاہی خزانہ بھی مراد لیتے ہیں کہ وہ بھرپور ہوتا ہے ۔ لیکن تنہا "عامرہ" کے معنی "شاہی" نہیں ہیں ۔ مولف نے تنہا "عامرہ" کے معنی "شاہی" بتائے ہیں ، جو درست نہیں ۔ اگر "خزانہ عامرہ" کے معنی شاہی خزانہ بتاتے تو بات بن سکتی تھی ۔ مگر مولف نے ایسا نہیں کیا ۔

عباس : اس کے معنی ایک پودے کا نام بتائے ہیں ۔ کسی پودے کا نام تو "عباس" نہیں البتہ "گل عباسی" ضرور ہے ۔ اسی طرح ایک پتھر کا نام بھی "سنگ عباسی" ہے ۔ سیاہ رنگ کو بھی "عباسی" کہا جاتا ہے ۔ کیونکہ یہ خلفائے عباسیہ کا مخصوص رنگ تھا ۔

"عباس" کے لغوی معنی ترشرو اور تند مزاج ہیں ۔ شیر کو بھی اس کی تند مزاجی کے باعث عباس کہتے ہیں ۔ متعدد اشخاص کا نام بھی عباس ہے ۔ مگر مولف نے ان معانی میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا ، صرف ایک پودے کا نام بتانے پر اکتفا کیا ہے ۔ حالانکہ محض "عباس" کہنے سے یہ مفہوم متبادر نہیں ہوتا ۔

عجائب : اسے "عجیب" کی جمع بتایا ہے ۔ یہ "عجیب" کی نہیں بلکہ "عجیبہ" کی جمع ہے ۔

عجوبہ : عربی لفظ کے طور پر مرقوم ہے ۔ صحیح لفظ "اعجوبہ" ہے ۔ "المنجد" ، "صراح" ، "مفتاح اللغات" ، "فرہنگ عمید" اور "لغات سعیدی" میں "اعجوبہ" ہی درج ہے ۔ جس کی جمع "اعاجیب" بتائی

گئی ہے۔ ان میں سے کسی لغت میں "عجوبہ" درج نہیں ہے۔ پلیٹس نے "عجوبہ" بطور فارسی لفظ درج کیا ہے اور اسے عربی "اعجوبہ" کا بدل ظاہر کیا ہے۔ "بہار عجم" میں "عجوبہ" کو "اعجوبہ" کا مخفف قرار دیا گیا ہے۔ غرض کہ "عجوبہ" فارسی اور اردو میں تو مستعمل ہے۔ مگر عربی میں نہیں۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا۔

عرابہ: گاڑی کے معنی میں فارسی لفظ کی حیثیت سے مرقوم ہے۔ اکثر کتب لغت میں الف کے ساتھ "ارابہ" ہے۔ البتہ "بہار عجم" میں "عرابہ" موجود ہے۔ اس کی تعریف یوں کی گئی ہے: "بہاں "ارابہ" بالف و ایں رسم خط بعضے ست"۔ "بہار عجم" ہی میں "ارابہ" کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے: "بروزن قرابہ۔ گردون چوبی کہ بران بار کنند۔ و بعضے در رسم خط عرابہ بعین نویسند و ایں غلط عام ست۔ و صحیح "عرادہ بعین و دال مہملتین"۔

گویا مولف "بہار عجم" کے نزدیک "عرابہ" غلط العام ہے اور صحیح لفظ "عرادہ" ہے۔

"لغات سعیدی" میں چھکڑا، گاڑی کے معنی میں "عرابہ" درج ہے مگر اس وضاحت کے ساتھ کہ "اصل عرادہ" ہے۔

عمید نے "عرابہ" درج نہیں کیا، البتہ "ارابہ" گاڑی کے معنی میں شامل کیا ہے اور اس کے صحیح یا غلط ہونے کی کوئی صراحت نہیں کی۔ "غیاث اللغات" میں بھی "ارابہ" ہی مندرج ہے، غیاث نے "بہار عجم" کے مذکورہ بالا اندراج کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ برہان اور جہانگیری میں "غردہ" بغین معجمہ و دال مہملہ بمعنی گردون چوبی ہے۔ اس لیے "غرادہ" اس کا مزید علیہ ہو سکتا ہے۔ "برہان قاطع" میں عرابہ یا عرادہ شامل نہیں ہے، البتہ "غردہ" بمعنی ارابہ و گردون چوبی مرقوم ہے۔ حاشیہ نگار نے "منتہی الارب" کے حوالہ سے اسے "عرادہ" کا مصحف و مخفف قرار دیا ہے اور اس کے معنی منجنیق سے چھوٹا ایک آلہ جنگ بیان کیے ہیں۔ اور "ارابہ"

سے رجوع کرنے کی ہدایت کی ہے ۔ ''برہان قاطع'' میں ''ارابہ'' بمعنی گردون مندرج ہے ۔ اس کے متعلق حاشیہ نگار نے لکھا ہے کہ اس کا معرب ''عزبہ'' ہے ، جس کی جمع ''عربات'' ہے اور ''تفسیر الالفاظ الدخلیہ فی اللغتہ العربیہ'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس کی اصل یونانی لفظ arma ('رمہ) ہے ۔ جس کا پہلا حرف عین سے اور میم بائے موحدہ سے بدل گیا ، جس طرح ''مکہ'' ''بکہ'' میں تبدیل ہو گیا ۔ ابن بطوطہ نے یہ لفظ عربی میں شامل کیا ۔

اب ''عرادہ'' پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے تو بہتر ہوگا اور کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنے میں مدد ملے گی ۔

''فرہنگ عمید'' میں ''عرادہ'' عربی لفظ کے طور شامل ہے اور اس کے معنی 'منجنیق سے مشابہ آلۂ جنگ' جو پتھر پھینکنے کے کام آتا تھا ۔' بیان کیے ہیں ۔ یہی معنی ''غردہ'' کے ضمن میں ''عرادہ'' کے بیان ہو چکے ہیں ۔ ''المنجد'' سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ ''المنجد'' میں ''العرادہ'' کے معنی ''آلۃ حربیہ لرمی الحجارہ'' یعنی پتھر پھینکنے کا آلہ جنگ مذکور ہیں ۔ ''صراح'' میں بھی اس کے معنی منجنیق سے چھوٹا آلۂ جنگ بیان ہوئے ہیں ۔

ان تمام شواہد سے ''عرادہ'' کے معنی چھوٹی منجنیق متحقق ہو چکے ہیں ۔ اس لیے اسے گاڑی کے معنی میں عرابہ یا ارابہ کی اصل قرار دینا کسی طرح بھی درست نہیں ہے ۔

بعض اہل لغت کو عرابہ اور عرادہ کے مابین موجود صوتی مشابہت سے مغالطہ ہوا، اس لیے انھوں نے ''عرادہ'' کو ارابہ یا عرابہ کا ماخذ سمجھ لیا، کیونکہ ''عرابہ'' کا کوئی اور ماخذ سامنے نہ تھا۔ مگر وہ ایسا کرتے وقت معنوی فرق کو نظرانداز کر گئے ، جس کی وجہ سے صورت حال بہت پیچیدہ ہو گئی ۔ اسی طرح بعض لغت نویس ''غردہ'' سے دھوکا کھا گئے ۔ حالانکہ ''غردہ'' کوئی لفظ ہی نہیں ہے ۔ عربی میں ''غرد'' کا مادہ پرندوں کے چہچہانے کے معنی میں آتا ہے ۔ اس مادہ سے مشتق تمام الفاظ میں پرندہ یا چہچہاہٹ کا مفہوم پایا جاتا ہے،

سے رجوع کرنے کی ہدایت کی ہے ۔ "برہان قاطع" میں "ارابہ" بمعنی گردون مندرج ہے ۔ اس کے متعلق حاشیہ نگار نے لکھا ہے کہ اس کا معرب "عزبہ" ہے ، جس کی جمع "عربات" ہے اور "تفسیر الالفاظ الدخلیہ فی اللغتہ العربیہ" کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس کی اصل یونانی لفظ arma ('ارمہ) ہے ۔ جس کا پہلا حرف عین سے اور میم بائے موحدہ سے بدل گیا ، جس طرح "مکہ" "بکہ" میں تبدیل ہو گیا ۔ ابن بطوطہ نے یہ لفظ عربی میں شامل کیا ۔

اب "عرادہ" پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے تو بہتر ہوگا اور کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنے میں مدد ملے گی ۔

"فرہنگ عمید" میں "عرادہ" عربی لفظ کے طور شامل ہے اور اس کے معنی 'منجنیق سے مشابہ آلۂ جنگ' جو پتھر پھینکنے کے کام آتا تھا ۔' بیان کیے ہیں ۔ یہی معنی "غردہ" کے ضمن میں "عرادہ" کے بیان ہوچکے ہیں ۔ "المنجد" سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ "المنجد" میں "العرادہ" کے معنی "آلۃ حربیہ لرمی الحجارہ" یعنی پتھر پھینکنے کا آلہ جنگ مذکور ہیں ۔ "صراح" میں بھی اس کے معنی منجنیق سے چھوٹا آلۂ جنگ بیان ہوئے ہیں ۔

ان تمام شواہد سے "عرادہ" کے معنی چھوٹی منجنیق متحقق ہو چکے ہیں ۔ اس لیے اسے گاڑی کے معنی میں عرابہ یا ارابہ کی اصل قرار دینا کسی طرح بھی درست نہیں ہے ۔

بعض اہل لغت کو عرابہ اور عرادہ کے مابین موجود صوتی مشابہت سے مغالطہ ہوا ، اس لیے انھوں نے "عرادہ" کو ارابہ یا عرابہ کا ماخذ سمجھ لیا ، کیونکہ "عرابہ" کا کوئی اور ماخذ سامنے نہ تھا ۔ مگر وہ ایسا کرتے وقت معنوی فرق کو نظرانداز کر گئے ، جس کی وجہ سے صورت حال بہت پیچیدہ ہو گئی ۔ اسی طرح بعض لغت نویس "غردہ" سے دھوکا کھا گئے ۔ حالانکہ "غردہ" کوئی لفظ ہی نہیں ہے ۔ عربی میں "غرد" کا مادہ پرندوں کے چہچہانے کے معنی میں آتا ہے ۔ اس مادہ سے مشتق تمام الفاظ میں پرندہ یا چہچہاہٹ کا مفہوم پایا جاتا ہے ،

اس لیے اس سلسلے میں یہ لفظ خارج از بحث ہے اور "برہان قاطع" کے حاشیہ نگار کی یہ رائے بالکل صحیح ہے کہ "عرادہ" کا مصحف و مخفف ہے - بہرکیف "عرادہ" کا گاڑی کے معنی میں "ارابہ" یا "عرابہ" سے کوئی تعلق نہیں ہے - یہ الگ مختلف المعنی اور مختلف الماخذ لفظ ہے - یہاں بھی "برہان قاطع" کے حاشیہ نگار کی رائے صائب معلوم ہوتی ہے کہ اصلاً یہ یونانی لفظ "ارمہ" ہے ، جو الف اور میم کے تبدل سے عربی میں "عربہ" کی صورت میں رائج ہوا - اس کی تائید "المنجد" سے بھی ہوتی ہے - "المنجد" میں "عربہ" گاڑی یا سواری کے معنی میں موجود ہے اور اسے یونانی الاصل ظاہر کیا گیا ہے - چنانچہ یہی "عربہ" فارسی میں الف کے اضافے سے "عرابہ" اور پھر عین کے الف سے تبادل کے نتیجے میں "ارابہ" کی صورت میں رواج پا گیا - عمید نے بھی "عربہ" عربی لفظ کے طور پر گاڑی کے معنی میں درج کیا ہے اور اس کا فارسی متبادل "عربانہ" پایا ہے - مگر "عربانہ" کو شامل لغت نہیں کیا - دوسری فارسی کتب لغت سے بھی اس کی تصدیق نہیں ہوئی - "برہان قاطع" میں "عربالہ" موجود تو ہے مگر اس کے معنی 'دف و دائرہ' مذکور ہیں - ممکن ہے کہ "فرہنگ عمید" میں "عریالہ" سہو طباعت ہو ، جو "عرابہ" کی بجائے لکھا گیا ہو -

حاصل کلام یہ کہ عرادہ کا ارابہ یا عرابہ سے کوئی تعلق نہیں ہے - یہ اصلاً یونانی لفظ "ارمہ" ہے جو عربی میں "عربہ" اور فارسی میں عرابہ اور ارابہ کی صورت میں رائج ہے -

عرفا : اسے "عارف" کی جمع بتایا ہے - اگرچہ بعض لوگ ایسا ہی سمجھتے ہیں مگر "عرفا" جمع ہے "عریف" کی -

عریانی : اس کا اندراج عربی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے - بشکل موجودہ یہ فارسی لفظ ہے جو "عریاں" پر یائے مصدری فارسی کے اضافے سے تشکیل پایا ہے - اس لیے اسے فارسی سمجھا جائے گا - چنانچہ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے -

عزمت : اس کے معنی میں "عزم" کا حوالہ دیا ہے اور دوسرے معنی The divine decree درج کیے ہیں ، عربی کتب لغت سے ان معنی کی

توثیق نہیں ہوتی ۔ ''مفتاح اللغات'' میں اس کے معنی واجب و ثابت ، ضروری ، حق'' مذکور ہیں ۔

''المنجد'' میں اس کے معنی '' الحق و الواجب'' اور ''ثبات و صبر'' بیان ہوئے ہیں ۔

پلیٹس نے اس کے معنی حکم خداوندی کے علاوہ عزم و ارادہ اور واجب بھی بتائے ہیں ۔ مولف نے اسے صرف حکم خداوندی تک محدود کر دیا ۔ ''عزمت'' فرض اور واجب کے عمومی معنی کا حامل ہے ۔ یہ فرض خدا کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے اور کسی اور کی طرف سے بھی ۔ اس تخصیص و تحدید کے علاوہ اس لفظ کے دوسرے معنوی پہلو بھی مولف نے نظرانداز کر دیے ہیں ۔

عصّار : اسے ''عصر'' کی تفضیل کل (superlative degree) قرار دیا ہے ۔ یہ اسم تفضیل نہیں ہے ، البتہ ''فعال'' کے وزن پر ہے جو مبالغہ کا وزن بھی ہے ۔ مگر ضروری نہیں کہ ہر لفظ جو ''فعال'' کے وزن پر ہو ، اسم مبالغہ ہی ہو ۔ عربی میں پیشہ وروں کے نام بھی ''فعال'' کے وزن پر آتے ہیں ، جن میں مبالغہ کا شائبہ تک نہیں ہوتا ، مثلاً حلاج ، نداف ، صراف ، سرراج ، نجار ، و علٰی ہذالقیاس ۔ ''عصار'' بھی اس قبیل سے تعلق رکھتا ہے ۔ چنانچہ ''عصار'' روغن گر کے معنی میں اسم مذکر ہے ۔ پلیٹس نے اسے اسم مذکر کے طور پر درج کیا ہے اور یہی درست ہے ۔ ''المنجد'' اور ''صراح'' میں یہ لفظ شامل نہیں ہے ۔ مگر عربی اور فارسی کی بعض دوسری کتب لغت میں موجود ہے ۔

عطّاری : یہ عربی لفظ کے طور پر مندرج ہے ۔ لیکن یہ بھی اسی اسم کے دوسرے الفاظ کی مانند بشکل موجودہ فارسی لفظ ہے ، جو فارسی قاعدہ سے ''عطار'' پر یائے مصدری کے اضافے سے وجود میں آیا ہے ۔ چنانچہ اس کا اندراج اسی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔ پلیٹس نے بجا طور پر اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔

علاوہ : بفتح اول کے معنی Besides, more over بتائے ہیں ۔ ان معنی میں علاوہ بالفتح نہیں بلکہ علاوہ بالکسر ہے ۔ ''علاوہ'' بفتح عین کے

حقیقت یہ ہے کہ یہ اپنے موجد "عمار" سے منسوب ہے۔ "بہار عجم" "برہان قاطع" اور "غیاث اللغات" سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس کے معنی ہودج اور کجاوہ کے علاوہ تابوت بھی ہیں ۔ فارسی میں "عمار" بھی مستعمل ہے۔ "برہان قاطع میں" "عمار" کو عماری کا مترادف قرار دیا ہے مگر مولف "بہار عجم" کے خیال میں یہ زین اور لگام کے معنی میں ہے۔

ترکیبی لحاظ سے تو "عماری" واقعی عربی لفظ ہے ، مگر عربی میں اس کا استعمال ثابت نہیں ، البتہ فارسی میں مستعمل ہے۔ اس لحاظ سے اسے فارسی لفظ سمجھا جائے گا۔ "لغات سعیدی" میں اس کا اندراج عربی فارسی مرکب لفظ کے طور پر ہوا ہے۔

عموم : بالفتح بطور صفت درج ہے اور اس کے معنی ان الفاظ میں مذکور ہیں :

"Common, general, universal"

حقیقت یہ ہے کہ "عموم" بالضم ہے اور صفت نہیں۔ عربی میں یہ بطور مصدر مستعمل ہے اور فارسی اور اردو میں بطور اسم۔ اس کے معنی ہیں عالم ہونا ، سب کے لیے ہونا ، سب کا احاطہ کرنا۔ صفت کے طور پر "عمومی" استعمال ہوتا ہے۔ بطور متعلق فعل عموماً اور بالعموم استعمال کرتے ہیں۔

عیّاری : بطور عربی لفظ مندرج ہے۔ بصورت موجودہ یہ عربی نہیں بلکہ فارسی ہے جو بقاعدہ فارسی عیار پر یائے مصدری کے اضافے سے بنا ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" اور پلیٹس کی لغت میں اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے۔

عیاشی : اس کا بھی یہی حال ہے۔ یہ لفظ بھی ترکیبی اور معنوی لحاظ سے فارسی ہے ، مگر مولف نے اسے عربی ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر شامل کیا ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں تو اسے اردو لفظ ظاہر کیا گیا ہے۔

عیدی : یہ بھی بطور عربی لفظ درج ہے ، ترکیبی لحاظ سے تو یہ عربی ہی ہے۔ لیکن اس صورت میں یہ صفت نسبتی ہوگی بمعنی عید سے

متعلق ۔ عید کے تحفہ یا انعام کے معنی میں یہ عربی میں مستعمل نہیں ہے ۔ ان معنی میں یہ فارسی اور اردو میں البتہ استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے ، مگر ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے اردو لفظ ظاہر کیا گیا ہے ۔ اگر ان معنی میں اس کا استعمال صرف اردو تک محدود ہوتا تو اسے اردو لفظ قرار دیا جا سکتا تھا ۔ لیکن ان معنی فارسی میں اس کا استعمال ثابت ہے ۔ ''فرہنگ عمید'' میں یہ لفظ ان معنی میں موجود ہے ۔ ''بہار عجم'' میں بھی شامل ہے اور اس کی سند میں علی خراسانی کا یہ شعر بھی مندرج ہے :

بغیر حلقۂ جوشن چو عیدی اطفال
ندیدہ اند خلائق بدست خویش درم

''لغات سعیدی'' میں بھی اسے فارسی ظاہر کیا گیا ہے ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لفظ ''فارسی'' میں مستعمل تھا اور ہے اور فارسی سے اردو میں آیا ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر مناسب ہے ۔

عیش : عربی لفظ کے طور پر مرقوم ہے اور اس کے معنی pleasure اور delight بتائے ہیں ۔ اگرچہ اس لفظ کے عربی ہونے میں تو کوئی کلام نہیں ، لیکن ان معنی میں یہ عربی میں استعمال نہیں ہوتا ۔ عربی میں اس کے معنی ہیں زندگانی ، خوراک سامان یا ضروریات زندگی ۔ البتہ فارسی اور اردو میں یہ خوشی ، شادمانی ، عشرت اور آسودگی کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ چنانچہ ''بہار عجم'' میں اس کے تمام معنوی پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے بیان ہوا ہے : ''بالفتح زندگانی کردن و زندگانی و فارسیان بمعنی خوشی و نشاط بالفظ کردن و تراویدن استعمال نمایند'' ۔ اس لیے ان معنی میں اسے فارسی سمجھنا چاہیئے ۔ اگر مولف اس لفظ کے اصلی اور لغوی معنی درج کر کے فارسی اور اردو میں مروج معنی اس صراحت کے ساتھ درج کرتے تو اس کے عربی لفظ کی حیثیت سے اندراج کا جواز ہو سکتا تھا ، مگر مولف نے اصلی معنی سے اعتنا ہی نہیں کیا ۔ ایسی صورت میں عربی لفظ کے طور پر اس کا اندراج مغالطہ انگیز ہے ۔

عینک : اسے بھی عربی لفظ بتایا ہے ۔ یہ عربی ''عین'' اور فارسی کاف تصغیر کے اشتراک سے بنا ہے ۔ چنانچہ اپنی ہیئت ترکیبی اور معنی کے لحاظ سے یہ فارسی لفظ ہے ۔ چنانچہ اکثر کتب لغت میں اسے فارسی لفظ کے طور پر شامل کیا گیا ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے عربی اور فارسی کا مرکب ظاہر کیا گیا ہے ۔ بہرحال اس کا اندراج خالص عربی لفظ کی حیثیت سے درست نہیں ہے ۔

شیکسپئر کی لغت میں اس نوع کی ناہمواریاں بکثرت پائی جاتی ہیں ۔ اگر اس لغت کے مولفین احتیاط سے کام لیتے تو ان سے بچنا مشکل نہ تھا ۔

(غ)

غاریقون : اسے یونانی لفظ کی حیثیت سے شامل لغت کیا ہے۔

اگرچہ یہ اصلاً یونانی ہے۔ یونانی میں agarikon ہے اور "غاریقون" اس کا معرب ہے۔ اس اپنی بصورت موجودہ اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر ہونا چاہیئے ، البتہ اس کی اصل کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔

غُدُد : بضمتین (ghudud) مرقوم ہے مگر عربی میں اس کا صحیح تلفظ بضم اول و فتح ثانی ghudad ہے ، جو "غدہ" کی جمع ہے۔ اردو میں یہ "غدود" (ghadud) کی صورت میں مستعمل ہے ، مگر مولف نے اردو صورت شامل لغت ہی نہیں کی۔ صرف عربی کے طور پر درج کیا ہے اور وہ بھی غلط تلفظ کے ساتھ۔ پلیٹس نے اسے صحیح تلفظ کے ساتھ درج کرکے "غدد" بضمتین کو عامیانہ قرار دیا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کا عامیانہ تلفظ کم از کم اردو کی حد تک غدد (ghudud) نہیں بلکہ "غدود" (ghadud) ہے "فرہنگ آصفیہ" میں "غدد" کے تحت یہ وضاحت موجود ہے کہ "عوام 'غدود' بولتے ہیں"۔ بہرحال عربی میں یہ "غداد" ghudad ہے اور اردو میں "غدود" (ghadud) اور اردو میں یہ بطور واحد مستعمل ہے۔ مولف نے ایسی کسی صراحت کی ضرورت محسوس نہیں کی ، جس کے باعث الجھن پیدا ہوتی ہے۔

غدیر : (ghadir) کے معنی ان الفاظ میں مندرج ہیں :

"1. Dcietful, not to be trusted to,

2. A lake or pool ..."

تالاب وغیرہ کے معنی میں تو یہ لفظ درست ہے ، مگر فریبی اور ناقابل اعتماد کے معنی میں صحیح نہیں ہے۔ ان معنی میں یہ دوسرا لفظ

ہے۔ "غدیر" (ghiddir) جس کے معنی کثیر الغدر یا بہت بیوفا ہیں۔ مولف نے دونوں لفظوں کو ایک سمجھ کر خلط مبحث پیدا کر دیا، جس کی وجہ سے یہ الجھن پیدا ہوئی۔

غُرّاز : (ghurraz) چڑچڑا، متکبر اور دلیر کے معنی میں عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اسے "غرز" سے ماخوذ قرار دیا ہے۔

عربی میں "غرز" کے معنی ہیں: چمڑے کی رکاب، وہ شاخ جس کا دوسری شاخ میں پیوند لگایا جائے۔ بطور مصدر اس کے معنی ہیں: گاڑنا، چبھونا، رکاب میں پاؤں ڈالنا۔ حکم عدولی کے بعد مان لینا۔ یہ لفظ اونٹنی وغیرہ کا دودھ کم ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ ظاہر ہے ان معانی کا مولف کے مندرجہ معانی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ علاوہ بریں اس مادے سے عربی میں "غراز" کا بھی سراغ نہیں ملتا۔

یہ دراصل فارسی لفظ "گراز" بہ تخفیف رائے مہملہ (guraz) کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ فارسی میں "گراز" کے معنی جنگلی سؤر ہیں اور کنایتاً متعدد معانی میں مستعمل ہے، جن میں بہادر، دلیر اور ظالم کے معنی بھی شامل ہیں۔

پلیٹس کی بھی یہی رائے ہے۔ پلیٹس نے اسے بہ تخفیف رائے مہملہ درج کرکے بہ تشدید رائے مہملہ کو عامیانہ قرار دیا ہے۔

بہرحال یہ فارسی لفظ ہے اور اس کا صحیح املا "گراز" ہے۔ عربی سے اس کا دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ اگر کسی نے اردو میں بگاڑ کر "غراز" استعمال کیا ہو تو اس صورت میں اسے اردو لفظ کے طور پر درج کیا جا سکتا ہے۔ عربی سے اس کا رشتہ جوڑنے کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔ مولف کا اسے عربی ظاہر کرنا سخت گمراہ کن ہے۔ فارسی میں غرش، غرس اور غراش۔ البتہ خشم، غضب، تندی اور تند خوئی کے معنی میں مستعمل ہیں۔ ممکن ہے کہ "غراز" "غراش" ہی کی بگڑی ہوئی صورت ہو۔ جو لفظی اور معنوی تصرفات کے بعد وجود میں آئی ہو۔ ایسی صورت میں بھی اسے فارسی الاصل قرار دیا جائے گا اور بصورت موجودہ اسے اردو لفظ سمجھا جائے گا، بشرطیکہ اردو میں اس کا استعمال ثابت ہو سکے۔

غُرّازی : اس کا اندراج بھی عربی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے - اس سے پہلے ''غراز'' پر مفصل بحث ہو چکی ہے - جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا عربی سے کوئی تعلق نہیں ہے - ایسی صورت میں ''غرازی'' کا عربی سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے - ''غرازی'' تو ترکیبی لحاظ سے بھی عربی نہیں ہے - اس کے اردو میں استعمال کا ثبوت ملنے پر اس کا اندراج اردو لفظ کے طور پر ہو سکتا ہے - ورنہ بصورت موجودہ یہ عربی ہے نہ فارسی -

غرایب : اسے ''غریب'' کی جمع بتایا ہے - یہ غریب'' کی نہیں بلکہ ''غریبہ'' کی جمع ہے ''غریب'' کی جمع ''غربا'' ہے - جو مشہور ہے -

غرفش : (ghurfish) عربی لفظ کے طور پر درج ہے - یہ بصورت موجودہ اردو لفظ ہے ، جو فارسی ''غرش'' کا مورد ہے - اس لیے ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے اور اسے فارسی ''غرش'' کا بگاڑ قرار دیا ہے - پلیٹس نے اگرچہ اسے فارسی لفظ کے طور پر شامل کیا ہے - مگر اسے ''غروش'' یا ''غراش'' کا بدل بتایا ہے اور غرویدن سے ماخوذ بتا کر ''غرش'' کا مترادف قرار دیا ہے -

بہرحال اس کی اصل ''غرش'' ہی ہے اور بصورت موجودہ یہ اردو لفظ ہے - اس لیے اس کا اندراج بھی اردو لفظ کے طور پر ہونا چاہیے - عربی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے -

غریز : فارسی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی : Clemency اور forbearance مندرج ہیں -

''برہان قاطع'' میں یہ لفظ ان معنی میں مرقوم ہے - مگر فارسی کی دوسری کتب لغت سے اس کی تائید نہیں ہوتی -

پلیٹس نے اسے عربی ''غریزہ'' کی تخفیف قرار دیا ہے -

''لغات سعیدی'' میں بھی ''غریز ، غریزت'' متبادلات کے طور پر اکٹھے درج ہیں - اسی صورت میں یہ لفظ عربی قرار پائے گا -

مگر عربی میں اس کے معنی سرشت اور طبیعت ہیں - اس کی صفت نسبتی ''غریزی'' اردو اور فارسی میں زیادہ مستعمل ہے - چنانچہ اصلاً

یہ عربی لفظ ہے اور اس کے معنی طبعیت و سرشت ہیں ۔ نرمی و تحمل کے معنی مجازی قرار دیے جا سکتے ہیں ۔

غربن : (gharin) فارسی لفظ کے طور پر بمعنی جنگل اور نیستان مرقوم ہے ۔ "غربن" کوئی لفظ نہیں ہے ۔ یہ دراصل عربی لفظ عرین (Arin) کی تصحیف ہے ۔ عربی میں "عرین" بمعنی جنگل ، بیشہ ، نیستان ، جایگاہ شیر و کفتار و گرگ ہے ۔

"المنجد" میں عرین کے معنی "جماعۃ الشجر اور الشوک" یعنی درختوں اور جھاڑیوں کا جھنڈ مذکور ہیں اور "عرینہ" کے معنی "ماوای الاسد والضبع و الحیہ و الذئب" یعنی شیر، کفتار، سانپ اور بھیڑیے کا ٹھکانا، مرقوم ہیں ۔

"صراح" میں "عرین اور عرینہ" بمعنی جائے شیر بمعنی بیشہ و درختستان مندرج ہیں ۔ ان شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ صحیح لفظ "عرین" عین مہملہ سے ہے اور یہ عربی لفظ ہے غین معجمہ سے 'غرین' اس کا مصحف ہے اور غلط ہے ۔

ایسے اندراجات سخت گمراہ کن ثابت ہوتے ہیں اور بسا اوقات حقیقت معلوم ہونا بہت دشوار ہو جاتا ہے ۔ انسان ایسا بھٹکتا ہے کہ منزل سے دور ہوتا چلا جاتا ہے ۔

غفس : (ghafas) عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی ان الفاظ میں بیان کیے ہیں :

"Thick, close, (as cloth) compact, substantial"

عربی میں "غفس" کا سراغ نہیں ملا ۔ "غیاث اللغات" میں "غفس" تو نہیں البتہ "غفص" ان معنی میں درج ہے ۔ مگر ساتھ ہی یہ وضاحت بھی مندرج ہے کہ یہ لفظ مستند کتب لغت میں موجود نہیں ہے اور اسے فارسی "گبز" سے ماخوذ قرار دیا ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں "غفس" تو نہیں البتہ "غفص" موجود ہے اور اسے "گپس" کا معرب قرار دیا ہے ۔ مگر عربی میں یہ لفظ ان معنی میں مستعمل نہیں ہے اور نہ فارسی میں "گپس" کا ثبوت ملا ہے پلیٹس نے "غفس" فارسی لفظ کے طور پر درج کرکے اس کی اصل "گبز" بتائی ہے ۔

حقیقت وہی ہے جو غیاث نے بیان کی ہے کہ ان معنی میں یہ لفظ کسی مستند لغت میں موجود نہیں ہے ۔ اس کی اصل "گبز" ہی ہے ۔ جس سے تعریب کے انداز میں غفس یا غفص بنا لیا گیا ہے ۔ غالباً یہ بھی متعربین کی بدعات سیئہ میں سے ایک ہے ۔ ورنہ فارسی اور عربی میں ان معنی میں اس کا ثبوت نہیں ملتا ۔ اس کا شمار فارسی کے غلط العوام الفاظ میں کیا جا سکتا ہے ۔

غلطی : اسے عربی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے ۔ عربی میں "غَلَط" ہے اور فارسی میں عموماً "غَلَط" ہی استعمال ہوتا ہے ۔ مگر اردو میں "غ۔ل۔ط" بطور صفت بمعنی نا درست مستعمل ہے ۔ اس لیے اس پر یائے مصدری بڑھا کر اسم کیفیت بنا لیا گیا ہے ۔

"غالب" نے فارسی ترکیب میں "غلطی ہائے مضامین" استعمال کیا ہے ۔ غالب کی فارسی دانی میں کلام نہیں ہے ۔ غالب نے بھی "غلط" بمعنی نا درست تصور کرکے یائے مصدری کا اضافہ کیا ہے ۔ گویا غالب کے نزدیک "غلطی" فارسی میں بھی جائز ہے ۔ فارسی میں اگرچہ عموماً "غلط" سہو و خطا کے معنی میں مستعمل ہے ۔ مگر بعض اوقات نادرست کے معنی میں بطور صفت بھی استعمال ہوتا ہے ۔

اس لیے غالب نے "غلطی" استعمال کیا ہے ۔ بہرحال "غلطی" کو فارسی سمجھا جائے یا اردو ، بصورت موجودہ عربی نہیں قرار دیا جا سکتا ۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی یا اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا ۔ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر شامل کیا ہے ۔ مگر "فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو لفظ ظاہر کیا گیا ہے ۔

غلیل : اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ غالباً اسی کی تقلید میں فیلن اور پلیٹس نے بھی اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے کیا ہے ۔ فارسی میں یہ لفظ نہیں ملا ۔ عربی میں ایک لفظ غلیل (بالفتح) موجود تو ہے ۔ مگر اس کے معنی ہیں ۔ پیاس ، سینے کی جلن ، بغض اور کینہ ظاہر ہے کہ اس کا تعلق اس غلیل سے نہیں ہے جو pellet bow کے معنی میں اردو میں مستعمل ہے ۔

"بہار عجم" میں ان معنی میں "غلولہ کمان" مندرج ہے ۔ جس کے معنی :

"کمالیکہ بہند غلیل گویند" مرقوم ہیں ۔ اس الدراج سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں کہ "غلیل" اردو یا ہندی لفظ ہے ، جسے فارسی میں "غلولہ کمان" کہتے ہیں ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں "غلیل" کا الدراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے اور یہی درست ہے ۔

غلیلا ، غلیلہ : ان الفاظ کا الدراج بھی فارسی الفاظ کے طور پر ہوا ہے ۔ مگر پلیٹس کی لغت میں اسے ہندی اور "فرہنگ آصفیہ" میں اردو لفظ ظاہر کیا گیا ہے ۔ یہ درست ہے ۔ فارسی میں ان معنی میں غلولہ یا کلولہ آتا ہے ۔ جس کو اردو والوں نے غلیلا بنا لیا ۔ اردو میں اس کا مخفف "غلہ" بھی مستعمل ہے ۔ مگر مولف نے اس کا ذکر نہیں کیا ۔ اردو کی دوسری کتب لغت میں "غلہ" موجود ہے ۔

غمازی : اسے عربی ظاہر کیا گیا ہے ۔ بصورت موجودہ یہ عربی نہیں ۔ بلکہ فارسی لفظ ہے ، جو عربی "غماز" پر فارسی قاعدے کے مطابق یائے مصدری کے اضافے سے تشکیل کیا گیا ہے ۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ اس کا الدراج فارسی لفظ کی حیثیت ہی سے ہونا چاہیے تھا ۔ اس صورت میں یہ عربی میں مستعمل نہیں ہے ۔

غنڈہ : اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کرکے اس کی تشریح یوں کی گئی ہے :

> "ghunda (for غندہ ghunda, A large elephant) s.m. A fop"

اس الدراج سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ "غنڈہ" کی اصل "غندہ" ہے ، جس کے معنی ہیں بڑا ہاتھی اور "غنڈہ" کے معنی ہیں "زنخا" ۔

یہ تمام مزعومات غلط ہیں ۔ ایک عام پڑھا لکھا شخص بھی جانتا ہے کہ "ڈ" (دال ثقیلہ) کا فارسی زبان میں وجود نہیں ہے ۔ مگر مولف نے اس کے باوجود اس لفظ کو فارسی ظاہر کیا ہے ۔ اب آئیے اس کی

اصل کی طرف ۔ مولف کے نزدیک اس کی اصل "غندہ" ہے ، جس کے معنی بڑا ہاتھی ہیں ۔ مولف کے اس دعویٰ کی تائید بھی مستند فارسی کتب لغت سے نہیں ہوتی ۔

"فرہنگ عمید" میں "غندہ اور غند" متبادلات کے طور پر اکٹھے درج ہیں اور ان کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے : "ہر چیز پیچیدہ و گلولہ شدہ ۔ پنبہ گلولہ شدہ ۔ پنبہ زدہ شدہ کہ آن را برای رشتن گلولہ کردہ باشند ، غندہ و باغند و باغندہ و پاغند غندش و کندش و پنجک و پندک و پندش و پنجش نیز گفتہ اند ۔ بمعنی عنکبوت ہم گفتہ شدہ"۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر پیچ دار اور گولے کی شکل کی چیز روئی کا گولہ ، دھنکی ہوئی روئی جس کا توھنے کے لیے گولا بنا لیا گیا ہو ۔ نیز لکڑی کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے"۔

"برہان قاطع" میں "غندہ" کی تعریف یوں کی گئی ہے :

"بضم اول بروزن عمدہ ۔ بمعنی غندش است کہ پنبہ گرد و گلولہ کردہ شدہ باشد ۔ و گلولہ خمیر نان را ہم میگویند ۔ و بمعنی جمع کردہ شدہ و فراہم آمد باشد مطلقاً ۔ و نوعی از عنکبوت را ہم گفتہ اندکہ زہر دار و گزندہ میباشد و عرباں رتیلا خوانندش ۔ و افیر را نیزگویند کہ برادر کوچک کرلا است"۔

مطلب یہ کہ "غندہ" کے معنی گول یا گولہ بنائی ہوئی روئی ہیں ۔ روئی کے خمیر کے پیڑے کو بھی کہتے ہیں ۔ مطلقاً جمع کیا ہوا یا اکٹھا کیا ہوا کے معنی میں بھی ہے ۔ ایک قسم کی لکڑی کو بھی کہتے ہیں ۔ جو زہر میں ہوتی ہے اور کاٹتی بھی ہے ۔ جسے عرب رتیلا کہتے ہیں ۔ لفیر کو بھی کہتے ہیں ۔

مکڑی کے معنی میں حاشیہ نگار نے "لغت فرس" کے حوالے سے لکھا ہے :

"غندہ ۔ عنکبوت بزرگ بود کہ مردم را بگزد" یعنی بڑی مکڑی جو لوگوں کو کاٹتی ہے ۔ اس کی سند میں کسائی مروزی کا یہ شعر

درج ہے :

می تند گرد سرای و در تو غنده گنون
باز فرداش ببیں برتن تو تار تنان

نفیر کے معنی میں حاشیہ نگار نے ''غندرود'' اور ''غنده رود'' کا حوالہ دیا ہے ۔ ''غنده رود'' کے معنی یوں درج ہوتے ہیں :

''بروزن سرمہ سود بمعنی غندرود است کہ نفیر برادر کوچک کرنا باشد ۔ گویند در زمان قدیم آن را بجہت جمع آمدن گرد شدن مردم مینواختہ اند و وجہ تسمیہ آن ہم ساز جمعیت است چہ غنده بمعنی جمع و فراہم آمده ، و رود ساز را گویند''۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے معنی نفیر ہیں ۔ کہتے ہیں کہ قدیم زمانے میں لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لیے اس کو بجاتے تھے اور اس ساز کی وجہ تسمیہ جمعیت (اکٹھا ہونا) ہے ۔کیونکہ غنده جمع یا اکٹھا کے معنی میں آیا ہے اور رود ساز کو کہتے ہیں'' ۔

ان تمام شواہد سے ثابت ہوتا ہیں کہ ''غنده'' کے معنی گولہ ، گول چیز ۔ اکٹھا ، زہریلی مکڑی اور نفیر ہیں ۔ کہیں بھی اس کے معنی بڑا بالکل مذکور نہیں ہیں ۔ اگر بفرض محال یہ معنی ہوں تو بھی ''غنده'' سے ان معنی کا کوئی تعلق نہیں ہے ۔ ''غنده'' کے معنی اور ''غنده'' کے معنی میں بعد المشرقین ہے ۔

اب ایک نظر اگر بلیئس کے بیان کردہ ماخذ ''گنده'' پر بھی ڈال لی جائے تو مناسب ہوگا ۔ کیونکہ اس طرح بات صاف ہو جائے گی اور شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے گی ۔
''فرہنگ عمید'' کا اندراج حسب ذیل ہے :

'' گنده : (بضم کاف و فتح دال) بزرگ ، کلان ، ضد کوچک ۔ بمعنی گلولہ خمیرو گلولہ ۔پنبہ ده بمعنی کوفتہ کہ خوراک معروف است نیز گفتہ شده''۔

یعنی اس کے معنی بڑا ، چھوٹے کی ضد ہیں ۔ خمیر اور روئی کا گولہ اور مشہور کھانے کی چیز کوفتہ بھی ہے ۔

اس ضمن میں "برہان قاطع" نے یوں تشریح کی ہے :

"گندہ ۔ بضم اول و فتح ثالث ۔ معروف است کہ در مقابل باریک باشد ۔ وہ کوفتہ بزرگی را نیز گویند کہ از گوشت سازند و در شلہ پلاو و آش اندازند ۔ و گلولہ کہ از خمیر بجہت یک نہ نان کنند ۔ و گرہی کہ از بدن برآید و درد نکند و بعربی ثوء لول خوانند۔ ۔ ۔"

یعنی "گندہ" باریک کی ضد (موٹا) کے معنی میں ہے ۔ بڑے کوفتے کو بھی کہتے ہیں جو شلہ پلاو اور شوربا میں ڈالتے ہیں ۔ روٹی میں ڈالنے کے خمیر کے پیڑے کو بھی کہتے ہیں ۔ بدن سے نکلنے والی گرہ یا گلٹی کو بھی کہتے ہیں ۔ جس میں درد نہیں ہوتا ۔ جس کو عربی ثؤلول کہتے ہیں"۔

گویا "گندہ" کے معنی ہیں موٹا ، کوفتہ ، خمیر کا پیڑا اور گلٹی ۔ ان معنی کا بھی کوئی تعلق اردو میں مروج "غنڈہ" کے معنی سے نہیں ہے ۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ "غنڈہ" کا خواہ مخواہ فارسی سے رشتہ جوڑنے کی کوشش محض سعی رائیگاں بلکہ گمراہ کن ہے ۔ یہ خالص اردو لفظ ہے ۔ اس لحاظ سے اس کا صحیح املا غنڈا بلکہ گنڈا ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" "غنڈا" اردو لفظ کی حیثیت سے درج ہے اور یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ "گنڈا زیادہ بولتے ہیں"۔

مولف نے اس کے معنی "A fop" لکھے ہیں ۔ پلیٹس نے بھی غالباً اس کی تقلید میں یہی معنی نقل کر دیے ہیں ۔

"fop" کے معنی "لانگ مین ڈکشنری آف کنٹمپریری انگلش" میں یوں مذکور ہیں ؛

"a man who takes womanish interest in fine clothes"

یعنی "وہ مرد جو عورتوں کی طرح عمدہ کپڑوں میں دلچسپی رکھتا ہو" اردو میں ایسے شخص کو "زنخا" کہتے ہیں ، جو عورتوں کی وضع پسند کرتا یا اپناتا ہو ۔ اردو میں غنڈا یا گنڈا یا مولف کے املا کے مطابق "غنڈہ" کے معنی ہیں بدمعاش ، لچا ، بد وضع ، بد چلن ، بھڑوا ، دھالدلیا وغیرہ ۔

ان معنی کا fop کے معنی سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔

حاصل کلام یہ کہ مولف نے "غنڈہ" کا نہ صرف ماخذ غلط بیان کیا ہے ، بلکہ اس کے معنی بھی غلط بتائے ہیں ۔ چنانچہ مولف کا اندراج سراسر غلط ، مغالطہ انگیز اور گمراہ کن ہے ۔

غنیم : عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معنی دشمن ، بیری ، مخالف اور لٹیرا بیان کیے ہیں ۔ اردو کی قریباً سبھی کتب لغت میں اسے عربی لفظ کی حیثیت سے درج کر کے کم و بیش یہی معنی بیان کیے گئے ہیں ۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اردو میں یہ لفظ ان ہی معنی میں مستعمل ہے ۔ چونکہ اس لفظ کو عربی لفظ کی حیثیت سے درج کیا گیا ہے (جیسا کہ یہ ہے) ۔ اس لیے اس سے بظاہر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ عربی میں بھی اس کے وہی معنی ہوں گے ، جو اردو میں ہیں ۔ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے میں یہ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ عربی میں غنیم اور غنیمہ یا غنیمت متبادل و مترادف الفاظ ہیں اور معنی ہیں لوٹ کا مال ۔

"صراح" میں تو غنیم موجود ہی نہیں ، صرف "غنیمہ" مذکور ہے ۔ "المنجد میں ان کو متبادل الفاظ کے طور پر درج کیا گیا ہے ۔ چنانچہ "المنجد" کا اندراج یوں ہے : "و الغنیم و الغنیمہ ۔ ج غنائم : ما یوخذ من المحارب عنوہ" یعنی وہ مال جو لڑنے والوں سے حاصل کیا جائے ۔

اس کی تائید "فرہنگ عمید" سے بھی ہوتی ہے ۔ عمید نے "غنیم" کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے : "آنچہ در جنگ از دشمن گرفتہ شود ۔ سود و فایدہ" یعنی جو جنگ میں دشمن سے حاصل کیا جائے ۔ سود اور فائدہ ۔"

مگر اردو میں ایسا نہیں ہے ۔ اردو میں "غنیمت" کو لوٹ کے مال یا جنگ میں دشمن سے حاصل ہونے والے مال کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے مگر "غنیم" کو بطور صفت دشمن اور لوٹنے والا کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ یہ اردو والوں کا تصرف ہے ۔ جس طرح سلامت اور غلط کو اسم کیفیت کی بجائے بطور صفت استعمال

کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ لفظ عربی ہوتے ہوئے بھی اردو میں مروجہ معنی میں عربی نہیں ہے۔ اس کے اندراج کی دو ہی صورتیں مناسب ہو سکتی ہیں کہ یا تو اسے عربی لفظ کے طور پر درج کر کے اس کے اصلی معنی بیان کیے جائیں اور بعد میں اس صراحت کے ساتھ اردو معنی بتائے جائیں کہ یہ اردو کا تصرف ہے۔ یا پھر ان معنی میں اسے اردو لفظ کی حیثیت سے درج کر کے یہ وضاحت کر دی جائے کہ عربی میں یہ غنیمت کا متبادل ہے۔

غواصی : غوطہ خوری کے معنی میں اس لفظ کا اندراج عربی لفظ کے طور پر کیا گیا ہے۔ بشکل موجودہ یہ عربی نہیں بلکہ فارسی ہے، جو عربی لفظ ''غواص'' بمعنی غوطہ خور پر بقاعدہ فارسی یائے مصدری کے اضافے سے وضع کیا گیا ہے۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے عربی فارسی کا مرکب لفظ ظاہر کیا گیا ہے اور پلیٹس نے اسے فارسی لفظ ظاہر کیا ہے۔

غیار : بالکسر (ghiyar) عربی لفظ کے طور پر درج ہے۔ اس کے معنی ان الفاظ میں بیان ہوئے ہیں :

"Benefitting, providing goods for sale or use, a badge to distinguish soldiers or sectaries."

یہ تشریح ناقص ہے۔ مفید کے معنی میں ''غیار'' کا کسی لغت میں ثبوت نہیں ملا۔ جہاں تک مال برائے فروخت یا استعمال فراہم کرنے والا کے معنی کا تعلق ہے، تو صرف ''مفتاح اللغات'' میں ان معنی کا اشارہ ملتا ہے۔ ''مفتاح اللغات'' کا اندراج حسب ذیل ہے :

''غیار (ن) آفتاب کا غروب ہونا۔ (ض) [علیٰ] غیرت و رشک کرنا۔ (مفاعصہ) معاوضے اور مبادلے کے ساتھ خرید و فروخت کرنا۔ مخالفت کرنا، غیر ہونا۔''

یعنی یہ مادہ اگر باب نصر ینصر میں آئے تو اس کے معنی سورج غروب ہونا ہوں گے۔ اگر یہ باب ضرب یضرب میں ''علیٰ'' کے صلہ کے ساتھ آئے تو اس کے معنی ہوں گے غیرت و رشک کرنا۔ اگر یہ باب ''مفاعلہ'' سے ہو تو اس کے معنی ہیں آپس میں خرید و فروخت

کرنا ، لین دین کرنا ، مخالفت کرنا ، غیر ہونا "۔ یعنی اس کے یہ معنی "مغابرہ" کی صورت میں ہوں گے ۔ لیکن اس صورت میں بھی اس کے معنی محض سامان فراہم کرنے والا نہیں ہوں گے ، بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ مال یا سامان کا لین دین کرنے والا معنی ہوں گے ۔

جہاں تک آخری معنی کا تعلق ہے تو یہ بھی ناقص اور ادھورے درج ہوئے ہیں ۔

سپاہیوں اور مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے امتیازی نشان کو "غیار" نہیں کہتے ۔ بلکہ "غیار" اس زرد کپڑے کو کہتے ہیں جو یہود اپنے شانے کے پاس اپنے لباس پر لگا لیتے تھے ۔ چناں چہ عمید نے لکھا ہے :

"پارچۂ زرد رنگی کہ در قدیم جہودان بلباس خود برروی کتف می دو ختند تا معلوم شود کہ از قوم یہود ہستند" ۔

"برہان قاطع" میں بھی اس سے ملتی جلتی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے :

"بکسر اول بروزن خیار ، پارچہ باشد ذرد کہ جہوداں بجہت امتیاز بردوش خود دوزلد ۔ و بعربی نیز ہمیں معنی دارد" ۔

حاشیہ نگار نے "منتہی الارب" سے اس ضمن میں یہ عبارت نقل کی ہے :

"نشانی است مرگبران را مانند زنار و نحو آں"

'حاشیہ نگار' نے اس کی سند میں خاقانی شروانی کا یہ شعر بھی درج کیا ہے :

یہود آسا غیاری روز بر کتفِ مسلماناں
اگر شاں بردر اغیار دیں ایں الدرہانی

ان تمام شواہد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ "غیار" یہودیوں کا امتیازی نشان ہے ۔ جو زرد کپڑے کے ٹکڑے سے بنایا جاتا تھا اور لباس کے کندھے پر سی لیا جاتا تھا ۔ اس کا سپاہیوں کے فوجی نشان سے کوئی واسطہ نہیں ہے ۔

غیبانی : بے حیا عورت اور چھنال کے معنی میں بطور عربی لفظ درج ہے ۔
پلیٹس نے اس کا اندراج ہندی لفظ کی حیثیت سے کیا ہے ۔
" فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو لفظ ظاہر کیا گیا ہے اور اس کا متبدل
"غائبانی" بتا کر اسے "غائب" اور " انی" کا مرکب بتایا ہے ۔ اس کا
عربی سے صرف اتنا تعلق ہے کہ یہ لفظ "غیب یا غائب" سے بنا ہے ۔
لیکن اس کی موجودہ صورت ، ہیئت ترکیبی اور معنی کا عربی سے کوئی
رشتہ نہیں ہے ۔ یہ لفظ اس صورت میں عربی میں ناپید ہے ۔ چنانچہ
اسے عربی ظاہر کرنا محض تکلف ناروا ہے اور بہت حد تک مغالطہ انگیز
بھی ۔

(ف)

فارس: بسکون رائے مہملہ fars کو ''پارس'' کا مبدل اور فارسی لفظ بتایا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ '' فارس'' معرب ہے ، اس لیے اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر ہونا چاہیئے۔

اگرچہ ''پارس'' ایران کے معنی میں بسکون رائے بے نقط ہی درست ہے اور اس قیاس پر اس کا معرب ''فارس'' بھی بسکون رائے غیر منقوطہ ہونا چاہیئے ، تاکہ ''فارس'' بمعنی سوار سے تمیز ہو سکے۔ مگر چلن اور استعمال کی قیاس اور قاعدے کا پابند نہیں ہے۔ چنانچہ عربی میں '' فارس'' بمعنی پارس یا ایران بکسر رائے مہملہ مستعمل ہے۔ '' غیاث اللغات'' اور ''المنجد'' میں اس کا اندراج رائے مکسور سے ہوا ہے۔ تاہم میں سمجھتا ہوں کہ رائے مکسور سے اس کا استعمال بھی غلط نہیں۔ آجکل یہ رائے مکسور سے بھی استعمال ہو رہا ہے۔

فاش: ظاہر ، کھلا وغیرہ کے معنی میں فارسی لفظ کے طور پر درج ہے۔ اصولی طور پر یہ درست ہے ، مگر مولف کی سابقہ روش کے خلاف ہے۔ لیکن اگر اسے پلیٹس اور ''فرہنگ آصفیہ'' کے اندراج کے مطابق ''پاش'' کا متبدل سمجھا جائے تو پھر مولف کی روش کے خلاف نہ ہوگا۔ یہاں اس حقیقت کا اظہار مناسب ہوگا. کہ یہ ''پاش'' کا مبدل نہیں بلکہ عربی لفظ ''فاشی'' کا مخفف یا مرخم ہے۔ عربی میں اس کا مادہ ''فشو'' ہے۔ 'فشا' کے معنی ہیں : منتشر ہونا ، شائع ہونا ، ظاہر ہونا ، اس سے '' فاشی'' بنا ہے ، جس کے معنی ''منتخب اللغات'' میں منتشر ، مشہور ، ظاہر بیان کیے گئے ہیں۔

عمید نے بھی ''فاش'' کی اصل عربی ''فاشی'' قرار دی ہے۔

"برہان قاطع" کے حاشیہ نگار نے بھی " فاش" کے متعلق یہی کہا ہے کہ یہ عربی "فاشی" کا مخفف ہے جو "فشو" بمعنی آشکارا و پراگندہ گردیدن سے اسم فاعل ہے۔

فاشرا: اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر ہوا ہے۔ "مؤید الفضلا" میں اسے فارسی الفاظ میں شامل کیا گیا ہے۔ عمید نے بھی اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کر کے یونانی لفظ " فاشار" سے ماخوذ قرار دیا ہے۔

پلیٹس نے بھی اسے فارسی ظاہر کیا ہے۔

"برہان قاطع" میں اسے سریانی لفظ ظاہر کیا گیا ہے۔

" حاشیہ نگار نے "فوارس" کے حوالے سے اس کی دو صورتیں فاشرا اور فاشری درج کی ہیں اور ان کو سریانی سے ماخوذ بتایا ہے۔ کتاب "عقار" کے حوالے سے مذکور ہے کہ "فاشرا" سریانی کلمہ ہے اور اس کی عربی صورت "باشرا" ہے۔

ان شواہد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ "فاشرا" سریانی سے ماخوذ ہے جو فارسی میں دخیل لفظ کی حیثیت سے مستعمل ہے اور عربی میں یہ "باشرا" کی صورت میں مستعمل ہے۔ گویا بدیں صورت اس کا اندراج عربی لفظ کی حیثیت سے درست نہیں ہے۔ البتہ فارسی لفظ کے طور پر اس کا شمول مناسب ہے۔

فتوحات: اسے "فتح" کی جمع بتایا ہے۔ یہ "فتوح" کی جمع ہے، جو خود "فتح" کی جمع ہے۔ بالفاظ دیگر "فتوحات" جمع الجمع ہے "فتح" کی۔ "المنجد" کے اندراج کے مطابق "فتوحات" کے معنی ہیں فتح کیے ہوئے شہر یا علاقے۔ یعنی یہ "مفتوحات" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، محض "فتح" کی جمع کے طور پر نہیں۔ اردو میں بھی ان معنی میں مستعمل ہے۔

فتوحی: بے آستین کی صدری کے معنی میں عربی لفظ ظاہر کیا ہے۔ مگر ان معنی اور اس صورت میں عربی میں اس کا سراغ نہیں ملتا۔ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے۔ مگر فارسی کتب لغت

میں اس کا الدراج شاذ ہے ۔ ''غیاث اللغات''، ''فرہنگ عمید''، ''برہان قاطع'' اور ''موید الفضلا'' میں یہ لفظ شامل نہیں ہے ۔ البتہ ''لغات سعیدی'' میں موجود ہے ۔ ممکن ہے ''لغات سعیدی'' میں اردو سے متاثر ہوکر شامل کیا گیا ہو ۔ قرین قیاس یہی ہے کہ یہ لفظ اردو ہی میں مستعمل ہے ۔ اس لحاظ سے اس کا الدراج اردو لفظ کے طور پر ہونا چاہیے یا پھر فارسی کے طور پر ۔ بہر صورت عربی لفظ کے طور پر اس کا اندراج مناسب نہیں ہے ۔کیونکہ عربی میں یہ بصورت و بمعنی موجودہ مستعمل نہیں ہے ۔

فتوریا : اسے بھی عربی لفظ کی حیثیت سے شامل کیا گیا ہے ۔ حالانکہ اس کی ہئیت ترکیبی ہی سے ظاہر ہے کہ بصورت موجودہ یہ اردو لفظ ہے۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کا اندراج اردو لفظ کے طور پر ہوا ہے اور پلیٹس نے اسے ہندی ظاہر کیا ہے ۔ اگرچہ یہ عربی لفظ ''فتور'' سے ماخوذ ہے ۔ مگر اردو قاعدے کے مطابق وضع کیا گیا ہے ۔ علاوہ بریں اردو میں یہ جن معنی میں مستعمل ہے ۔ عربی میں ''فتور'' کے ان معنی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ۔ اس لیے اس کا الدراج اردو لفظ کی حیثیت ہی سے درست ہوگا ۔

فدوی : یہ بھی عربی لفظ کے طور پر شامل ہے ۔ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔ عربی اور فارسی کی کسی مستند لغت میں اس کا سراغ نہیں ملا ۔

''غیاث اللغات'' میں ''فردوس'' کے حوالے سے درج کیا گیا ہے ۔ مگر ''فردوس'' مستند نہیں ہے ۔ اردو میں البتہ اس کا استعمال عام ہے ۔ قرین قیاس یہی ہےکہ یہ اردو والوں کی اختراع ہے ۔ میرے خیال میں ''فدائی'' کی اردو صورت ''فدوی'' ہے ۔ جو ''فدا'' سے بقاعدہ نسبت صفت نسبتی بنا لی گئی ہے ۔ عربی میں اس کا ثبوت نہیں ملا ۔ اس لیے اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے عربی فارسی کے مرکب لفظ کے طور پر شامل کیا گیا ہے ۔ مگر فارسی میں اس کا وجود محتاج ثبوت ہے ۔

فرادہ : اسے ''فرد'' بمعنی تنہا و واحد کی عربی جمع کے طور پر درج کیا ہے ۔ عربی میں ''فرد'' کی متعدد جمعیں مستعمل ہیں ۔ ''فرد'' عربی میں بہت سے معانی میں استعمال ہوتا ہے ۔ چنانچہ ہر معنوی پہلو کے لحاظ سے اس کی مختلف جمع آتی ہے ۔ اگر ''فرد'' جوڑے میں سے ایک یا مجرد کے معنی میں ہو تو اس کی جمع ''فراد'' آتی ہے ۔ اگر ''فرد'' بمعنی بے نظیر و بے مثال ہو تو اس کی جمعیں ''افراد'' اور فرادی ہیں اسی طرح دوسرے معنی میں دوسری جمعیں مستعمل ہیں ۔ یہاں مولف نے جسے ''فرادہ'' لکھا ہے ۔ وہ صحیح ''فرادی'' ہے ۔ ''فرادہ'' کوئی لفظ نہیں ہے ۔

پلیٹس نے ''فرادہ'' کو فارسی ظاہر کرکے بات ٹالنے کی کوشش کی ہے ۔ مگر فارسی میں بھی ''فرادہ'' کا ثبوت نہیں ملتا ۔

فراشی : اسے عربی لفظ ظاہر کیا ہے ۔ بشکل موجودہ یہ عربی ''فراش'' پر فارسی قاعدے سے یاے مصدری بڑھا کر بنایا گیا ہے اس لیے اسے عربی نہیں کہہ سکتے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے عربی فارسی کا مرکب ظاہر کیا گیا ہے اور پلیٹس نے اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر کیا ہے ۔

فرامین : اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر ہوا ہے ۔ یہ درست ہے کہ اس کا واحد ''فرمان'' فارسی لفظ ہے ۔ مگر یہ عربی میں بھی دخیل لفظ کی حیثیت سے مستعمل ہے ۔ چنانچہ عربی میں اس کی جمع ''فرامین'' استعمال ہوتی ہے ۔ اس لیے اسے عربی سمجھا جائے گا اور اسی حیثیت سے اس کا اندراج ہوگا ۔ پلیٹس نے اسے عربی لفظ کے طور پر شامل کیا ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے عربی ظاہر کیا گیا ہے ۔ مگر اس صراحت کے ساتھ کہ ''یہ فارسی زبان کے عربی دانوں کا تصرف ہے کہ انھوں نے فارسی کے لفظ کی عربی کے طور پر جمع بنائی ہے ۔ اگر حقیقت یہی ہے ، جو مولف ''فرہنگ آصفیہ'' نے بیان کی ہے تو اسے عربی لفظ کے طور پر درج کرنے کا جواز نہیں ہے ۔ لیکن حقیقت وہی ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ۔ یعنی ''فرمان'' عربی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور عربی ہی میں اس کی جمع ''فرامین'' متداول ہے ۔

چنانچہ ''المنجد'' میں ''الفرمان'' اور اس کی جمع ''فرامین'' مندرج ہے ۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ فارسی کے عربی دالوں کا تصرف نہیں ہے ۔ بلکہ یہ عربی زبان کا ایک حصہ ان چکا ہے ۔

فرشی : حقے کی ایک قسم کے معنی میں اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا گیا ہے :

''فرشی'' دراصل ''فرش'' کی صفت نسبتی ہے ۔ ''حقہ'' کے ساتھ بھی یہ عموماً بطور صفت ''فرشی حقہ'' کی ترکیب میں مستعمل ہے ۔ محض ''فرشی'' کے معنی ''حقہ'' نہیں ۔ البتہ ''فرشی حقہ'' کا اختصار ''فرشی'' کبھی کبھار استعمال ہوتا ہے ۔ جس کے محض ''فرشی'' کے معنی حقہ قرار نہیں پاتے ۔ اگر اس کے معنی حقہ کی ایک قسم تسلیم کر لیے جائیں تو پھر ان معنی میں اس کے عربی لفظ کے طور پر اندراج کا کوئی جواز نہیں ہے ۔ اس صورت میں اسے اردو لفظ سمجھا جائے گا ۔ بہرحال ''فرشی'' کا اندراج اپنے اصلی اور لغوی معنی میں ہونا چاہیئے تھا ۔ کیونکہ ''فرشی'' اردو میں بھی محض حقہ کے لیے مخصوص نہیں ہے ۔ کچھ اور الفاظ کی صفت کے طور پر بھی مستعمل ہے ۔ مثلاً فرشی جوتا، فرشی سلام۔ و علی ہذ القیاس ۔ مگر مولف نے اس کا ''اندراج'' صفت کی حیثیت سے لغوی معنی میں کیا ہی نہیں ۔ ''صرف'' حقہ کے معنی میں بطور اسم مونث درج کیا ہے ۔ یاد رہے کہ حقہ کے معنی میں یہ اسم مؤنث نہیں بلکہ اسم مذکر ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں ان معنی میں اسے اسم مذکر ہی ظاہر کیا گیا ہے ۔ پلیٹس نے بھی ان معنی میں اسے اسم مذکر لکھا ہے ۔

فرغول : عبایا چوغا وغیرہ کے معنی میں بطور فارسی لفظ مندرج ہے ۔
فارسی میں ''فرغول'' کے معنی غفلت اور تاخیر وغیرہ ہیں ۔ چنانچہ معید نے اس کے معنی ''درلگ ، تاخیر درکار ، اہمال ، غفلت'' بتائے ہیں اور اس کے مبدل الفاظ میں ''فرغل اور فرغوک'' کو شامل کیا ہے ۔ شاید اسی ''فرغل'' نے مولف کو گمراہ کیا ہے ۔ کیونکہ مولف کے بیان کردہ معنی میں اردو میں ''فرغل'' استعمال ہوتا ہے ۔ مگر مولف نے دونوں کے معنی اور اشتقاق فرق کو ملحوظ نہیں رکھا ۔

"برہان قاطع" میں بھی "فرغول" کے معنی تاخیر، درنگ، غفلت اور کاہلی بیان ہوئے ہیں۔ حاشیہ نگار نے "لغت فرس" کے حوالے سے اس کے معنی "تاخیر" بتائے ہیں۔

پلیٹس نے "فرغول اور فرغل" متبادلات و مترادفات کے طور پر لکھے ہیں۔ ان کو فارسی ظاہر کیا ہے اور ان کی اصل "فرگل" بتائی ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں "فرغول" موجود نہیں۔ البتہ ان معنی میں "فرغل" مرقوم ہے۔ جسے "فرگل" کا معرب بتایا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لباس کے معنی میں "فرغول" مستعمل نہیں۔ بلکہ "فرغل" استعمال ہوتا ہے۔ مگر یہ عربی ہے نہ فارسی۔ بلکہ اردو ہے۔ یہ درست ہے کہ اس کی اصل "فرگل" ہے۔ اس کی تصدیق "بہار عجم" سے بھی ہوتی ہے۔ "بہار عجم" میں "آئین اکبری" کے حوالے سے ابوالفضل کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ یہ لباس فرنگ سے چلا ہے۔ اس کی سند میں ملا طغرا کا یہ شعر منقول ہے۔

زمیں از ریاحیں شدہ جیب پوش
ہوا از شفق گشتہ فرگل بدوش

یہ لفظ "فر" بمعنی شان اور گل (پھول) سے مرکب ہے۔ عربی میں اس کا ثبوت نہیں ملا۔ اس لیے اسے معرب یا عربی نہیں کہا جا سکتا۔ حاصل کلام یہ کہ اصل لفظ "فرگل" ہے۔ جو فارسی ہے اور فارسی زبان میں استعمال ہوا ہے۔ اس کی اردو صورت "فرغل" ہے۔ جہاں تک "فرغول" کا تعلق ہے تو یہ غفلت و تاخیر کے معنی میں الگ لفظ ہے۔ جو لباس کے معنی میں نہ اردو میں مستعمل ہے اور نہ فارسی میں۔

فرو : بالفتح (faro) نیچے، تحت، کے معنی میں فارسی لفظ کے طور پر مندرج ہے۔

فارسی میں یہ لفظ ان معنی میں بضم اول furo اور بکسر اول firo مستعمل ہے۔ "عمید" نے بضم اول لکھا ہے۔ "برہان قاطع" کے حاشیے

میں ''فرود'' کے ضمن میں اس کا تلفظ بالضم اور بالکسر دونوں طرح مذکور ہے ''فرو'' ان معنی میں ''فرود'' کا مخفف ہے ۔

پلیٹس نے بالفتح اول اور بکسر اول لکھا ہے ۔ مگر ''بفتح اول'' ان معنی میں درست نہیں ۔ ''فرو'' بالفتح (faru) ایک مختلف لفظ ہے ۔ جس کے معنی ''پوستین'' ہیں ۔ چنانچہ ''فرہنگ عمید'' میں ''فرو'' بفتح فا و سکون را faru بطور عربی لفظ مندرج ہے اور اس کے معنی پوستین بتائے ہیں اور اس کی جمع ''فراء'' ظاہر کی ہے ۔ اس کی تائید ''برہان قاطع'' کے اندراج سے بھی ہوتی ہے ۔ ''برہان قاطع'' میں اسے لومڑی کی پوستین کہا گیا ہے ۔ حاشیہ نگار نے اسے بفتح اول و سکون دوم عربی لفظ قرار دیا ہے ۔ ''المنجد'' میں بھی یہی مذکور ہے ۔

حاصل کلام یہ کہ نیچے اور تحت کے معنی میں ''فرو'' بالفتح نہیں ۔ بلکہ بالکسر یا بالضم صحیح ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں بالکسر مرقوم ہے ۔

فروخت ، فرود ، فروش : یہ الفاظ بھی بالفتح درج ہیں ۔ ان کا صحیح تلفظ بھی بالکسر یا بالضم ہے ۔ اس طرح ''فرو'' سے بننے والی تمام تراکیب بالفتح مرقوم ہیں ۔ یہ بھی بالضم یا بالکسر صحیح ہیں ۔

فصاوی : اسے بھی عربی لفظ ظاہر کیا ہے ۔ اسی قبیل کے دوسرے الفاظ کی طرح یہ بھی بشکل موجودہ فارسی ہے ۔

فضالہ : اس کے تحت اس کی جمع ''فضلات'' مندرج ہے ۔ یہ ''فضلہ'' کی جمع ہے ۔ ''فضالہ'' کی جمع ''فضالات'' ہے ۔

فضول : بالفتح اور بالضم مرقوم ہے ۔ صحیح بالضم ہے ۔ پلیٹس نے بالفتح کو عامیانہ قرار دیا ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں صرف بضم اول مندرج ہے ۔ عربی میں بھی زائد کے معنی میں بالضم ہے ۔

فلاخن : فارسی لفظ کی حیثیت سے بضم خا falakhun مندرج ہے ۔ صحیح بفتح خا falakhan ہے ۔ غیاث کے نزدیک یہ ''فلا خان'' کا

مخفف ہے ۔ حمید نے بھی ”فلا خان“ کا اس کے مبدل کے طور پر ذکر کیا ہے ۔ بہرحال اہل لغت کا اتفاق ہے کہ صحیح خائے مفتوح سے ہے ”فرہنگ آصفیہ“ ، ”فرہنگ حمید“، ”لغات سعیدی“ ، ”غیاث اللغات“، ”برہان قاطع“ میں بھی بفتح خا مذکور ہے ۔

فلاکت : عربی لفظ کے طور پر مندرج ہے ۔ عربی میں اس کا وجود نہیں ہے پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ حمید نے بھی اسے بطور فارسی لفظ شامل کیا ہے اور یہ وضاحت بھی کی ہے کہ:

”این کلمہ در عربی استعمال نمی شود ۔ در فارسی ساختہ شدہ بشکل لغات عربی“ یعنی یہ کلمہ فارسی میں استعمال نہیں ہوتا ۔ فارسی میں عربی الفاظ کی صورت پر بنایا گیا ہے ۔ اس کی تائید ”بہار عجم“ سے بھی ہوتی ہے ۔ مولف ”بہار عجم“ کا بیان ہے کہ ”این تراشیدۂ فارسی دانان متعرب ست“ یعنی یہ متعرب فارسی دانوں کا گھڑا ہوا ہے ۔ ان حالات میں اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر ہونا چاہیے تھا ۔ مگر مولف نے یہ وضاحت کرتے ہوئے بھی کہ یہ فارسی اور ہندی میں مستعمل ہے ۔ اسے عربی ظاہر کیا ہے ، جو غلط ہے ۔

فلیتہ : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کرکے ”فتیلہ“ کا بگاڑ بتایا ہے ۔ ظاہر ہے کہ اس بگڑی ہوئی صورت میں اسے عربی قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ یہ صورت صرف اردو میں مستعمل ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے ۔ چنانچہ ”فرہنگ آصفیہ“ میں اس کا اندراج غلط العوام اردو لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ پلیٹس نے اسے ”فتیلہ“ کا بگاڑ قرار دیتے ہوئے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔

اگر اسے فارسی لفظ سمجھا جائے تو یہ ”فتیلہ“ کا بگاڑ نہیں ہے ۔ کیونکہ ان معنی میں فارسی میں ”پلیتہ“ ہے ۔ جس کا یہ مبدل ہے ۔ متعربین کے زیر اثر فارسی میں ”پ“ (بائے فارسی) اور ”ف“ کا تبادل عام ہے ۔ مثلاً پالیز سے فالیز ۔ و علیٰ ہذالقیاس ۔

”برہان قاطع“ میں ”پلیتہ“ موجود ہے اور ”فتیلہ“ کو اس کا معرب بتایا ہے ۔ اگر ”فتیلہ“ کو اس کا ”معرب“ تسلیم کیا جائے تو پھر یہ

بھی ماننا ہوگا کہ یہ معرب ہی نہیں بلکہ "پلیتہ" کا مقلوب بھی ہے۔ یعنی پہلے "پلیتہ" کا مقلوب "پتیلہ" بنا اور اس کا معرب "فتیلہ" بنا۔

"برہان قاطع" کے حاشیے میں "فتیلہ" درج کرکے اس کا فارسی متبادل "پلیتہ" بتایا ہے اور تقی زادہ کے حوالے سے اسے اصلاً آرامی یا سریانی لفظ قرار دیا گیا ہے۔

"صراح" میں "فتیلہ" کا فارسی مترادف "پلیتہ" درج ہوا ہے۔ مگر عربی کتب لغت میں "فتیلہ" کو عربی مادہ "فتل" سے مشتق قرار دیا گیا ہے۔

"فتل" کے معنی ہیں "بٹنا" (تافتن) اور "فتیل" بمعنی مفتول اسم مفعول ہے یعنی بٹا ہوا۔ "فتیل" کی تانیث ہے "فتیلہ" یعنی بٹی ہوئی چیز، رسی وغیرہ۔

اس لحاظ سے اسے اصلاً عربی لفظ تسلیم کرنا پڑے گا اور اس صورت میں "پلیتہ" اس کا مفرس و مقلوب سمجھا جائے گا۔ اگر یہ آرامی یا سریانی لفظ ہے تو جب تک اس کی اصلی صورت معلوم نہ ہو یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ہے کہ آرامی یا سریانی سے پہلے یہ عربی میں گیا یا فارسی میں۔ اس بات کا فیصلہ ہونے کے بعد ہی اس کی تعریب یا تفریس کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔

موجودہ صورت حال یہ ہے کہ اگر اسے اصلاً عربی لفظ سمجھا جائے تو "فلیتہ" اس کا مقلوب ہے، جسے بگاڑ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس صورت میں اسے اردو لفظ سمجھا جائے گا۔ اس کے برعکس اگر اسے اصلاً فارسی لفظ خیال کیا جائے تو اس کی اصلی صورت "پلیتہ" قرار پائے گی اور "فلیتہ" اس کا مبدل سمجھا جائے گا۔ اس صورت میں اسے فارسی لفظ مانا جائے گا، بشرطیکہ فارسی میں "فلیتہ" کے استعمال کا ثبوت مل جائے۔ ورنہ پھر اس مبدل صورت کو اردو سے مخصوص سمجھتے ہوئے اردو لفظ تسلیم کرنا ہوگا۔

اس تمام بحث سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اسے بصورت موجودہ اردو سمجھنا مناسب تر بلکہ محفوظ تر رویہ ہوگا۔ چنانچہ اس کا اندراج اردو

لفظ کی حیثیت سے بہتر ہوگا ۔ بہرحال عربی لفظ کے طور پر اس کے اندراج کا کوئی قرینہ اور جواز نہیں ہے ۔

فوتی : اسے عربی ظاہر کیا گیا ہے ۔ عربی میں ''فوت'' تو ہے، مگر ''فوتی'' کا ثبوت نہیں ملتا ۔ چنانچہ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے عربی فارسی ظاہر کیا گیا ہے ۔ پلیٹس نے اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر کیا ہے ، مگر مستند فارسی کتب لغت میں بھی اس کا سراغ نہیں ملا ۔ البتہ اردو میں یہ فارسی ترکیب میں عام استعمال ہوتا ہے ، مثلاً ''فوتی نامہ'' اس لیے اردو اہل لغت نے اسے فارسی لفظ قرار دیا ہے ۔ عین ممکن ہے کہ یہ فارسی دانان ہند کی اختراع ہو ۔ بہرحال یہ بصورت عربی نہیں ۔ فارسی یا اردو ہو سکتا ہے ۔

فیل : اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر کیا ہے اور اس کی اصل سنسکرت ''پیل'' اور عربی 'فال' (موٹا ہونا) میں تلاش کرنے کی کوشش کی ہے ۔ سیدھی سی بات ہے کہ یہ فارسی ''پیل'' کا معرب ہے ۔ جہاں تک سنسکرت کا تعلق ہے تو فارسی اور سنسکرت متحد الاصل زبانیں ہیں ، اس لیے بعض الفاظ کا ان دونوں زبانوں میں پایا جانا مستبعد نہیں ہے ۔ ''پیل'' کے فارسی ہونے اور ''فیل'' کے عربی میں مستعمل ہونے سے تو کسی کو بھی انکار نہیں ۔ ''برہان قاطع'' کے حاشیہ نگار نے ''پیل'' کے ضمن میں لکھا ہے کہ یہ پہلوی میں pil ، آرامی میں pila ، عربی (معرب) فیل ، گیلکی ، فریزندی ، یرنی ، نطنزی میں fil ، سمنانی میں pil ، سنگسری ، سرخہ ، ولاسگردی اور شہمیر زادی میں fil ہے ۔ اس کی اصل ہندی ہے ۔ یونانی میں elephas ہے اور یورپ کی تمام زبانوں میں اسی مادے سے مشتق ہے ۔

اس کی اصل سے قطع نظر ''فیل'' بہر صورت عربی لفظ ہے ، خواہ یہ اصلاً عربی ہو ۔ جیساکہ مولف نے اسے فال سے مشتق قرار دینے کی کوشش کی ہے یا فارسی ''پیل'' کا معرب ۔ چنانچہ فیل کا اندراج عربی

لفظ کے طور پر ہونا چاہیئے ۔ اگر یہ کہا جائے کہ ''فیل'' فارسی میں بھی مستعمل ہے تو فارسی میں اور بھی متعدد معرب الفاظ اپنی اصلی صورتوں کے ساتھ ساتھ فارسی میں مستعمل ہیں ۔ اس سے ان کی اپنی حیثیت متاثر نہیں ہوتی ۔ ان کو عربی میں ظاہر کیا جاتا ہے ۔ اسی طرح ''فیل'' کو بھی عربی لفظ کی حیثیت سے درج کرنا چاہیئے ۔

(ق)

قاصدی : اس لفظ کو پہلے عربی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے ، پھر دکنی قرار دیا ہے ۔ اگر یہ دکنی ہے تو عربی کیسے ہوا ۔

قاعدے کے لحاظ سے ''قاصدی'' فارسی لفظ ہے ، جو عربی ''قاصد'' پر یائے مصدری کے اضافے سے بنا ہے ۔ اس لیے یہ بصورت موجودہ فارسی ہے ۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔ یہ دکنی سے مخصوص نہیں ، اردو میں بھی مستعمل ہے ۔

قاموس : اس کے معنی سمندر اور ایک لغت کا نام بتائے ہیں ۔

معنی درست ہیں ، مگر دوسرے معنی مزید وضاحت کے محتاج ہیں ۔ محض ایک لغت کا نام کہہ دینا کافی نہیں ہے ۔ مثلاً یہ مجدالدین بن یعقوب فیروز آبادی کی تالیف کردہ عربی لغت کا نام ہے اور مجازاً مطلق لغت کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ یعنی مجازاً ہر لغت کو قاموس کہا جاتا ہے ۔ یہ لفظ ان معنی میں اتنا مشہور ہو گیا ہے کہ فیروز آبادی کی لغت کی طرف دھیان ہی نہیں جاتا ، تاوقتیکہ کوئی واضح اشارہ موجود نہ ہو ۔ چنانچہ '' فرہنگ عمید'' میں ''قاموس'' کی تشریح میں فیروز آبادی کی لغت کا ذکر کرنے کے بعد کہا گیا ہے :

'' امروزہ ہر کتاب لغتی را قاموس گویند ''

'' لغات سعیدی'' میں بھی ، اس کے معنی ہیں : ''کتاب ہر لغت کا نام ، ڈکشنری'' خود میری ایک کتاب کا نام '' قاموس مترادفاتِ اردو'' ہے ۔ ان شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ مجازاً ہر لغت کی کتاب کو قاموس کہا جاتا ہے ۔ مگر مولف نے ان معنی کا کوئی ذکر نہیں کیا ۔

قدح : بفتحتین (kadah) درج ہے اور اس کے معنی یوں بیان ہوئے ہیں :

"1. A goblet, glass, bowl, cup.
2. A satire or lampoon."

مولف نے یہاں دو مختلف الحرکات اور مختلف المعانی الفاظ کو گڈمڈ کر دیا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں معنوں میں یہ دو الگ الگ الفاظ ہیں ۔

" قدح " بفتحتین (qadah) کے معنی تو واقعی پیالہ ہیں ، مگر ہجو اور عیب چینی کے معنی میں "قدح" بسکون دوم و سوم qadh ہے ۔ اس کی تائید فارسی اور عربی کی کتب لغت سے بھی ہوتی ہے ۔ " لغات سعیدی" میں "قَدَح" بفتح اول دوم کے معنی "بڑا پیالہ ، کاسۂ جام" بتائے گئے ہیں اور اس کی جمع "اقداح" ظاہر کی گئی ہے ۔ اور "قَدْح" بفتح اول و سکون دوم و سوم کے معنی : " عیب کرنا (ضد مدح) کسی کو عیب لگانا ، اس کے عیوب دوسروں پر ظاہر کرنا . . . . . " بیان کیے گئے ہیں ۔

" فرہنگ عمید" میں "قدح" (بفتح قاف و سکون دال) کے معنی ہیں:

" عیب کردن ، عیب جوئی ، بدگوئی ، سرزنش" اور " قدح " (بفتح قاف و دال) کے معنی یوں بیان ہوئے ہیں :

" ظرف کہ دراں چیزی بیاشامند ، ساغر ، پیالہ ۔ در فارسی کاسۂ بزرگ را میگویند ، اقداح جمع "

"مفتاح اللغات" میں "قدح" (بفتح اول و ثانی) کے معنی :

" پیالہ ، بڑا پیالہ ، جس سے دو آدمی بشکم سیر ہو جائیں ۔ ج : اقداح " مذکور ہیں ۔ اور "قدْح" (بسکون ثانی و ثالث) کے معنی یوں مرقوم ہیں :

" (شوربے کو چمچے سے) اٹھانا ۔ چشمہ اور آنکھ کا پانی سوکھ جانا ۔

(ف) کسی کے اندر عیب نکالنا ، (ب) چقماق سے آگ نکالنا) ۔
"المنجد" میں ہے : "قدماً فی عرضہ ۔ طعن فیہ و عابہ و تنقصہ"

یعنی طعنہ دینا ، عیب نکالنا اور نقص نکالنا ۔ اور "القدح" (بفتحتین) کے معنی یوں مذکور ہیں : انا ءُ یشرب فیہ و یستعمل لکبیر والصغیر منہ . . . . . الخ " یعنی وہ برتن جس میں کوئی چیز پیتے ہیں اور یہ بڑے اور چھوٹے کے لیے استعمال ہوتا ہے"۔

یہ فرق پلیٹس نے بھی ملحوظ رکھا ہے اور ان دونوں الفاظ کو الگ الگ درج کیا ہے اور صحیح طور پر یعنی "قدح" بسکون دال کو تنقیص کے معنی میں اور "قدح" بفتح اول و دوم کو پیالہ کے معنی ہیں ۔

ان تمام شواہد سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دونوں معنی میں یہ دو الگ الگ الفاظ ہیں ۔ " قدح " بفتح اول و ثانی کے معنی پیالہ وغیرہ ہیں اور " قدح " بسکون دوم کے معنی عیب نکالنا ، عیب جوئی اور بدگوئی ہیں ۔

عربی میں تو ان دونوں الفاظ کی حرکات ہی مختلف نہیں بلکہ صرفی حیثیت بھی مختلف ہے ۔ پیالہ کے معنی یہ بفتح اول دوم ہے اور اسم ہے ۔ اس کی جمع " اقداح " ہے اور عیب لگانا کے معنی میں یہ بفتح اول و سکون دوم فعل ہے ۔ چونکہ فارسی اور اردو میں عربی افعال و مصادر بطور (اسماء) مستعمل ہیں ، اس لیے " قدح " بسکون دال کو اسم کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور اس کے معنی میں بھی یہی رعایت ملحوظ رکھی جاتی ہے ۔

مولف نے ان دونوں کو ایک لفظ سمجھ کر گمراہ کن صورت پیدا کر دی ہے ۔ ان دونوں الفاظ کا اندراج الگ الگ اور صحیح حرکات یا اعراب کے ساتھ ہونا چاہیئے تھا ۔

قرابہ : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کر کے "قِربہ" سے ماخوذ بتایا ہے ۔ ہے تو یہ " قربہ " ہی سے ماخوذ ، مگر " قربہ " اور "قرابہ"

عربی میں ہم معنی الفاظ نہیں ہیں ۔ مولف نے (flagon) کے معنی میں یہ لفظ درج کیا ہے ، ان معنی میں " قرابہ " فارسی لفظ ہے ۔

عربی میں "قربہ" مشک یا برتن کے معنی میں آتا ہے ۔ اس میں تصرف کر کے فارسی والوں نے شیشہ اور صراحی کے معنی میں "قرابہ" بنا لیا ۔ اس لیے " قرابہ" کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔ چنانچہ پلیٹس نے بجا طور پر اسے فارسی لفظ کے طور پر شامل لغت کیا ہے ۔

قرات : (kir'at) بروزن حکمت مرقوم ہے اور اس کے معنی:
"pronunciation, reading" مذکور ہیں ۔

ان معنی میں صحیح لفظ قراءۃ یا قرائت (qira'at) ہے ۔ "فرہنگ عمید" ، "مفتاح اللغات" اور "المنجد" میں ان معنی میں "قراءت" بروزن رسالت ہی درج ہے ۔ صرف " لغات سعیدی" میں "قرأت" بروزن حکمت علم تجوید کے معنی میں مرقوم ہے ۔ ورنہ ان معنی میں کسی اور مستند لغت میں یہ لفظ موجود نہیں ہے ۔ "المنجد" میں " قرأۃ " بروزن حکمت البتہ وبا کے معنی میں مذکور ہے ۔

پلیٹس نے قرأت بروزن حکمت کو فارسی لفظ کے طور درج کیا ہے اور " قراءت" بر وزن رسالت سے ماخوذ قرار دیا ہے ، جو قرین قیاس ہے ۔ بہر حال " پڑھنا " کے معنی میں صحیح لفظ قرائت بروزن رسالت ہی ہے ۔ "قرأت" بروزن حکمت کو ان معنی میں اس کا بگاڑ کہا جا سکتا ہے ۔ اگر "لغات سعیدی" کے اندراج کو درست تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس کا اطلاق مولف کے اندراج پر نہیں ہوتا ، کیونکہ مولف نے اس کے معنی تلفظ اور پڑھنا ، بیان کیے ہیں ۔ ان معنی میں بالاتفاق قرائت بروزن رسالت ہی صحیح ہے ۔

قراری : اس کا اندراج بطور عربی لفظ ہوا ہے اور اس کے معنی یوں بیان ہوئے ہیں :

1. Firm, stable.
2. Ratified, agreed to."

عربی میں ان معنی میں اس لفظ کا سراغ نہیں ملا ''المنجد'' میں ''القراری'' موجود تو ہے ۔ مگر اس کے معنی : ''الخیاط ، القصاب ، الخضری'' مذکور ہیں ۔ فارسی میں اس لفظ کا ثبوت نہیں ملا ۔ اگرچہ اردو میں بھی یہ لفظ میری نظر سے نہیں گزرا تاہم ہو سکتا ہے کسی نے ان معنی میں استعمال کیا ہو ۔ اس صورت میں یہی سمجھا جائے گا کہ اردو والوں نے عربی ''قرار'' سے وضع کر لیا ہوگا ۔ پلیٹس نے یہ لفظ بطور فارسی درج کیا ہے اور ''قرار'' سے ماخوذ قرار دیا ہے ۔ اگر فارسی میں اس کے استعمال کا ثبوت مل جائے تو اسے فارسی لفظ تسلیم کیا جا سکتا ہے ورنہ یہ اردو لفظ متصور ہوگا ۔

قراقر : (بفتح ہر دو قاف karakar) مرقوم ہے ۔ اسے عربی لفظ کے طور پر درج کرکے ''قرقر'' سے ماخوذ قرار دیا ہے اور اس کے معنی :

"Grumbling of the bowels, Barborygmi".

مذکور ہیں ۔ فیلن نے اسے بفتح قاف اول و ضم قاف ثانی qaraqur لکھا ہے ۔ پلیٹس کی لغت اور ''بہار عجم'' میں بفتح ہر دو قاف مندرج ہے 'فرہنگ آصفیہ' میں اس کا تلفظ بفتح قاف اول وکسر قاف ثانی سے qaraqir ہے اور اس کو ''قرقرہ'' کی جمع بتایا ہے ۔ ''لغات سعیدی'' میں بضم قاف دوم ہے اور ''قرقرہ'' کی جمع بتایا گیا ہے ۔ مختلف کتب لغت میں اس کے مختلف تلفظ نے الجھن پیدا کر دی ہے ۔ چونکہ سبھی اہل لغت نے اس کے عربی ہونے پر اتفاق کیا ہے اور اکثریت نے اسے ''قرقرہ'' کی جمع بتایا ہے ۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ اس کا معیاری تلفظ معلوم کرنے کے لیے عربی کتب لغت سے رجوع کیا جائے ۔

سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ ''قرقرہ'' جس کی جمع اسے بتایا جاتا ہے ۔ وہ ان معنی میں ہے یا نہیں ۔

''صراح'' میں ''قرقرہ'' کے معنی ''نوعی از خندہ و بانگ کردن کبوتر و شتر و شکم و ریختن'' مذکور ہیں ۔ گویا عربی میں پیٹ بولنے کے معنی میں ''قرقرہ'' مستعمل ہے ''مفتاح اللغات'' میں بھی یہی معنی مندرج ہیں ۔

"المنجد" میں اس کے معنی : "صورت الحام - الضحک العالی" مرقوم ہیں اور اس کی جمع "قراقر" بفتح قاف اول و کسر قاف ثانی مندرج ہے - گویا "فرہنگ آصفیہ" کا اندراج درست ہے - جہاں تک اس کے جمع ہونے کا تعلق ہے تو اردو میں متعدد عربی جمعیں بطور واحد مستعمل ہیں - اس لیے یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے - چنانچہ بفتح قاف اول و کسر قاف دوم qaraqir صحیح اور معیاری تلفظ ہے -

قراول : یہ لفظ بفتح واو (karawal) مرقوم ہے -

"فرہنگ عمید" اور "فرہنگ آصفیہ" دونوں میں یہ بضم واو (qarawul) درج ہے اور یہی صحیح بھی ہے -

قرضی : ادھار لیا ہوا کے معنی میں اسے عربی لفظ کے طور پر شامل کیا ہے - مگر عربی میں اس کا ثبوت نہیں ملتا - پلیٹس نے اسے فارسی قرار دیا ہے - مگر فارسی میں بھی اس کا استعمال ثابت نہیں ہے - یہ اردو لفظ ہے - جو "قرض" سے وضع کر لیا گیا ہے - اردو میں بھی اس کا استعمال شاذ ہے - بہرحال اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے -

قرطاس : کاغذ کے معنی میں اس لفظ کو یونانی لفظ کے طور پر درج کیا گیا ہے - یہ یونانی سے ماخوذ تو ہو سکتا ہے - لیکن بصورت موجودہ یہ عربی لفظ ہے - اس لیے اکثر اہل لغت نے اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے - "المنجد" میں بھی یہ عربی لفظ کے طور پر شامل ہے اور اس کی جمع "قراطیس" ہے - چنانچہ اس کا اندراج عربی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے -

قرق : اس کا اندراج بھی عربی لفظ کے طور پر کیا ہے - یہ ترکی لفظ ہے - "فرہنگ آصفیہ" ، "فرہنگ عمید" ، "لغات سعیدی" اور پلیٹس کی لغت میں بطور ترکی مندرج ہے -

قرقرا : بطور عربی لفظ درج ہے اور اس کے معنی ایک پرندے کا نام بتائے ہیں - یہ لفظ ان معنی میں نہ عربی میں موجود ہے اور نہ فارسی میں - عربی میں "قرقرہ" کے معنی "جلاالوجہ او مابدا من محاسنۃ الارض

المطمئنة اللینه'' ظاہر ہے کہ اس مفہوم کا تعلق کسی پرندے سے نہیں ہے ۔

''برہان قاطع'' میں ایک لفظ ''قرقار'' موجود ہے ۔ جس کے معنی بغدادی کبوتر ، مذکور ہیں ۔ ممکن ہے یہ ''قرقار'' ہی سے ماخوذ ہو، اس کی ایک اور صورت بھی ہے جو عربی اور فارسی میں مستعمل ہے ۔ یہ صورت ہے ۔ غرغرہ (بکسر ہر دو غین) عمید نے اسے عربی لفظ کے طور پر شامل کیا ہے اور اس کی تشریح یوں کی ہے :

''مرغی است صحرائی شبیہ طاوس و دارائے دم کوتاہ'' ۔ یعنی مور سے مشابہ ایک جنگلی پرندہ ہے ۔ جس کی دم چھوٹی ہوتی ہے ۔ ''برہان قاطع''میں ''غرغرہ'' بکسر اول و ثالث کے معنی یہ مندرج ہیں ۔ ''نام مرغی است و بعضی مرغ خالگی و بعضی مرغ صحرائی را گویند'' یعنی ایک پرند کا نام ہے ۔ بعض لوگ پالتو مرغ کو کہتے ہیں اور بعض جنگلی مرغ کو ۔ حاشیہ نگار نے اسے عربی لفظ قرار دیا ہے ۔ اس کی تائید ''المنجد'' سے بھی ہوتی ہے ۔

''المنجد'' میں ''الغرغر'' اور اس کی جمع ''غرغرہ'' بتائی ہے اور اس کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے :

''نوع من الدجاج البری من فصیلتہ التذرجیات و رتبہ الدجاجیات مہدہ لاصلی افریقا'' ۔

یعنی یہ خشکی کے مرغ کی ایک قسم ہے ، جو تذرج کی جنس سے ہے ۔ مرغوں کے درجہ میں شامل ہے ۔ اس کا اصلی گہوارہ (وطن) افریقہ ہے ۔

فارسی میں قاف اور غین کا تبادل عام ہے ۔ مثلاً غلیان کو قلیان بھی کہتے ہیں ۔ اس لیے یہ قرین قیاس ہے کہ ''غرغرہ'' فارسی میں ''قرقرہ'' کی صورت میں بھی استعمال ہوا ہو ۔ اس صورت میں اس کی اصل ''غرغرہ'' عربی قرار پائے گی اور فارسی صورت قرقرہ ۔ عربی میں ''غرغرہ'' جمع ہے ۔ مگر فارسی میں بطور واحد مستعمل ہے اسے فارسی کا تصرف کہہ سکتے ہیں ۔ عربی کے ایسے اور بھی متعدد الفاظ ہیں جو

عربی میں جمع ہیں ۔ مگر فارسی اور اردو میں واحد کے طور پر مستعمل ہیں ۔ کسر کا فتح سے تبدیل ہو جانا بھی بڑی بات نہیں ہے ۔ زبانوں میں ایسے تصرفات ہوتے رہتے ہیں ۔ بہرحال ''قرقرا'' کو بصورت موجودہ عربی نہیں بلکہ فارسی سمجھا جائے گا اور اسی حیثیت سے اس کا اندراج ہوگا ۔

قرقی : اسے عربی لفظ بتایا ہے ۔ یہ عربی لفظ نہیں ہے ۔ بلکہ ترکی 'قرق' سے فارسی قاعدے کے مطابق بنا لیا ہے ۔ مولف نے اس کے معنی confiscated بتائے ہیں ۔ مگر اردو میں یہ لفظ ضبطی ، روک یا confiscation کے معنی میں مستعمل ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں یہ اردو لفظ کی حیثیت سے بطور اسم مؤنث درج ہے قاعدے کے مطابق تو اسے فارسی لفظ قرار دیا جا سکتا ہے ۔ اگر فارسی میں اس کا ثبوت نہ ملے تو پھر اسے اردو کا تصرف سمجھا جائے گا ۔

قرنای : اسے عربی بتایا ہے ۔ اس لفظ کی ترکیب اور ماخذ کے ضمن میں مختلف اقوال ملتے ہیں ۔ پلیٹس نے اسے عربی ''قرن'' (سینگ) اور فارسی '' نای'' سے مرکب قرار دیا ہے ۔ ''لغات سعیدی''میں ''قرنا'' کی اصل ''خرنا'' یعنی بڑی بانسری بتائی گئی ہے ۔ دونوں اقوال قرین قیاس ہیں مگر پلیٹس کا قول صائب اور حقیقت سے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے ۔ کیونکہ یہ آلہ سینگ سے بنایا جاتا ہے اور عربی میں ''قرن'' سینگ کو کہتے ہیں ۔

اردو میں اسے نرسنگ اور نرسنگھا کہتے ہیں ۔ اس سے بھی یہی متبادر ہوتا ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے عربی فارسی کے مرکب لفظ کے طور پر درج کیا گیا ہے اور اس کے معنی سینگ کا بگل بیان ہوئے ہیں ۔

''فرہنگ آصفیہ'' کا اندراج حقیقت کے مطابق ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی عربی یا فارسی لفظ کے طور پر ہونا چاہیے ۔ عربی میں ''قرنای'' کا ثبوت نہیں ملتا ۔

قرلبیق : اس کا اندراج عربی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ یہ اصلاً تو عربی لفظ ہی ہے ۔ مگر عربی میں یہ قرع اور البیق کا مرکب ہے ۔ ''قرلبیق'' اس کا مخفف ہے ۔ مگر عربی میں یہ اس مخفف صورت میں استعمال نہیں ہوتا اس لیے بصورت موجودہ اسے عربی نہیں سمجھا جا سکتا ۔ چونکہ اس صورت میں یہ اردو میں استعمال ہوتا ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج بھی اسی حیثیت سے ہونا چاہیے ۔ البتہ ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دینی چاہیے کہ یہ قرع البیق کا مخفف ہے ۔ مگر مولف نے اس کی اصل کی طرف اشارہ کیا اور نہ موجودہ صورت کی حقیقت واضح کی اور ''قرلبیق'' کو عربی قرار دے دیا ۔ یہ روش مغالطہ انگیز ہے ۔

قرنفل : اس کا اندراج یونانی لفظ کی حیثیت سے کیا ہے ۔ اگرچہ اکثر اہل لغت کی رائے میں اس کی اصل یونانی ہے ۔ مگر بصورت موجودہ یہ یونانی نہیں بلکہ عربی ہے ۔ یونانی میں kaurophulon ہے ۔ جس کا یہ معرب ہے ۔ بعض اہل‌لغت کے خیال میں اس کی اصل ہندی ترکیب ''کرن پھول'' ہے ۔ جس کے معنی ہیں کان کا پھول ۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ قدیم ہندوستان میں عورتیں لونگ کا پھول کان میں پہنتی تھیں ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے ''کرن پھول'' کا معرب بتایا گیا ہے ۔ اس نظریے کی تائید چند اور اہل لغت نے بھی کی ہے ۔ مثلاً ''برہان قاطع'' کے حاشیے میں ''آداب اللغتہ العربیہ'' اور تقی زادہ کے مضمون کے حوالے سے اسے ہندی الاصل قرار دیا گیا ہے ۔ نیز ''فرہنگ نظام'' کا اقتباس اس ضمن میں منقول ہے جو یوں ہے :

''در ہندی کرن پھول (بمعنی گل گوش) (کرن بمعنی گوش و پھول گل است) وجہ تسمیہ آنکہ : زنان ہند از قدیم آں‌گاہ کہ گوشوارہ بگوش نکنند ، بجای آن گل میخک در سوراخ گوش میگذارند تا بہم نیاید''۔

اس کی اصل ہندی ہو یا یونانی بہرصورت یہ متفق علیہ ہے کہ ''قرنفل'' معرب ہے ۔ چنانچہ اس کا اندراج عربی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے ۔ عربی میں اس کا مبدل''قرنفول'' ہے ۔ ''المنجد'' میں یہ دونوں صورتیں اکٹھی درج ہیں ۔''فرہنگ عمید'' میں بھی ''قرانفل ۔ قرنفول''

دونوں صورتیں موجود ہیں - پلیٹس نے اسے عربی لفظ کے طور پر شامل کیا ہے - عربی کی تمام کتب لغت میں یہ موجود ہے - جو اس کے عربی ہونے کا ثبوت ہے -

قشقہ : ٹیکا یا تلک کے معنی میں عربی لفظ ظاہر کیا ہے - مگر عربی میں اس کا سراغ نہیں ملا - یہاں تک کہ عربی میں اس کا مادہ "قشق" ہی موجود نہیں اکثر اہل لغت نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے - پلیٹس کی لغت "فرہنگ آصفیہ" اور "لغات سعیدی" میں اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے -

"بہار عجم" کا اندراج حسب ذیل ہے :

"قشقہ : تیرگی نشان پیشانی اسپ و فارسیاں بمعنی نشانی کہ کفار بر پیشانی کنند از زعفران و صندل وغیرہ استعمال نمایند" اس اندراج سے البتہ یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اصلاً یہ فارسی لفظ نہیں ہے - کیونکہ اگر یہ فارسی ہوتا تو فرہنگ نگار یہ نہ کہتا کہ فارسی والے اسے نشان کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جو کفار زعفران یا صندل وغیرہ سے اپنے ماتھے پر بنا لیتے ہیں - مگر مولف "بہار عجم" نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ یہ کس زبان کا لفظ ہے - عربی میں تو اس کا سراغ نہیں ملا - ہو سکتا ہے یہ ترکی لفظ ہو - تاہم وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا - البتہ یہ ثابت ہے کہ تلک کے معنی میں یہ فارسی میں استعمال ہوتا ہے - اس لیے اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر کیا جا سکتا ہے -

قصائی : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کرکے "قصاب" کا بدل قرار دیا ہے - اس کی اصل تو واقعی "قصاب" ہے - مگر عربی میں "قصائی" کا کوئی وجود نہیں ہے - "قصائی" اردو میں استعمال ہوتا ہے - اس لیے اس کا اندراج بھی اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے - پلیٹس نے اسے ہندی ظاہر کیا ہے اور "فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو لفظ کے طور پر شامل کیا ہے -

قضاق - قضاک : ان الفاظ کا اندراج اردو الفاظ کی حیثیت سے کیا گیا ہے - اردو میں " قضاق یا قضاک " کوئی استعمال نہیں کرتا - البتہ

"قزاق" استعمال ہوتا ہے ، جو اس کا صحیح املا ہے۔ "قزاق" ترکی لفظ ہے۔ اردو اور فارسی کی سبھی کتب لغت میں "قزاق" ترکی لفظ کی حیثیت سے مندرج ہے۔

قضاق : اس کا اندراج اردو فارسی لفظ کے طور پر کیا گیا ہے۔ "قضاق" نہ اردو میں استعمال ہوتا ہے نہ فارسی میں۔ صحیح لفظ "قزاق" ہے۔ اردو میں بھی "قزاق" ہی مستعمل ہے۔

قُطّامہ : (kuttama) بالضم بدکار عورت وغیرہ کے معنی میں درج کیا ہے۔ عربی کتب لغت میں اس لفظ کا ان معنی میں ذکر نہیں ملتا۔

پلیٹس نے بالفتح qattama لکھا ہے۔ اس کی تائید "غیاث اللغات" سے بھی ہوتی ہے۔ "بہار عجم" میں بھی بالفتح مرقوم ہے۔ 'بہار عجم' کا اندراج حسب ذیل ہے :

"قطامہ بوزن علامہ۔ زن بسیار شہوت و نیز ہر فاحشہ و نام زنی کہ با ابن ملجم اتفاق داشتہ ماخوذ از قطم بفتحتین کہ بمعنی تیزی شہوت است و آرزو مندی گوشت ، کما فی الصراح" اس اندراج سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس عورت کا نام تھا جو حضرت علیؓ کے قاتل عبدالرحمٰن ابن ملجم کی سازش میں شریک تھی - چنانچہ قرین قیاس یہی ہے کہ اس عورت سے اظہار نفرت کے لیے اس لفظ کو بدکار عورت کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہو۔ "فرہنگ آصفیہ" میں بھی یہی نظریہ پیش کیا گیا ہے۔ اردو میں اگرچہ "بالضم" بھی بولتے ہیں۔ مگر صحیح بالفتح بروزن علامہ ہے۔

قفس ، قفص : ان دونوں کا اندراج عربی الفاظ کی حیثیت سے ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فارسی میں "قفس" سین مہملہ سے اور عربی میں "قفص" صاد مہملہ سے ہے۔ دونوں کو ہم معنی تو کہا جا سکتا ہے۔ مگر ایک ہی زبان کے الفاظ نہیں۔ "بہار عجم" اور "برہان قاطع" میں "قفص" کو "قفس" کا معرب بتایا گیا ہے۔

قلبہ : "ہل" کے معنی میں عربی لفظ ظاہر کیا گیا ہے۔ عربی میں یہ لفظ موجود تو ہے - مگر "ہل" کے معنی میں نہیں۔ البتہ "ہل" کے معنی

میں فارسی میں یہ استعمال ہوتا ہے - چنانچہ بعض اہلِ لغت نے اسے فارسی لفظ قرار دیا ہے - پلیٹس کی لغت اور ''لغات سعیدی'' میں اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر ہوا ہے - یہی درست ہے -

قُلَّتین: (Kullatain) کے معنی گرم غسل ، جو بہت سوں کے مشترکہ استعمال میں ہو اور قحبہ بیان کیے ہیں -

یہ تشریح ناقص ہے - کیونکہ اس سے بات واضح نہیں ہوتی -

یہ دراصل ''قلہ'' کا تثنیہ ہے - یعنی ''دو قلے'' ''قلہ'' مشکیزہ یا مٹکے کو کہتے ہیں - چنانچہ اس کے لفظی معنی دو مٹکے ہیں - فقہ میں شافعیہ اور امامیہ مسلک کے مطابق اس سے مراد وہ حوض ہے - جس میں دو مٹکے پانی ہو - اس کی مقدار ایک ہزار دو سو رطل پانی کے برابر سمجھی جاتی ہے - پانی کی یہ مقدار ان کے نزدیک ماءکثیر سمجھی جاتی ہے - جو نجاست سے ناپاک نہیں ہوتی - مگر احناف اس مقدار کو ماء کثیر نہیں مانتے اور اس کے نجاست سے ناپاک ہونے کے قائل ہیں - اس لیے اس کے مجازی معنی قحبہ لیے جاتے ہیں - چونکہ ایسا حوض سب کے استعمال میں آتا ہے - اس لیے اس کے معنی ''جو بہت سوں کے مشترکہ استعمال میں ہو'' تو درست ہو سکتے ہیں - مگر ''گرم غسل'' کے معنی کا ثبوت کہیں سے نہیں ملا - پلیٹس نے یہ معنی لکھے ہیں - مگر گمان غالب ہے کہ ایسا شیکسپیر کی تقلید میں کیا گیا ہے ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کی مکمل تشریح موجود ہے - مگر ان معنی کا کوئی ذکر نہیں ہے - مولف نے جو مصرع اس کی سند میں لکھا ہے - اس میں ''قلتین'' ناپاک یا سب کا استعمال کیا ہوا کے معنی میں استعمال ہوا ہے ''گرم غسل'' کی سند نہیں ملی -

قُلفی: اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر کرکے اسے ''قفلی'' کا بگاڑ بتایا ہے - یہ درست ہے کہ یہ ''قفلی'' کی بگڑی ہوئی صورت ہے - مگر اس صورت میں یہ عربی نہیں ہے ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے اردو ظاہر کیا گیا ہے - پلیٹس نے اسے فارسی بتایا ہے - مگر فارسی میں ''قفلی'' مستعمل نہیں ہے - ''فرہنگ آصفیہ'' میں تو ''قفلی'' بھی اردو لفظ کے طور پر

مندرج ہے ۔

''اقفل'' اگرچہ عربی میں مستعمل ہے ۔ مگر ''قفلی'' کا عربی میں سراغ نہیں ملتا ۔ بشرطیکہ اس کی مسخ یا مقلوب صورت ''قلفی'' کو عربی قرار دیا جائے ۔ ''قلفی'' کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا ۔کیونکہ اردو میں مستعمل ہے ، فارسی میں مروج نہیں ہے ۔

قُلمہ : کھانے کی ایک قسم جو جانور کی آنتوں میں بھر کر تیار کی جاتی ہے ۔ ان معنی میں بطور عربی لفظ درج ہے ۔ مگر عربی میں اس کا ثبوت نہیں ملا ۔ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔ مگر فارسی کتب لغت میں بھی اس کا سراغ نہیں ملا ۔ غالباً اس کی اصل کچھ اور ہے ۔ جب تک اس کی اصل معلوم نہ ہو یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ کس زبان کا لفظ ہے اور اس کا مفہوم کیا ہے ۔ بہرحال یہ عربی نہیں ہے ۔

قلندر : اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر ہوا ہے ۔ اس لفظ کی اصل میں اہل لغت اور محققین کا بہت اختلاف ہے ۔ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے اور اس کی اصل ''کلندر'' بمعنی چوب نا تراشیدہ قرار دی ہے ۔ یہی رائے غیاث اور مولف ''فرہنگ آصفیہ'' کی ہے البتہ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کی ایک صورت ''غلندر'' بھی بیان کی گئی ہے ۔ ''فرہنگ عمید'' میں اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر ہوا ہے اور اس کے مبدلات قرلدل اور کلندر مذکور ہیں ۔

''برہان قاطع'' کے حاشیہ نگار نے اس لفظ پر تفصیلی بحث کی ہے ۔ جس کا خلاصہ یہ ہے :

حاشیہ نگار نے اس ضمن میں مختلف محققین کے اقوال نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ ان اقوال سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا ۔ کیونکہ عربی، ترکی ، سنسکرت ، ارمنی ، گرجی زبانوں میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں ہے ۔ جسے اس کی بنیاد بنایا جا سکے ۔ البتہ یونانی میں ایک لفظ caletor ہے ۔ جس کا مادہ caleo ہے ۔ جس کے معنی دعوت کرنا اور حاضر کرنا ہیں ۔ اس کے معنی ''دعا'' لیے جا سکتے ہیں ۔ یہ خیال روسی اصطلاح kalika سے ذہن میں آیا جو اسی مادے سے مشتق ہے اور قرون وسطی میں مروج تھی ۔ J. A. B. Palmer نے بھی

اس کی تائید کی ہے کہ اصطلاح caletor کے استعمال میں زمانہ قدیم میں ندرت پائی جاتی تھی ۔ مگر جدید کتابوں میں استعمال نہیں ہوتی ۔ ایک مدت سے یہ ادبی کتابوں میں متروک ہے ۔ اس لفظ کو عربی لفظ "داعی" کے معنی استعمال کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہے ۔ بشرطیکہ یہ بات ملحوظ رکھی جائے کہ وہ لوگوں کو مخصوص عبادت گاہوں کی زیارت کی دعوت دیتے تھے ۔

حاشیہ نگار نے اس بحث کے بعد اعتراف عجز کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان توضیحات کے باوجود "قلندر" کا منشا واضح نہیں ہوا ۔گویا اس کی اصل کے متعلق یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔ بہرحال یہ لفظ فارسی میں مستعمل ہے اور فارسی ہی سے اردو میں آیا ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہو سکتا ہے ۔

قمقمہ : بطور عربی لفظ درج ہے اور اس کے معنی جگ ، مٹکا ، ہولی کا گلال رکھنے کا برتن اور فانوس بتائے ہیں ۔ اردو کی بیش تر کتب لغت میں قریب قریب یہی معانی درج ہیں ۔ مگر عربی اور فارسی میں اس کے معنی کسی قدر مختلف ہیں ۔

"فرہنگ عمید" میں یہ عربی لفظ کے طور پر شامل ہے اور اس کے معنی دھات کا وہ برتن ہیں ۔ جس میں سفر کے لیے پانی رکھتے ہیں "لغات سعیدی" میں یہ لفظ عربی اور فارسی لفظ کی حیثیت سے الگ الگ درج ہے ۔ قمقمہ عربی کے معنی ٹلکی ، کوزہ ، چھوٹی سی قندیل اور ایک قسم کی صراحی بتائے ہیں اور فارسی قمقمہ کے معنی گلاب پاش مذکور ہیں ۔ "مفتاح اللغات" میں بھی اس کے معنی گلاب پاش مرقوم ہیں ۔ "المنجد" میں یہ قمقم اور قمقمہ کی صورت میں مندرج ہے اور اس کے معنی عطار کا برتن ، جس میں پھولوں کا عرق ہوتا ہے جو مہمان پر چھڑکا جاتا ہے ، بھی مذکور ہیں ؛ جس کا ترجمہ گلاب پاش کیا جا سکتا ہے ۔ "المنجد" میں اسے فارسی الاصل قرار دیا گیا ہے ۔ اردو میں اب یہ لفظ بجلی کے بلب (bulb) کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔

قنات : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا گیا ہے اور اس کے معنی خیمے کی دیوار ، ٹاٹ کا گھیرا اور پردہ بتائے گئے ہیں ۔

غیاث نے اس کے معنی کاریز ، لیزہ ، استخوان سرپشت بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ پردہ کر پاس کے معنی میں یہ ترکی لفظ ہے ۔

"فرہنگ عمید" میں یہ بطور عربی لفظ مندرج ہے اور اس کے معنی کا ریز یازمین دوز نالی مذکور ہیں ۔ "مفتاح اللغات" میں بھی یہ بمعنی کاریز ، عصا ، نیزہ مرقوم ہے ۔ یہی معنی "المنجد" میں مندرج ہیں ۔ ان شواہد سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اردو میں جن معنی میں یہ مستعمل ہے ۔ ان معنی میں یہ عربی لفظ نہیں ہے ۔

"فرہنگ آصفیہ" میں اس کا اندراج ترکی لفظ کے طور پر ہوا ہے اور معنی کپڑے کی دیوار اور پردہ وغیرہ درج ہیں ۔

"لغات سعیدی" میں کاریز اور لیزہ وغیرہ کے معنی میں یہ بطور عرابی لفظ شامل ہے اور خیمے کے پردے کے معنی میں ترکی لفظ کی حیثیت سے مرقوم ہے ۔ حاصل کلام یہ کہ اردو میں مروج معنی کے لحاظ سے یہ ترکی لفظ ہے ۔ چنانچہ اسی حیثیت سے اس کا اندراج ہونا چاہیے ۔ ان معنی میں اسے عربی ظاہر کرنا غلط اور مغالطہ انگیز ہے ۔

قندیل : بالفتح (kandil) مندرج ہے ۔ اس کا صحیح تلفظ بالاتفاق بالکسر qindil ہے ۔

قیامی : بمعنی استحکام عرابی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ عربی میں قیام تو ہے مگر "قیامی" مستعمل نہیں ہے ۔ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔ مگر فارسی میں بھی اس کا ثبوت نہیں ملا ۔ اردو میں بھی اس کا استعمال شاذ ہے ۔ یہ لفظ بھی اس دور کی یادگار ہے ۔ جب اردو میں بلا ضرورت یائے مصدری کے اضافے کا رجحان عام تھا ۔ اس میں بھی یائے مصدری زائد بلکہ غلط ہے ۔ بہرحال اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا ۔

قمم : اس کے معنی یوں مرقوم ہیں :

"1. True.

2. Standing erect.

3. Nature."

اس کے لغوی معنی تو سیدھا اور راست ہیں ۔ مگر یہ ان معنی کے علاوہ مجازاً سرپرست ، متولی اور عہدے دار کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ "لغات سعیدی" میں اس کے معنی "سیدھا ، درست ، داروغہ ، چودھری ، منتظم ، قائم رکھنے والا، کسی شے کا سنبھالنے والا" مرقوم ہیں ۔ "فرہنگ عمید" میں اس کے معنی :

"سرپرست ، متولی ، عہدے دار ، وغیرہ مذکور ہیں ۔

"المنجد" میں "قیم" بکسر یائے مشدد درج نہیں - البتہ قیم بفتح یائے مشدد مرقوم ہے اور اس کے معنی مستقیم ، عہدے دار متولی اور قیمتی مندرج ہیں ۔ فطرت یا nature کے معنی میں اس کا ثبوت نہیں ملا ۔ مولف کے بیان کردہ معانی ناقص ہیں ۔

\

(ک)

کاچی : اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے اور معنی صرف Milkpottage درج کیے ہیں ۔ پلیٹس نے بھی یہی معنی نقل کر دیے ہیں ۔ یہ کاشی یا روغنی اینٹ کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ چنانچہ عمید نے اس کے معنی ''خوراک رقیقی کہ با آرد و روغن و شکر درست میکنند ۔ بمعنی کاشی ہم گفتہ شدہ'' یعنی ایک قسم کے پتلے حلوے کا نام ہے اور کاشی کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔

''برہان قاطع'' میں اس کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے :

''با جیم فارسی بروزن و معنی کاشی است ، وآن سفالی باشد کہ شیشہ صلایہ کردہ بر روی آن مالیدہ و پختہ باشند ۔ و حلوای روانیرا نیز گویند کہ از دواہا و تخم ہائے گرم پزند''۔

یعنی کاشی کے معنی میں ہے ، جو شیشہ چڑھی ہوئی مٹی کو کہتے ہیں اور اس حلوے کا نام بھی ہے جو دوائیں اور گرم بیج ملا کر پکایا جاتا ہے ۔ روغنی برتن یا اینٹ کے معنی میں ''کاچی'' کی اصل ''کاچ'' ہے ۔ جس پر پائے نسبتی کا اضافہ کیا گیا ہے ''کاچ'' شیشے کو کہتے ہیں ۔ اردو میں اس کا مشہور تلفظ ''کانچ'' ہے ۔ ''کاچ'' شیشے کے معنی میں فارسی میں بھی مستعمل ہے ۔ چنانچہ ''برہان قاطع'' کے حاشیہ نگار نے ''جہانگیری'' کا یہ اقتباس درج کیا ہے :

''کاچ : آبگینہ را گویند و خشت و ظرف گلی را کہ برزبران آبگینہ ریختہ باشد کاچی نامند'' ۔

مولف نے نہ ان معنی کا اندراج کیا اور نہ درج کردہ معنی کی پوری وضاحت کی ۔

کاسہ لیس : اس کے معنی potlicker اور کاسہ لیسی کے معنی potlicking درج کیے ہیں ۔ یہ ان الفاظ کا لفظی ترجمہ ہے ۔

اس کے مجازی معنی بقول عمید "آدم پست فطرت ، گدا ، گرسنہ ، پرخور و حریص" ہیں ۔ "برہان قاطع" میں ان معانی کے علاوہ اس کے معنی "خوشامدی" بھی مذکور ہیں :

"فرہنگ آصفیہ" میں بھی ۔ چاپلوس ، خوشامدی ، یتملق سمیت اس کے تمام معانی کا استقصا کیا گیا ہے ۔ مگر مولف نے ان تمام پہلوؤں کو نظرانداز کر دیا ہے ۔ ان معانی کے پیش نظر "کاسہ لیسی" کے معانی بھی چاپلوسی ، پرخوری ، گدائی اور حرص وغیرہ ہوں گے ۔

کاغذ : اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر ہوا ہے ۔

کاغذ کی اصل کے متعلق مختلف اقوال ملتے ہیں ۔ "بہار عجم" میں اسے کاغ بمعنی آواز و فریاد اور دال نسبتی سے مرکب قرار دیا گیا ہے ، کیونکہ لکھتے وقت کاغذ سے آواز پیدا ہوتی ہے ۔ اس نسبت سے اسے "کاغذ" کا نام دیا گیا ۔ ذال معجمہ کے ساتھ "کاغذ" کو معرب بتایا گیا ہے ۔ گویا فارسی میں "کاغد" دال مہملہ سے ہے اور عربی میں ذال معجمہ سے "کاغذ" ہے ۔ "المنجد" میں اس کا اندراج "کغد" کے تحت ہوا ہے اور "کاغد" بفتح و کسرغین دونوں طرح دال مہملہ سے درج کر کے اسے فارسی الاصل قرار دیا ہے ۔

"صراح" میں بھی "کاغد" بدال مہملہ درج ہے اور اسے معرب قرار دیا گیا ہے ۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں "کاغد" دال مہملہ سے ہے ۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب عربی میں بھی یہ دال بے نقطہ سے ہے تو ذال نقطہ دار کہاں سے آئی ۔ اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ یہ متعربین کی کارستانی ہے ۔ جس طرح انھوں نے اور بہت سے فارسی الفاظ مثلاً "گنبد" وغیرہ کی دال مہملہ کو ذال معجمہ سے بدل دیا تھا ۔ اسی طرح "کاغذ" کی دال غیر منقوطہ کو بھی ذال منقوطہ سے بدل دیا ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں صحیح لفظ "کاغد" دال مہملہ

سے (kaghad) ہے ۔ بہرحال اب فارسی اور اردو میں ''کاغذ'' ذال معجمہ ہی سے مستعمل ہے ۔ اسے غلط العام سمجھ کر قبول کیا جا سکتا ہے ۔ اس کی اصل کے متعلق ''برہان قاطع'' کے حاشیہ نگار نے لوفر (laufer) کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس کی اصل چینی لفظ ku-chih یا kok-ci ہے ، جس کا قدیم تلفظ kok-dz تھا ۔ فرائی کے خیال میں یہ احتمال بھی ہے کہ قدیم عربی کلمہ ''کاغذ'' ترکی سے ماخوذ ہو یا لوفر کے قول کے مطابق چینی اصل سے ، کیونکہ کاغذ سازی کا آغاز چین سے ہوا تھا ۔

اس سلسلے میں حمید کا بیان ہے کہ کاغذ چینیوں نے ایجاد کیا اور چینیوں سے ایرانیوں نے سیکھا ۔ اسلام سے قبل بھی (ایران) کے بعض شہروں میں کاغذ بنتا تھا ۔ بنی عباس کے زمانے میں بغداد اور مصر میں کاغذ بننے لگا اور پھر وہاں سے یورپ میں اس کا رواج ہوا ۔

ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ کاغذ کی ایجاد مصر میں ہوئی ، وہاں ایک درخت پیپرس نام کے ایک درخت کی چھال اس مقصد کے لیے استعمال ہوتی تھی ۔ چنانچہ یہی پیپرس انگریزی لفظ پیپر (paper) کا ماخذ ہے ۔ لیکن محققین کی اکثریت کاغذ کی ایجاد کا سہرا چین کے سر باندھتی ہے ۔ البتہ یہ قرین قیاس ہے کہ جب یہ صنعت چین سے بالواسطہ یا بلاواسطہ مصر میں گئی تو اس کے لیے '' پیپرس'' کی چھال استعمال کی گئی اور اس سے انگریزی میں paper کا لفظ اخذ کیا گیا ۔

جہاں تک ''کاغ'' بمعنی آواز کو اس کا ماخذ قرار دینے کا نظریہ ہے تو مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے ۔ اول تو آواز یا فریاد کاغذ سے نہیں بلکہ قلم سے پیدا ہوتی ہے ، چنانچہ بانگ قلم یا صریر خامہ مشہور ہے ، دوسرے کاغذ کا تعلق آواز سے نہیں بلکہ تحریر سے ہے ۔ لوفر اور فرائی دونوں کی آراء درست ہیں اور ان میں اس طرح تطبیق دی جا سکتی ہے کہ کاغذ کی ابتداء چین میں ہوئی ، اس لیے سب سے پہلے اس کا نام بھی چینی زبان ہی میں رکھا گیا ہوگا ۔ منگولوں اور ترکوں کا چین سے پرانا تعلق ہے ۔ اس لیے چینی لفظ پہلے ترکی زبان میں منتقل ہوا ہوگا ۔ ترکوں اور عربوں کے روابط بھی کسی ثبوت کے

محتاج نہیں اس لیے ترکی سے یہ لفظ عربی میں گیا ہوگا ۔ دوسری صورت یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لفظ ترکی سے فارسی میں اور فارسی سے عربی میں منتقل ہوا ہو ۔ لفظوں کے اس سفر میں عموماً ان کی شکلیں تبدیل ہو جاتی ہیں کہ کسی غیر زبان کا کوئی لفظ جب کسی زبان میں داخل کیا جاتا ہے تو اس زبان کے لہجے اور مزاج سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے اس میں صوری اور معنوی ہر طرح کے تصرفات روا سمجھے جاتے ہیں ۔ ان ہی تصرفات کی وجہ سے الفاظ اپنی اصلی صورت پر قائم نہیں رہتے ۔ ''کاغذ'' بھی اس قاعدے سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا ۔ یہ بھی اس عمل سے ضرور گزرا ہوگا اس لیے چینی kok-dz اگر فارسی اور عربی میں ''کاغذ'' کی صورت اختیار کر گیا ہو تو یہ عین ممکن ہے ۔

کاکریز : اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر ہوا ہے ۔ مگر فارسی میں اس کا ثبوت نہیں ملا ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں ''کاکریز'' تو نہیں البتہ ''کاگریزی'' ان ہی معنی میں بطور صفت موجود ہے اور اس کا اندراج ہندی لفظ کی حیثیت سے کیا گیا ہے ۔ فارسی میں اس لفظ کے موجود نہ ہونے کے پیش نظر ''فرہنگ آصفیہ'' کے اندراج کے مطابق اسے ہندی سمجھا جا سکتا ہے ۔

کاکی : یہ بطور فارسی لفظ درج ہے ، جس کے معنی aunt مرقوم ہیں ۔ اس کا ترجمہ چچی اور خالہ ہو سکتا ہے فارسی میں ان معنی میں یہ لفظ نہیں ملتا ۔ پلیٹس نے چچی کے معنی میں اس لفظ کا اندراج ہندی لفظ کی حیثیت سے کیا ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں کاکی فارسی کے معنی ''کاک کھانے ولا ، کاک سے رغبت رکھنے والا ، جیسے حضرت قطب الدین بختیار کاکی'' ۔

ظاہر ہے کہ اس ''کاکی'' سے زیر بحث ''کاکی'' کا کوئی تعلق نہیں ہے ۔ '' فرہنگ آصفیہ'' ہی میں '' کاکی'' چچی کے معنی میں بھی مندرج ہے ۔ مگر ان معنی میں اسے ہندی کے گنوارو لفظ کی حیثیت سے درج کیا گیا ہے اور '' کاکا'' کی تانیث بتایا گیا ہے ۔ اس فرہنگ میں

''کاکا'' چچا کے معنی میں ہندی لفظ (گنوارو) کے طور پر موجود ہے - اور خود مولف (شیکسپئر) نے بھی ''کاکا'' کے ہندی میں معنی چچا بتائے ہیں - ان تمام شواہد سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ''کاکی'' فارسی نہیں ، ہندی لفظ ہے - یائے معروف ہندی میں لاحقہ تانیث کے طور پر استعمال ہوتی ہے ، فارسی میں نہیں - اس کا فارسی سے تعلق قائم کرنا تکلف محض اور قیاس مع الفارق ہے - فارسی میں ''کاکی'' صفت نسبتی ہو سکتی ہے ''کاک'' سے - ''کاک'' کے متعدد معانی میں سے کوئی بھی معنی ایسا نہیں جس سے چچا وغیرہ کے معنی متبادر ہوں - البتہ ''کاکو'' فارسی میں خالو کے معنی میں ''برہان قاطع'' نے درج کیا ہے اور حاشیہ نگار نے ''ہدایت'' کے حوالے سے بتایا ہے کہ یہ لفظ ان معنی میں مازندران میں معروف ہے - اگر ''کاکی'' کو ''کاکو'' سے ماخوذ قرار دیا جائے تو ''کاکی'' کے معنی ''خالہ'' ہوں گے ، مگر اس صورت میں بھی یہ ہندی یا اردو لفظ قرار پائے گا ، کیونکہ ''کاکو'' کی تانیث ''کاکی'' اردو یا ہندی قاعدے کے مطابق ہی بنائی جا سکتی ہے - گویا بہر صورت یہ لفظ ہندی یا اردو ہے - ''فرہنگ آصفیہ'' کا اندراج درست ہے - پلیٹس نے بھی اس کی تائید کی ہے - اس لفظ کو فارسی کے طور پر درج کر کے خواہ مخواہ الجھن پیدا کی گئی ہے -

کاہلا : یہ لفظ بیمار کے معنی میں عربی لفظ کے طور پر شامل کیا گیا ہے - ''عربی'' میں ''کاہل'' تو ہے مگر کاہلا کا وجود نہیں ہے - اس لفظ کی ساخت ہی سے ظاہر ہے کہ یہ اردو لفظ ہے - البتہ اسے عربی ''کاہل'' سے ماخوذ سمجھا جا سکتا ہے -

کباب : یہ فارسی لفظ کی حیثیت سے مندرج ہے -

یہ لفظ مختلف زبانوں میں تلفظ کے خفیف سے فرق کے ساتھ مستعمل ہے - مگر اہل لغت کی اکثریت نے اسے عربی قرار دیا ہے - ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے عربی ظاہر کیا گیا ہے - ''المنجد'' میں بھی یہ معروف معنی میں موجود ہے - فارسی میں بھی یہ عام استعمال ہوتا ہے -

"فرہنگ عمید" اور پلیٹس کی لغت میں بھی اسے فارسی کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔

کبیسوَر۔ کبیشر: کبیسور (kabiswar) کو سنسکرت لفظ کے طور پر درج کر کے "کبیشر" (kabishar) دیکھنے کی ہدایت کی ہے اور "کبیشر" کو بھی سنسکرت ظاہر کیا ہے۔ مگر ان دونوں میں سے ایک بھی سنسکرت نہیں ہے۔ سنسکرت میں "کویشور" (kawishwar) استعمال ہوتا ہے۔ "کبیسور" اور "کبیشر" اس کے ہندی روپ ہیں۔ اس لیے ان کا اندراج ہندی الفاظ کے طور پر ہونا چاہیئے تھا۔

کتابی: اس کے معنی "کتاب کا، کتاب کی مانند، لمبوترا" بتائے ہیں۔ اس کے یہ معنی درست مگر یہ لفظ کی مشہور اصطلاح بھی ہے، جس کے معنی ہیں وہ شخص جو کسی الہامی کتاب پر ایمان رکھتا ہو جیسے مسلم، عیسائی، یہودی۔

پلیٹس نے ان معنی کا ذکر کیا ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں یہ "کافر کتابی" یعنی یہودو نصاریٰ کے معنی میں مذکور ہے۔ جس سے ان معنی کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

مولف نے ان معنی کو نظر انداز کر دیا ہے۔

کتبہ: بکسر اول و فتح ثانی و ثالث (kitaba) کو عربی لفظ کی حیثیت سے درج کر کے کتابت کی جمع بتایا ہے اور پھر اس کے معنی تحریر اور ترسیم (inscriptions, writings) بیان کیے ہیں۔

اس لفظ کا ثبوت عربی میں نہیں ملا۔

عربی میں ان معنی میں "کِتابہ" ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں بھی "کتابہ" ہی مندرج ہے۔ "غیاث اللغات" میں بھی برہان، مؤید اور کشف کے حوالے سے "کتابہ" ہی مرقوم ہے۔ "المنجد" میں بھی، کتابہ، بمعنی نوشتہ مذکور ہے۔ البتہ غیاث نے "کتبہ" بر وزن فعلہ بمعنی یکبار نوشتن درج کیا ہے اور کہا ہے کہ فارسی والے بمعنی مفعول بھی استعمال کرتے ہیں۔ اگر غیاث کا بیان درست ہے

تو بھی "کتبہ" اردو میں بھی مستعمل ہے ۔ مگر "المنجد" میں "نسخ الکتاب" کے معنی میں "کِتبہ" بالکسر ہے ۔ "کِتبہ" کا کتابت کی جمع کے طور پر کہیں ثبوت نہیں ملا ۔ تحریر اور نوشتہ کے معنی میں عربی میں "کتابہ" اور اردو میں "کتبہ" بالفتح مستعمل ہے۔

کتھک : اس کے معنی قصہ خواں اور گانے والے کی ایک قسم بتائے ہیں ۔ یہ معنی درست ہیں مگر یہ ناچنے والا کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ چنانچہ پلیٹس نے اس کے معنی dancing boy بھی بتائے ہیں ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کے معنی یوں بیان ہوئے ہیں : "گویوں اور ناچنے والوں کا ایک ہندو فرقہ ، جن کا نرتھ اور بتالا قابل تعریف ہوتا ہے ۔ نچنتا ۔ ناچنے اور گانے والا لڑکا ۔ مدح خواں ، مداح"۔

اس کے لفظی معنی "بیان کرنے والا" ہیں ۔ اصطلاح میں "کتھک" ایسے رقاص کو کہتے ہیں جو رقص میں حرکات بدن کے ذریعے کوئی کہانی یا مضمون بیان کرے ۔

مولف نے ان مشہور معنی کو نظر انداز کر دیا ہے ۔

کذب : بفتح اول و سکون دوم و سوم kazb اور بالکسر kizb دو طرح لکھا ہے اور اس کے معنی :

1. Lying.
2. A lie.

یعنی دروغ گوئی اور دروغ بتائے ہیں ۔

ان معنی میں کِذب بالکسر تو عربی میں ملتا ہے، مگر بالفتح نہیں ۔

"المنجد" میں جھوٹ یا ضد صدق کے معنی میں حسب ذیل الفاظ مذکور ہیں : "کَذِباً ، کِذباً ، کَذِبۃ ، کِذبۃ ، کِذاباً ، کِذّاباً "۔ اس فہرست میں "کَذِبہ" بالفتح تو شامل ہے مگر "کَذب" موجود نہیں ہے ۔

کران ۔ کرانہ : ساحل ، کنارہ اور حد وغیرہ کے معنی میں بالفتح karan ، karana مرقوم ہے ۔ اگرچہ بالفتح بھی درست ہے ، مگر

بالکسر بھی مستعمل ہے ۔ ''فرہنگ عمید'' میں یہ دونوں لفظ بالکسر ہی مندرج ہیں ۔

''بہار عجم'' میں طرف کے معنی میں اسے ''کنار'' کا قلب یعنی الٹ بتایا ہے ۔

''برہان قاطع'' کے حاشیہ نگار نے اس کا مترادف ''کنار'' اور ''کنارہ'' لکھا ہے، جس کی اوستای شکل karana بمعنی جانب و طرف و انتہا ہے اور پہلوی صورت kanar اور kanarak ہے ، جو امتی میں karon اور کردی اور افغانی میں kinar ہے ۔

حاصل کلام یہ کہ کران اور کرانہ ، کی مقلوب صورتیں کنار اور کنارہ ہیں اور بالفتح اور بالکسر دونوں طرح درست ہیں ۔

کرایہ : اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر کیا گیا ہے ۔

پلیٹس نے اسے فارسی بتایا ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں بھی بطور فارسی لفظ مذکور ہے ۔ غیاث کا بیان ہے کہ یہ عربی لفظ ہے ، مگر فارسی والے اسے اپنا لفظ سمجھتے ہیں ۔ عمید نے ''کراہ ۔ کرایہ'' کا اندراج مبدل الفاظ کے طور پر کر کے ان کو عربی ظاہر کیا ہے ۔

''برہان قاطع'' کے حاشیہ نگار نے ''منتہی الارب'' کے حوالے سے اسے عربی لفظ ''کراء'' سے ماخوذ قرار دیا ہے ۔

یہ درست ہے کہ ''کرایہ'' عربی ''کراء'' سے ماخوذ ہے ۔ عربی ''کراء'' ان معنی میں موجود ہے ۔ چنانچہ ''صراح'' میں ''کراء'' (بالکسر والمد) کے معنی ''مزد'' بتائے گئے ہیں ۔ ''المنجد'' میں ''الکراء و الکروہ'' کے معنی ''اجرۃ المستاجر'' مذکور ہیں ۔ ان شواہد سے یہ تو ثابت ہو جاتا ہے کہ عربی میں ''کراء'' اجرت یا مزدوری وغیرہ کے معنی میں موجود ہے اور ''کرایہ'' اس سے ماخوذ ہے ، مگر عربی میں ''کرایہ'' کی شکل میں یہ لفظ نہیں ملتا ۔ جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ عربی ''کراء'' سے ''کرایہ'' فارسی والوں کا ساختہ و پرداختہ ہے ، اس لیے موجودہ شکل میں اس کا اندراج فارسی لفظ کی

حیثیت سے ہوگا ، البتہ یہ صراحت کی جا سکتی ہے کہ اس کا ماخذ "کراہ" ہے ۔

بصورت موجودہ اس کا اندراج عربی لفظ کی حیثیت سے درست نہیں ہے ، کیونکہ یہ عربی سے ماخوذ تو ہے مگر بصورت موجودہ عربی نہیں ہے ۔

کُرتی : اسے فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کر کے "کرتہ" سے ماخوذ بتایا ہے ۔ بیشک یہ "کرتہ" سے ماخوذ ہے ، مگر بصورت موجود اردو لفظ ہے جو "کرتہ" سے اردو قاعدے کے مطابق اسم عضو بنایا گیا ہے ۔ تعجب ہے کہ پلیٹس بھی مغالطے کا شکار ہو گیا اور شیکسپئر کے اتباع میں اسے فارسی ظاہر کر دیا ۔ البتہ "فرہنگ آصفیہ" میں اسے بجا طور پر اردو لفظ بتایا گیا ہے ۔

کرکرہ : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کر کے "قہقہہ" کا بگاڑ قرار دیا ہے ۔ اس بگڑی ہوئی صورت میں عربی کیسے ہوا ۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے ہندی ظاہر کیا ہے اور یہی درست ہے ۔

کرگہ : بطور فارسی لفظ مرقوم ہے اور اس کے معنی جولاہے کی دکان اور وہ گڑھا جس میں کپڑا بنتے وقت جولاہے کے پاؤں ہوتے ہیں ، بیان ہوئے ہیں ۔

یہ مجازی معنی ہیں ، جو اردو میں رائج ہیں ۔ ورنہ فارسی میں یہ "کارگاہ" کا مخفف ہے اور اس کے معنی ہیں کام کرنے کی جگہ ۔ چنانچہ "فرہنگ عمید" میں "کارگاہ" کے معنی یوں مذکور ہیں : "کارخانہ ، محل کار ، جائے کار کردنِ کارگراں ، کارگہ نیز گویند" ۔

مولف کی عام روش یہی رہی ہے کہ لغوی معنی ضرور بیان کیے جائیں ، خواہ مجازی معنی چھوٹ جائیں ۔ یہاں معلوم نہیں اس روش سے انحراف کیوں کیا گیا ہے ۔

کروانک : (karwank) عربی لفظ کے طور پر مرقوم ہے اور اسے "کروان" سے ماخوذ قرار دیتے ہوئے ایک پرندے کا نام بتایا ہے ۔

"کروان" واقعی عربی ہے ، مگر "کروالک" عربی نہیں بلکہ فارسی ہے ۔ "عمید" نے "کروان" عربی لفظ کے طور پر درج کر کے "کاروالک" دیکھنے کی ہدایت کی ہے اور "کاروالک" کی تشریح یوں کی ہے :

"(بفتح نون) مرغی است شبیہ بمرغابی و دار ای منقار دراز ۔ بیش تر درکنار آب می نشیند ۔ کروالک ، چفنک و چنتک و جفتک و چکرلہ و جکرلہ و چوبینہ و چوبینک و چوبنہ ہم گفتہ شدہ ۔ بعربی کروان "بفتح کاف ورا" می گویند و جمع آن کراوین است"

یعنی یہ مرغابی سے مشابہ ایک پرندہ ہے ، جس کی چونچ لمبی ہوتی ہے اور پانی کے کنارے بیٹھتا ہے ۔ کروالک بھی کہتے ہیں ۔ عربی میں اسے "کروان" کہتے ہیں اور اس کی جمع "کراوین" ہے ۔

اس سے جو نکات واضح ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ "کاروالک" بفتح نون karwanak ہے ۔ اس لیے "کروالک" بھی نون مفتوح سے karwanak ہونا چاہیئے ، مگر مولف نے بسکون نون karwank درج کیا ہے ۔ ہلیئس نے بفتح نون درست لکھا ہے ۔ دوسری بات یہ کہ کاروالک یا کروالک ، فارسی ہے ، عربی نہیں ۔

ہلیئس نے بھی اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔ اس کی عربی صورت البتہ "کروان" ہے ۔ "برہان قاطع" کے حاشیہ نگار نے "کاروالک" کے ضمن میں "رشیدی" کے حوالے سے لکھا ہے کہ "کروان" معرب ہے۔ گویا اصلاً یہ فارسی لفظ ہے اور اس کی معرب صورت کروان بروزن رمضان ہے ۔

ان شواہد کے پیش نظر "کروالک" کو عربی کے طور پر درج کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے ۔ اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے ، جیسا کہ ہلیئس نے کیا ہے :

کِروِیہ : اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر ہوا ہے اور اس کی جمع "کرویون" اور "کرویان" بتائی ہے ۔

عبرانی میں "کروبی" استعمال نہیں ہوتا ۔ عربی میں کروبیون اور کروبیہ مستعمل ہے ۔ اس کا واحد "کروب" ہے ۔ عبرانی میں بھی "کروب" ہی ہے ۔ جس کی جمع cherubim کروبیم یا المنجد کے مطابق کَرُبیم ہے ۔ جو عربی میں "کروبیون" کی صورت اختیار کر گئی ۔

"برہان قاطع" کے حاشیے میں "نفس" کے حوالے سے اس کی اصل آشوری لفظ بمعنی پاسبان بتائی ہے ۔

فارسی میں البتہ "کروبی" اور اس کی جمع کروبیان مستعمل ہے ۔ چنانچہ عمید نے "کروبیون ۔ کروبیہ" کے تحت وضاحت کی ہے کہ "در فارسی کروبی و کروبیان" بفتح کاف و ضم راے مشدد" میگویند"۔

چنانچہ یہ واضح ہو جاتا ہے کہ "کروبی" عربی نہیں بلکہ فارسی ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے ۔

"فرہنگ آصفیہ" اور پلیٹس کی لغت میں اس غلطی کا اعادہ ہوا ہے۔ یعنی "کروبی" کا اندراج بطور عربی لفظ ہوا ہے ۔ میرے خیال میں یہ "نقل راچہ عقل" کا کرشمہ ہے ۔

کسافت : (kasafat) اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر ہوا ہے اور "کسف" سے ماخوذ قرار دیا ہے ۔ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور عربی "کسافہ" کا بدل بتایا ہے ۔ مگر نہ عربی میں کسافت یا کسافہ کا ثبوت ملا ہے اور نہ فارسی میں ۔

عربی میں ان معنی میں "کسوف" مستعمل ہے ۔ ہو سکتا ہے اردو والوں نے عربی مادہ "کسف" سے عربی طرز پر یہ لفظ تراش لیا ہو ۔ ایسی صورت میں اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہوگا ۔

کسبت : (kisbat) عربی لفظ کے طور پر مندرج ہے ۔ اسے "کسوت" کا بدل بتایا ہے اور اس کے معنی نائی کے اوزاروں کا خانہ اور چمڑے کا وہ ٹکڑا جو ستے اپنے بائیں چوتڑ پر حفاظت کے لیے باندھ لیتے ہیں ۔

پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور اس کا ماخذ عربی کسوت بمعنی فائدہ یا کسوت بمعنی لباس بتایا ہے۔

عربی میں ''کسبہ'' ہے۔ جس کے معنی ہیں جو کچھ کمایا جائے اور ''کسوۃ'' کے معنی ہیں لباس۔ اب اسے ''کسبہ'' سے ماخوذ سمجھا جائے یا ''کسوہ'' سے، مگر ان معنی میں یہ عربی نہیں ہے۔ بلکہ اردو سے مخصوص ہے۔ اس لیے اسے ان معنی میں اردو لفظ کے طور پر درج کیا جانا چاہیے۔ چنانچہ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے۔

کسبی : کاریگر اور قحبہ کے معنی میں عربی لفظ کے طور پر شامل ہے۔

ساخت کے لحاظ سے تو واقعی یہ عربی لفظ ہے۔ مگر جو معنی بیان کیے ہیں۔ ان معنی میں یہ عربی میں مستعمل نہیں۔ یہ اردو کا معنوی تصرف ہے۔

ان معنی کے علاوہ یہ لفظ وہبی کی ضد یعنی محنت و کوشش سے حاصل ہونے والا کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ مگر مولف نے یہ معنی نظرانداز کر دیے ہیں۔

''فرہنگ آصفیہ'' میں یہ معنی مندرج ہیں۔ عام بول چال اور تحریروں میں بھی ان معنی میں یہ لفظ مستعمل ہے۔

کشت : شطرنج میں ''شہ'' کے معنی میں ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے دوسری کتب لغت مثلاً ''فرہنگ آصفیہ''، ''لغات سعیدی''، پلیٹس کی لغت میں اسے فارسی لفظ کی حیثیت سے شامل لغت کیا ہے۔

''بہار عجم'' میں بھی کشت اصطلاح شطرنج کے طور پر شامل ہے اور اس کی سند میں میر یحییٰ شیرازی اور ظہوری کے اشعار مندرج ہیں۔

مولف ''بہار عجم'' نے امیر خسرو کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ ''کشت'' کی اصل عربی لفظ ''قسط'' ہے۔ بمعنی الصاف۔ بہرحال یہ ثابت ہے کہ کشت ان معنی میں فارسی میں مستعمل ہے اس لیے اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا۔

کشتن : اس کے معنی killing لکھے ہیں ۔ یہ فارسی مصدر ہے مارنا کے معنی میں ۔ تشریح میں بھی اس کی صرفی حیثیت کا لحاظ رکھنا چاہیے ۔ چنانچہ اس کا صحیح ترجمہ to kill ہوگا ۔

کشتہ : اس کے معنی ان الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں :

"Killed, slain. s.m. killed mercury"

مارا ہوا اور قتل کیا ہوا، اس کے لغوی معنی ہیں ۔ جو درست ہیں ۔ اسم مذکر کی حیثیت سے اس کے معنی "مارا ہوا پارا" بتائے ہیں ۔ یہ معنی محل نظر ہیں ۔ "کشتہ" طبی اصطلاح میں خاص طریقے سے آگ دے کر خاکستر بنائی ہوئی دھات کو کہتے ہیں ۔ محض "پارے" کا کشتہ نہیں ہوتا ۔ کشتہ کسی بھی دھات کا ہو سکتا ہے ۔ اس لیے کشتہ کا اصطلاحی ترجمہ calcined ہے ۔ اس کے مجازی معنی لاش ، لاشہ ، عاشق مفتون وغیرہ بھی ہیں ۔ ان معنی کو مولف نے نظر انداز کر دیا ہے ۔ پلیٹس کی لغت اور "فرہنگ آصفیہ" کے علاوہ یہ معنی فارسی کتب لغت میں بھی مذکور ہیں ۔ چنانچہ "بہار عجم" میں "کشتہ" کی تشریح یوں کی گئی ہے :

"بالضم مقتول و تن قتیل . . . . و مشتاق و آرزو مند چیزے . . . . و چراغ و شمع کشتہ و مانند آں شمع و چراغ خاموش و گچ کشتہ ، نوعی از گچ کہ بداں سفیدی کنند . . ." killed mercury کے معنی میں " کشتہ سیماب" کہتے ہیں ۔

کشمیرنی : اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر ہوا ہے ۔ یہ اردو کے قاعدے کے مطابق "کشمیری" کی تانیث ہے ۔ اس لیے اسے اردو لفظ کے طور پر درج کیا جانا چاہیے تھا ۔

کفن : اس کے معنی A shroud (Coffin) درج کیے ہیں ۔ "کفن" کے معنی میں انگریزی Coffin کا ذکر مغالطہ انگیز ہے ۔ اگرچہ ان دونوں لفظوں کے درمیان صوتی اور لفظی مشابہت موجود ہے ۔ لیکن معنوی طور پر یہ مختلف الفاظ ہیں ۔ "کفن" مردے کے لباس کو کہتے ہیں ۔ مگر انگریزی میں Coffin اس صندوق کو کہتے ہیں ۔ جس میں

لاش بند کرکے دفن کی جاتی ہے۔ اردو میں اس کے لیے عربی لفظ "تابوت" استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ کفن اور تابوت کو ہم معنی اور ایک دوسرے کا بدل نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس لیے مولف کا اس سلسلے میں Coffin کا ذکر مناسب نہیں۔

کفنی: اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور اس کے معنی فقیروں کا لباس بتائے ہیں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ عربی لفظ نہیں ہے۔ البتہ عربی کفن سے ماخوذ ہے۔ فارسی والوں نے کفن سے وضع کر لیا ہے۔ پلیٹس کی لغت، "لغات سعیدی"، "فرہنگ آصفیہ" اور "بہار عجم" میں اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر ہوا ہے۔"فرہنگ آصفیہ"میں تو اس کے فارسی ہونے کے ثبوت میں مدلل بحث بھی کی گئی ہے۔ "بہار عجم" میں اس کی سند میں میرزا معز فطرت اور شاہ قاسم انوار کے اشعار بھی مندرج ہیں۔ چنانچہ یہ ثابت ہے کہ یہ لفظ بشکل موجودہ عربی نہیں بلکہ فارسی ہے اور اسی حیثیت سے اس کا اندراج ہونا چاہیے۔ علاوہ بریں اس کے معنی محض فقراء کا لباس نہیں۔ "فرہنگ آصفیہ" کے اندراج کے مطابق اس کے معنی مردے کے گلے میں ڈالنے کا کپڑا اور وہ کپڑا جو بچے کے پیدا ہوتے ہی اس خیال سے اس کے گلے میں ڈالتے ہیں کہ وہ مدت تک زندہ رہے۔ لغوی طور پر کفن سے مشابہ لباس کو کفنی کہتے ہیں۔ مولف نے اس لفظ کے ان معنوی پہلوؤں کو فراموش کر دیا۔

ککا: (kaka) اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر کیا ہے اور "چچا" اور "کاکا" سے رجوع کرنے کی ہدایت کی ہے۔

ان معنی میں عربی میں اس لفظ کا سراغ نہیں ملا۔ پلیٹس نے اسے ہندی فارسی ظاہر کیا ہے۔ جہاں تک "کاکا" کا تعلق ہے تو فارسی میں یہ بھائی کے معنی میں آتا ہے۔ البتہ ہندی میں یہ چچا کے معنی میں مستعمل ہے خود مولف نے "کاکا" کو "چچا" کے معنی میں ہندی قرار دیا ہے۔ بظاہر "ککا" اس ہندی "کاکا" کی تخفیف ہے۔ اس لیے اس کا اندراج ہندی لفظ کے طور پر ہونا چاہیے تھا۔

فارسی میں " ککا" بروزن صفا بزبان ژند و پاژند دندان را گویند و بعربی من خوانند" فارسی میں اس سے ملتا جلتا ایک لفظ "ککہ" بھی ہے ۔ مگر اس کے معنی "پیٹ یا فضلہ" ہیں ۔ گویا فارسی کے " ککا" اور " ککہ" سے بھی اس کا کوئی تعلق نہیں ہے ۔

کلا : اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر ہوا ہے اور اس کے ایک معنی کوبھی بتائے ہیں ۔ گوبھی کے معنی میں فارسی میں اس کا ثبوت نہیں ملا ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں ان معنی میں اسے اردو اور غالباً کرم کلا کا مخفف ظاہر کیا گیا ہے ۔ پلیٹس نے ہندی لفظ "کلا" کوپھول کے معنی میں درج کرکے اس کے ایک معنی " گوبھی" بھی بتائے ہیں بہرحال " کلا " فارسی نہیں ہے ۔ چنانچہ اس کا اندراج اردو یا ہندی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے ۔

کلاخ : اس لفظ کو "منہ بنانا" کے معنی میں عربی لفظ کے طور پر درج کرکے عربی " کلاخ" (بجائے حطی) کا بگاڑ بتایا ہے ۔ پلیٹس کی لغت کے سوا کسی اور مستند لغت سے اس کی تائید نہیں ہوتی ۔ یہ تو درست ہے کہ یہ عربی " کلام" کی تصحیف ہے ۔ مگر یہ ثابت نہیں کہ یہ مصحف صورت مستعمل بھی ہے یا نہیں ۔ اگر کسی کاتب کی لغزش یا بے خبری کے باعث نقطہ پڑگیا ہو تو بھی اسے ایک مروج و متداول لفظ کی حیثیت سے درج کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے ۔ مناسب یہی تھا کہ اس کی صحیح صورت "کلاح" درج کی جاتی ۔ مولف نے سہوکتابت کو ایک مستقل لفظ کی صورت دے دی ہے ۔

کلغی : اس لفظ کا اندراج ترکی لفظ کے طور پر کیا گیا ہے ۔ پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور فارسی " کلکی" سے ماخوذ بتایا ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں " کلغی یا کلگی" اردو لفظ کی حیثیت سے مندرج ہیں ۔

پلیٹس کی رائے درست ہے ۔ یہ اصلاً " کلکی" ہے ۔ چونکہ فارسی میں کاف تازی اور کاف عجمی کا تبادل عام ہے ۔ اس لیے " کلگی" کی صورت میں بھی مستعمل ہے ۔

"برہان قاطع" میں اسے "کاکی" بروزن "فلکی" درج کیا گیا ہے اور اس کا ترکی مترادف چیغہ بتایا گیا ہے۔ "بہار عجم" میں یہ "کلگی" (بہ تشدید دوم) مرقوم ہے۔ ظاہر ہے کہ "کاکی" اور "کلگی" ایک دوسرے کا بدل ہیں۔ اس لیے ان کا تلفظ بھی یکساں ہونا چاہیے۔ مگر "برہان قاطع" میں اسے بہ تخفیف لام kalaki اور "بہار عجم" میں بہ تشدید لام kallagi درج کیا گیا ہے اور اس کی سند میں مرزا طاہر وحید کا شعر بھی مرقوم ہے۔ جس میں یہ لفظ لام مشدد سے استعمال ہوا ہے۔ ان دونوں میں تطبیق کی صورت یہی ہے کہ یہ لفظ تخفیف و تشدید کے ساتھ دونوں طرح مستعمل ہے۔ اس کی تائید مولف "فرہنگ آصفیہ" کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ:

"یہ لفظ فارسی میں "کلگی" بہ فتح لام مشدد آیا ہے اور بعض لغات میں بہ تخفیف لام مفتوح بھی پایا جاتا ہے"۔

فارسی میں کاف (کاف فارسی) اور غین معجمہ کا تبادل بھی عام ہے۔ اس لیے "کلغی" کو فارسی قرار دیا جا سکتا ہے۔ البتہ اردو میں یہ لفظ بسکون لام ہے۔ یہ تصرف بہت خفیف ہے۔ بہرحال یہ لفظ ترکی نہیں ہے۔ اسے فارسی سمجھنے کا جواز تو ہوسکتا ہے۔ مگر ترکی کہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ بہرحال اس کا اندراج اردو یا فارسی لفظ کے طور پر ہونا چاہیے تھا۔ مولف نے "کلگی" کو بھی "ترکی" قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ فارسی ہے۔

کلیسہ: گرجا کے معنی میں یونانی لفظ کے طور پر درج ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس کا صحیح املا "کلیسا" ہے اور یہ بصورت موجودہ یونانی نہیں فارسی ہے۔ یونانی میں ekklesia ہے۔ جو پہلوی میں جا کر kilisyak ہوا اور فارسی میں کلیسیا (kalisya) کی صورت میں رائج ہو۔ اس کا مخفف "کلیسا" (kalisa) ہے۔ جو فارسی اور اردو میں استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا۔ پلیٹس اور عمید نے بھی اسے فارسی لفظ کی حیثیت سے شامل لغت کیا ہے۔ مولف نے اس کا اندراج یونانی لفظ کے طور

پر کرکے بے قاعدگی کا ثبوت دیا ہے اگر ماخذ ملحوظ ہو تو "آرامی" لکھنا چاہیے تھا کہ اصلاً یہ آرامی لفظ ہے ۔

کمانی : بطور فارسی لفظ درج کیا ہے اور اس کے معنی Bowed, bent بتائے ہیں ۔ فیلن اور پلیٹس نے بھی غالباً شیکسپیئر کے اتباع میں اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔ حالانکہ بصورت موجودہ یہ فارسی نہیں اردو لفظ ہے ۔ چنانچہ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کا اندراج اردو لفظ کے طور پر ہوا ہے یہ اگرچہ فارسی "کمان" سے ماخوذ ہے ۔ مگر بشکل موجودہ نہ یہ فارسی ہے اور نہ اس کے معنی "خمیدہ" ہیں ۔ اردو میں کمان سے مشابہ لوہے کے خم دار پرزے یا حلقے کو کہتے ہیں ۔ جس میں لچک ہوتی ہے ۔ کمانی کا استعمال بہت عام ہے اور اس کی مختلف شکلیں ہیں ۔ انگریزی میں اسے spring کہتے ہیں "فرہنگ آصفیہ" میں اس کے ایک معنی سارنگی کا گز بھی مذکور ہیں ۔ فارسی میں "کمانی" نہیں البتہ "کمانہ" کمان سے مشابہ چیز کے معنی میں مستعمل ہے ۔

کمتی : اسے بھی فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے ۔ یہ لفظ فارسی میں استعمال نہیں ہوتا ۔ اردو میں بھی ثقہ حضرات کی زبان پر یہ لفظ نہیں ہے ۔ بہرحال اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہو سکتا ہے ۔ پلیٹس نے اسے ہندی لفظ ظاہر کیا ہے اور "فرہنگ آصفیہ" میں اس کا اندراج اردو لفظ کے طور پر ہوا ہے ۔

مولف نے اسے اسم مونث کے طور پر کمی، خامی ، قلت ، گھٹیا پن وغیرہ کے معنی میں درج کیا ہے ۔ مگر "فرہنگ آصفیہ" میں اس کا اندراج بطور صفت ہوا ہے اور کم کے معنی میں ۔ اردو میں عام طور سے یہ بطور صفت ہی مستعمل ہے ۔

کمنیت ۔ کمنیتی : (Kamnaiti, Kamnait) بمعنی تیر انداز و تیر اندازی فارسی الفاظ کی حیثیت سے مندرج ہیں :

ان الفاظ کی بناوٹ ہی سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ اردو الفاظ ہیں ۔ یہ فارسی کمان سے ماخوذ تو ضرور ہیں ۔ مگر اردو قاعدے کے مطابق

سٹھیت اور سٹھیتی کے وزن اور انداز پر وضع کیے گئے ہیں ۔ چنانچہ پلیٹس نے بجا طور پر ان کا اندراج اردو الفاظ کے طور پر کیا ہے ۔ مولف کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے تھا ۔

کنکورہ : (kankura) کو فارسی لفظ کے طور پر درج کرکے دکھنی لفظ قرار دیا ہے اور '' کنگرہ'' کا حوالہ دیا ہے ۔

اگر یہ دکھنی لفظ ہے تو پھر اس کو فارسی لفظ کے طور پر درج کرنے کی کیا تک ہے ۔ اس صورت میں اسے دکھنی لفظ کی حیثیت سے درج کرنا چاہیے تھا ۔ ''دکنی'' کے متعلق تو میں وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ واقعی '' کنکورہ'' بہردو کاف تازی kankura ہے یا نہیں ۔ البتہ اردو میں اس کا تلفظ کاف فارسی سے کنگورہ (kangura) ہے ۔ مگر مولف نے '' کنگورہ'' درج ہی نہیں کیا ۔ پلیٹس کی لغت اور ''فرہنگ آصفیہ'' میں کنگورا (kangura) موجود ہے ۔ مگر '' کنکورا'' (kankura) درج نہیں ہے ۔ مولف نے '' کنگورہ'' درج نہیں کیا ۔ حالانکہ اردو میں اس کا استعمال عام ہے ۔ '' کنگورہ''. فارسی '' کنگرہ'' سے ماخوذ ہے اس لیے اس کا اندراج ''کنگورہ'' کی صورت میں بطور اردو لفظ ہونا چاہیے تھا ۔

کوتل : جلوکے گھوڑے کے معنی میں ہندی لفظ ظاہر کیا گیا ہے :

پلیٹس نے بھی اس کا اندراج ہندی لفظ کے طور پر کیا ہے ۔ مگر اسے فارسی یا ترکی '' کتل'' کو اس کا ماخذ بتایا ہے ۔

پلیٹس کا خیال درست ہے ۔ مگر '' کوتل'' بھی ہندی نہیں ۔ بلکہ فارسی یا ترکی ہے ۔ ''غیث اللغات'' میں یہ '' کوتل'' کی صورت میں بطور ترکی لفظ مندرج ہے ۔

اس میں واو معدولہ ہے ۔ فارسی میں البتہ '' کتل'' کی صورت میں استعمال ہوتا ہے ۔ لیکن اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا ۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی یا ترکی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے فارسی ظاہر کیا گیا ہے ۔ نیز ''غیاث اللغات'' میں '' کوتل''

کے شمول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ املا بھی فارسی میں مستعمل ہے ۔ اس لیے اسے خواہ مخواہ ہندی قرار دینا مناسب نہیں ہے ۔

کوتوال : اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ یہ درست ہے کیونکہ بصورت موجودہ یہ فارسی میں بھی مستعمل ہے ۔ لیکن اصلاً یہ کوٹ وال یعنی صاحب قلعہ ، قلعہ بان ہندی لفظ ہے ۔ پولیس افسر کے معنی میں یہ اردو کا تصرف ہے ۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ ترکی لفظ ہے ۔ کیونکہ ترکی چغتائی میں یہ لفظ ''کوتاوال'' کی صورت میں بمعنی محافظ قلعہ موجود ہے ۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ ترکی اور فارسی میں ہندی سے گیا ۔ امیر سبکتگین اور سلطان محمود کے سپاہیوں کے ذریعے ایران اور دوسرے قریبی علاقوں میں پہنچا ۔

عجیب بات ہے کہ اردو نے اصلی اور قریبی لفظ ''کوٹ وال'' قبول نہیں کیا ۔ بلکہ اس کی مفرس صورت کوتوال قبول کی ہے ۔ جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اردو ہندی سے بنیادی تعلق رکھنے کے باوجود اتنی متاثر نہیں ، جتنی فارسی اور عربی سے ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اردو میں مفرس اور معرب الفاظ کی ایک کثیر تعداد متداول ہے ۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اصلاً ہندوستان کی پیداوار ہونے کے باوجود اردو کے خمیر میں فارسی اور عربی رچی بسی ہیں ۔

کہالت : اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر ہوا ہے ۔ اگرچہ یہ لفظ عربی کے انداز پر ہے اور بادی النظر میں عربی معلوم ہوتا ہے ۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ عربی میں استعمال نہیں ہوتا ۔ یہ عربی طرز پر اردو والوں نے ''کاہل'' سے کہالت اسم کیفیت بنا لیا ہے ۔

پلیٹس نے اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے کیا ہے ۔ مگر فارسی کی مستند کتب لغت میں بھی اس کا وجود نہیں ہے ۔ اس لیے اسے اردو سمجھنا چاہیے ۔ اہل اردو فارسی نے اس طرح کے اور الفاظ بھی عربی طرز پر تراشے ہیں ۔ مثلاً علالت ، ہلاکت ، نزاکت وغیرہ ۔ اردو میں اس کا استعمال شاذ ہے ۔ چنانچہ ''فرہنگ آصفیہ'' میں یہ شامل نہیں ہے ۔

کھلیل : اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کرکے "خلیل" کا بگاڑ بتایا ہے اور اس کے معنی خوشبودار تیل اور گولیاں کھیلنے کی گچی بتائے ہیں ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر واقعی فارسی میں ان معنی میں "خلیل" کا لفظ ہو اور " کھیل" اسی کا بگاڑ ہو تو بھی اس بگڑی ہوئی صورت میں اسے فارسی نہیں کہہ سکتے ۔ بلکہ اردو میں بھی اسے جہلا کی زبان سمجھا جائے گا ۔ جن کا شین قاف تک درست نہیں ہے ۔

فارسی میں ان معنی میں "خلیل" کا کوئی وجود نہیں ہے ۔ البتہ فارسی میں عربی لفظ "خلیل" بمعنی مخلص دوست مستعمل ہے ۔ ظاہر ہے کہ اس "خلیل" کا اس خلیل سے کوئی تعلق نہیں ۔ "خلیل" کے عربی میں اور بھی کئی معنی ہیں ۔ مثلاً کمزور جسم والا ، سوراخ دار، فقیر اور خاص دوست ۔ عربی میں مادہ بدل جائے تو معنی بھی بدل جاتے ہیں ، خواہ ظاہری صورت سے کوئی فرق محسوس نہ ہوتا ہو ۔ لیکن اردو اور فارسی میں "خلیل" بمعنی خاص دوست ہی مستعمل ہے ۔

بہرحال فارسی یا عربی میں "خلیل" خوشبودار تیل اور " گچی" کے معنی میں نہیں ملتا ۔ اس لیے "کھلیل" کو "خلیل" کا بگاڑا بتانا بھی درست نہیں ہے ہاپڈس نے " کھلیل" خوشبودار تیل اور "گچی" کے معنی میں الگ الگ الفاظ سمجھتے ہوئے ان کو دو جگہ درج کیا ہے اور ہندی الفاظ کے طور پر ۔ خوشبودار تیل کے معنی میں اسے "کھلی" سے ماخوذ بتایا ہے اور " گچی" کے معنی میں سنسکرت " کھل ۔ کیل ، سے مشتق قرار دینے کی کوشش کی ہے ۔ خوشبودار تیل کے معنی میں ہو سکتا ہے یہ "پھلیل" ۔ کی ایک صورت یا بگاڑ ہو اور " گچی" کے معنی میں اس کا ماخذ " کھیل" بھی ہو سکتا ہے ۔ بہر صورت یہ فارسی لفظ نہیں ہے اس لیے اس کا اندراج ہندی لفظ کے طور پر ہونا چاہیے ۔

کھورا : اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کرکے "خورا" کا بگاڑ قرار دیا ہے اور اس کے معنی پھیڑوں کی بیماری اور بالوں کا گرنا ، بیان کیے ہیں :

بیماری وغیرہ کے معنی میں فارسی میں "خورا" نہیں بلکہ "خورہ" ہے۔ "خورا" کے معنی فارسی میں لائق اور سزوار ہیں۔

بہرحال اس بگڑی ہوئی صورت میں اسے فارسی نہیں کہہ سکتے۔ اردو میں بھی "خورہ" ہی مستعمل ہے۔ "کھورا" ناخوالدہ گنواروں کی زبان ہو سکتی ہے۔

کھوسا : ڈاڑھی مونچھ سے محروم مرد کے معنی میں فارسی لفظ کے طور پر درج ہے اور اسے فارسی "کوسہ" کا بگاڑ بھی قرار دیا ہے۔ یہ فارسی "کوسہ" کا مورد ہے۔ مگر موجودہ صورت میں اسے فارسی نہیں اردو سمجھا جائے گا۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے ہندی ظاہر کیا ہے اور "فرہنگ آصفیہ" میں اردو لفظ کے طور پر شامل ہے۔ یہی حال "کھولسا" کا ہے، جو "کھوسا" کا مبدل ہے۔ مگر مولف نے فارسی ظاہر کیا ہے۔

(گ)

گاڈرو : اس کے معنی زہر دور کرنے کا منتر بتائے ہیں ۔

عام طور پر یہ لفظ مارگزیدہ سے جھاڑ پھونک کے ذریعے زہر کا اثر دور کرنے والے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ گاڈرو منتروں کے زور سے کاٹنے والے سانپ کو بلا کر اپنا زہر چوسنے پر مجبور کر دیتا ہے ۔ پلیٹس نے اس کے معنی "a snake charmer, a juggler" لکھ کر اس طرف اشارہ کیا ہے ۔ مگر مولف نے اس معنوی پہلو کو قطعاً نظرانداز کر دیا ہے ۔

گاذر : بضم ذال معجمہ (gazur) بطور فارسی لفظ مرقوم ہے ۔

اس کا صحیح املا زائے منقوط سے "گازر" ہے ۔ فارسی کتب لغت میں بھی زائے منقوطہ سے مرقوم ہے ۔ "فرہنگ عمید" اور "برہان قاطع" کے حاشیے پر بھی زائے منقوطہ سے "گازر" مندرج ہے ۔ حاشیہ نگار کا بیان ہے کہ یہ آرامی لفظ ہے جو فارسی میں داخل ہوا ہے ۔

مولف نے آگے چل کر "گازر" بھی "گاذر" کے مبدل کے طور پر درج کیا ہے ۔ مگر اسے بکسر زائے منقوطہ (gazir) لکھا ہے ۔ تعجب ہے کہ جب "گاذر" اور "گازر" ایک ہی لفظ کی دو متبادل صورتیں ہیں اور صرف ایک حرف تبدیل ہوا ہے تو ان کی حرکات میں اختلاف کیسے پیدا ہوا ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اختلاف مولف کا اپنا پیدا کیا ہوا ہے ۔ ورنہ درحقیقت یہ لفظ دونوں صورتوں میں بضم ثالث ہے ۔ "فرہنگ عمید" اور "برہان قاطع" کے حاشیے پر "گازر" بضم سوم مرقوم ہے ۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے ۔ صحیح زائے منقوطہ سے ہے اور ذال معجمہ سے غلط ہے جو متعربین کی بدعت ہے ۔

گاٹے : اس کا اندراج سنسکرت لفظ کے طور پر ہوا ہے اور خود ہی اس کی سنسکرت صورت "گے" بتائی ہے -

پلیٹس نے "گاٹے" کو ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور اس کی پراکرت صورت "گائی" اور سنسکرت "گاوکا" بیان کی ہے -

ایسی صورت میں اس کو سنسکرت ظاہر کرنا درست نہیں -

حقیقت یہ ہے کہ "گاٹے" اردو لفظ یا لہجہ ہے - ہندی میں "گئو" کہتے ہیں - "گاٹے" اردو ہی میں مستعمل ہے - اس لیے اس کا اندراج بھی اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا -

گپ : اس کا اندراج ہندی لفظ کے طور پر ہوا ہے - پلیٹس نے اسے فارسی ہندی ظاہر کیا ہے - مگر اکثر اہل لغت نے اسے فارسی لفظ کے طور پر شامل لغت کیا ہے - "فرہنگ آصفیہ" میں بھی اسے فارسی ظاہر کیا گیا ہے - فارسی کتب لغت بھی اسے فارسی لفظ ظاہر کرتی ہیں - البتہ "لغات سعیدی" کا اس ضمن میں یہ اندراج ہے :

"بعض اہل لغت نے لفظ "گپ" کو اس کے تحت دیا ہے - لیکن معتبر لغات نیز فارسی کی ادبی کتابوں میں باوجود کاوش و تلاش یہ لفظ نہیں ملا"- اس اندراج سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ فارسی لفظ نہیں ہے - مگر ایسا نہیں ہے - فارسی کی قریب قریب سبھی کتب لغت میں یہ لفظ موجود ہے اور فارسی کے مستند شعراء بلکہ اساتذہ نے بھی یہ لفظ اپنے کلام میں استعمال کیا ہے - معلوم نہیں مولف "لغات سعیدی" نے کونسی معتبر کتاب اور فارسی کی ادبی کتابوں میں یہ لفظ تلاش کیا ہے ، مگر ملا نہیں - اگر موصوف فارسی کی چند مشہور کتب لغت پر نظر ڈال لیتے تو ان کو مایوسی نہ ہوتی - خود "غیاث اللغات" میں جو "لغات سعیدی" کے ماخذ میں شامل ہے ، یہ لفظ موجود ہے- اس کے علاوہ "فرہنگ عمید" ، "برہان قاطع" اور "بہار عجم" میں بھی یہ لفظ موجود ہے - معلوم نہیں مولف "لغات سعیدی" کی نگاہ میں یہ معتبر ہیں یا نہیں - مگر جن شعراء کا کلام سند میں پیش کیا جا رہا ہے وہ بہر حال معتبر ہیں -

"برہان قاطع" کے حاشیے میں مولانا رومی کی مثنوی معنوی کے دفتر چہارم سے یہ دو شعر بطور سند منقول ہیں :

چون زن صوفی تو خائن بوده ای
دام مکر اندر دغا بکشوده ای

کہ ز ہر ناشستہ روی گپ زنی
شرم داری وز خدای خویش نی

"بہار عجم" میں اس کی سند میں نعمت خاں عالی کا یہ شعر مندرج ہے :

ہر صبحتے کہ بسا شد دلخواہ تو بفرما
سازی می قاری ، شعرے ، گپے کتابے

"فرہنگ عمید" میں اس ضمن میں سنائی کا یہ شعر مرقوم ہے :

ہر کسی زلف ایازی دید خواہی در جہان
عشق در محمود بیں و گپ زدن برعنصری

ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ فارسی میں "گپ" ہے۔ اس سے بننے والا محاورہ "گپ زدن" فارسی میں مستعمل ہے اور فارسی زبان کے اساتذہ کے کلام میں موجود ہے۔ ان شواہد کے پیش نظر اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت ہونا چاہیے -

گذاف : (بالضم guzaf) فارسی لفظ کے طور پر مندرج ہے اور اس کی دوسری صورت "گزاف" درج کی ہے۔ "گزاف" بالکسر اور بالضم (gizaf, guzaf) دونوں طرح درج کیا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ "گذاف" ذال معجمہ سے غلط ہے۔ صحیح زاے منقوط سے "گزاف" ہے۔ فارسی کی سبھی کتب لغت میں زائے نقطہ دار سے "گزاف" ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب "گذاف" اور "گزاف" دونوں ایک ہی لفظ کے دو روپ ہیں تو پھر "گذاف" کا ایک تلفظ اور "گزاف" کے دو تلفظ درج کرنے کا کیا جواز ہے ؟

حقیقت یہ ہے کہ صحیح لفظ ''گزاف'' ہے اور یہ بالکسر اور بالضم دونوں طرح آتا ہے ۔ مگر زیادہ مشہور و متداول بالکسر (gizaf) ہے ۔ اکثر اہل لغت نے بالکسر ہی لکھا ہے ۔

گلتا : اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کرکے ''غلطاں'' کا بگاڑ قرار دیا ہے اور اس کے معنی sheath (نیام یا غلاف) بتائے ہیں ۔
پلیٹس نے اسے ''غلتہ'' کا بگاڑ کہا ہے ۔

''غلطاں'' کے معنی لڑھکنے والا ، تڑپتا ، گول ، دوور وغیرہ ہیں ۔ ظاہر ہے ان کا اس لفظ سے کوئی معنوی تعلق نہیں ہے ۔ یہی حال ''غلتہ'' کا ہے ۔ اگر ''غلتہ'' کو فارسی خیال کیا جائے تو یہ ''غلتک'' کا متبادل ہے اور اس کے معنی بھی گول چیز ، دھرا وغیرہ ہیں ۔ جن کا نیام یا غلاف سے کوئی علاقہ نہیں ہے ۔ اگر ''غلتہ'' کو عربی لفظ سمجھا جائے تو عربی میں اس کے معنی ''اول اللیل'' یعنی رات کا پہلا حصہ ہیں ۔ ان معنی کا بھی مولف کے بیان کردہ معنی سے کوئی رشتہ نہیں ہے ۔''لغات سعیدی'' میں البتہ ایک لفظ ''غلاطہ'' عربی لفظ کے طور پر درج ہوا ہے ۔ جس کے معنی ''ایک قسم کا موٹا کپڑا، تلوار کے نیام کا چمڑا'' مذکور ہیں ۔ مگر اس کی تصدیق عربی کی دوسری کتب لغت سے نہیں ہوتی ۔ تاہم یہ لفظ ''گلتا'' سے لفظی اور معنوی طور پر قریب تر ہے ۔ عین ممکن ہے کہ یہی اس کی اصل ہو ۔ بہرحال موجودہ صورت میں یہ نہ فارسی ہے اور نہ عربی ۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے درست نہیں ۔

گندھار : اس کے معنی ''ایک راگ کا نام'' بتائے ہیں ۔ یہ راگ کا نام بھی ہو سکتا ہے ۔ لیکن زیادہ مشہور یہ ایک سر کے نام کے طور پر ہے ۔ یہ ہندی موسیقی کے تیسرے سر کا نام ہے جس کو مختصراً ''گا'' کہتے ہیں ۔ ''قندھار'' کا قدیم نام بھی ''گندھار'' بتایا جاتا ہے ۔

سر کے نام کا اظہار ضروری تھا ۔ کیونکہ یہ موسیقی جاننے والوں میں بکثرت مستعمل ہے ۔

گوما : اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر ہوا ہے اور اس کا امکانی ماخذ "گوم" بتایا ہے ۔ اس کے معنی ایک پودے کا نام بیان کیے ہیں ۔

پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر درج کرکے اسے "فارسی" گومہ سے ماخوذ قرار دیا ہے اور معنی وہی بیان کیے ہیں جو مولف نے بیان کیے ہیں ۔ فارسی میں "گومہ" یا "کومہ" چھپر یا ٹٹی کے معنی میں مستعمل ہے ۔ ظاہر ہے ، اس کا "گوما" سے کوئی معنوی تعلق نہیں ہے ۔ البتہ "کوم" یا "گوم" ایک گھاس کا نام ہے ۔ جسے عربی میں "اذخر" کہتے ہیں ۔ اس لیے "گوم" سے اس کا اشتقاق قرین قیاس ہے ۔ لیکن "گوما" بصورت موجودہ فارسی نہیں ، اردو لفظ ہے اور اس حیثیت سے اس کا اندراج ہونا چاہیے ۔

گھر والی : اس کے معنی House keeping (خانہ داری) لکھے ہیں : اس سے پہلے "گھر والا" درج ہے اور اس کے معنی یوں مرقوم ہیں ۔

"A house keeper, master of a house"

"گھر والی" تانیث ہے "گھر والا" کی ، اس لیے اس کے معنی :

mistress of a house ہوں گے ۔ اردو میں یہ لفظ ان ہی معنی میں مستعمل ہے ۔ چنانچہ "فرہنگ آصفیہ" میں "گھر والی" کے معنی : "مالک مکان ، صاحب خانہ ، مالکنی ، وہ عورت جو گھر کی مالک ہو ، خاتون خانہ ، بیوی ، بیگم ، جورو ، اہل خانہ ، زوجہ ، اہلیہ" مذکور ہیں اور یہی معنی درست ہیں ۔

(ل)

لاؤ لشکر : اس کا اندراج سنسکرت اور عربی لفظ کے طور پر کرکے اسے دکنی قرار دیا ہے ۔ معلوم نہیں اس ترکیب کا کون سا جز مؤلف کی نظر میں سنسکرت ہے اور کون سا عربی ۔

حقیقت یہ ہے کہ نہ ''لا'' سنسکرت ہے اور نہ ''لشکر'' علاوہ بریں یہ دکنی سے مخصوص نہیں ہے ۔ اردو میں اس کا استعمال عام ہے ۔

اس ترکیب کا جز و اول ''لا'' ''لوا'' سے ماخوذ یا ''لوا'' کا مخفف ہے ۔ چنانچہ صحیح ترکیب ''لوا و لشکر'' ہے ۔ یعنی جھنڈا اور فوج ۔ اردو والوں نے ''لوا و لشکر'' کی تخفیف کرکے ''لاو لشکر'' بنا لیا ۔ اور کسی قدر معنوی تصرف سے بھی کام لیا ۔ یعنی لا (لوا) کو مجازاً ساز و سامان کے معنی میں استعمال کیا ۔ چنانچہ اردو میں اب اس ترکیب کے معنی فوج اور ساز و سامان ہیں ۔ مگر مؤلف نے اس کے معنی صرف Army لکھے ہیں ۔ یہ معنی تو محض ''لشکر'' کے بھی ہو سکتے ہیں ''لا'' (لوا) کے لاحقہ کی کیا ضرورت ہے ۔ بہر حال بصورت موجودہ یہ اردو ترکیب ہے ۔ چنانچہ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے اردو ہی ظاہر کیا گیا ہے ۔

لِباب : بالکسر (libab) درج کیا ہے اور اسے ''لبیب'' کی جمع بنا کر اس کے معنی ''The wise prudent'' بیان کیے ہیں ۔ ''لبیب'' تو عاقل کے معنی میں مستعمل ہے ، مگر ''لباب'' ''لبیب'' کی جمع نہیں ہے ۔ یہ ''لب'' کی جمع ہے ، جس کے معنی ''المنجد'' میں یوں مذکور ہیں ۔ ''اللطیف القریب من الناس'' اور کسی کام کے لیے ضروری شخص ، بیان ہیں ۔

''لبیب'' کی جمع ''الباء'' ہے ۔

لبادہ : (بالضم) (lubada) جبہ وغیرہ کے معنی میں مندرج ہے۔
''فرہنگ آصفیہ'' اور فیلن کی لغت میں بالفتح labada بطور فارسی لفظ مرقوم ہے ۔ اسٹینگس میں بھی یہ بالفتح فارسی لفظ کے طور پر مذکور ہے اور اس کا ماخذ عربی ''لبادۃ'' (lubadat) بتایا ہے۔

''بہار عجم'' میں لباد اور لبادہ بالضم شامل ہیں ، مگر معنی 'بیلوں کی گردن میں ڈالنے کا جوا' بتائے ہیں ۔

''فرہنگ عمید'' میں ''لبادہ'' (بضم لام و فتح بائے مشددہ) عربی لفظ کے طور پر درج ہے ۔

''برہان قاطع'' میں لباد اور لبادہ دونوں مرقوم ہیں اور ان کی جو تشریح کی گئی ہے ، اس سے بات کسی حد تک واضح ہو جاتی ہے ۔ ''لباد'' کی تشریح یوں کی گئی ہے ۔ ''بفتح اول بروزن سواد جامۂ بارانی را گویند ، یعنی چیزی کہ در روز ہای باران پوشند ۔ و بضم اول چوبی کہ برگردن گاو عرابہ ، وگاو گردون و گاو زراعت گزارند ۔ و باثانی مشدد بروزن شداد استاد نمد مال را گویند''

اس تشریح سے واضح ہوتا ہے کہ ''لباد'' بالفتح (labad) کے معنی برساتی (rain-coat) ہیں اور ''لباد'' بالضم (lubad) کے معنی بیل کا جوا اور ''لباد'' بہ تشدید بائے موحدہ (lubbad) کے معنی نمدا بنانے والے کے ہیں ۔

کم و بیش یہی معنی ''لبادہ'' کے بیان ہوئے ہیں ۔

حاشیہ نگار نے ''لباد'' کے متعلق لکھا ہے کہ یہ عربی لفظ ہے اور ''لبادہ'' کے متعلق کہا ہے کہ :

''امروزہ ''لبادہ'' بفتح اول و تشدید با بالا پوش را گویند''

''المنجد'' میں ''لَبّاد'' بفتح اول و تشدید ثانی (labbad) کے معنی نمدے کے تھرو بنانے والا اور ''لُبّاد'' بضم اول و تشدید ثانی (lubbad) کے معنی نمدے یا صوف کی قبا مذکور ہیں ۔

ان شواہد سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عربی میں صوف یا نمدے کی قبا کے معنی میں "لبد" ہے اور فارسی میں "لبادہ" (labada) یا لبادہ (labbada) ہے۔ گویا فارسی والوں نے اس میں کس قدر معنوی اور اعرابی تصرف سے کام لیا ہے۔ یعنی عربی کے ضمہ کو فتح سے بدل دیا اور صوف یا نمدے کی قبا کی بجائے محض قبا کے معنی میں رواج دیا۔ چنانچہ محض "قبا" کے معنی میں یہ فارسی لفظ ہے اور بالفتح ہے۔ مگر مولف نے جو صورت درج کی ہے وہ نہ عربی ہے نہ فارسی نہ اردو۔ اگر عربی لفظ کی حیثیت سے درج کرنا تھا تو بہ تشدید بائے موحدہ لباد (lubbad) درج کرنا چاہیے تھا۔ اگر فارسی لفظ کی حیثیت سے اندراج مقصود تھا تو بالفتح چاہیے تھا۔

لبرا : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کرکے اس کے معنی جھوٹا اور گھبا بتائے ہیں۔ عربی میں "لبرا" تو کیا اس کا مادہ "لبر" تک موجود نہیں ہے۔ اس لیے اس کے عربی ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پلیٹس نے "لبرا" کو "لبڑ" کے مبدل کے طور پر ہندی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے اور اسے "لباڑ" کا متبادل قرار دیا ہے۔ پلیٹس کی رائے قرین قیاس ہے۔ اردو میں جھوٹے اور بکواسی کے معنی میں لباڑ، لباڑی وغیرہ مستعمل ہیں۔ لبرا اور لبڑا ان ہی کی ایک صورت ہے۔ یہ ہندی الفاظ ہیں، عربی سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے مولف نے خواہ مخواہ ان کا رشتہ عربی سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ اس سعی رائیگاں سے عام قاری کی الجھن تو بڑھی ہے اور کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

لٹھا : اس کا اندراج سنسکرت لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے اور اس کے معنی A Beam یعنی شہتیر بتائے ہیں۔

"لٹھا" کے صرف یہی ایک معنی نہیں ہیں، بلکہ اور بھی متعدد معنی ہیں۔ پلیٹس نے اس کے معنی شہتیر، کڑی وغیرہ کے علاوہ پیمایش آلہ یعنی گز اور ایک قسم کا موٹا کپڑا بھی بتائے ہیں۔ "لٹھا" سفید رنگ کے کبوتروں کی ایک قسم کا نام بھی ہے، جس کا ذکر کسی لغت میں نہیں ہے، مگر میں نے خود کبوتر بازوں سے یہ لفظ

ان معنی میں ملتا ہے ۔ مولف نے ان معانی سے اعتنا ہی نہیں کیا ۔ علاوہ بریں یہ لفظ بصورت موجودہ ہندی ہے ، سنسکرت نہیں ۔ پلیٹس نے بھی اسے ہندی، ظاہر کیا ہے ۔ اس کی تائید ''فرہنگ آصفیہ'' سے بھی ہوتی ہے ۔

لحد : بفتحتین (lahad) مرقوم ہے صحیح لفظ بفتح اول و سکون ثانی و ثالث (lahad) ہے ۔ پلیٹس نے بفتحتین (lahad) کو عامیانہ قرار دیا ہے ۔ اردو میں بفتحتین بھی مستعمل ہے ۔ تاہم اس کا اصلی اور صحیح تلفظ بھی درج ہونا چاہیے تھا ۔ تا کہ صحیح صورت معلوم ہو سکے ۔

لسی : (lassi) اس کے معنی milk and water یعنی دودھ اور پانی بتائے ہیں ۔ یہ تشریح ناقص ہے ۔ پانی اور دودھ الگ الگ ہوں تو لسی نہیں کہتے ۔ جب دودھ کی مقدار سے زیادہ پانی کی مقدار دودھ میں حل کر دی جائے تو لسی بنتی ہے ۔

''فرہنگ آصفیہ'' میں ''بہت سا پانی ملا ہوا کچا دودھ'' اس کے معنی بتائے گئے ہیں ۔ پلیٹس نے بھی diluted milk لکھ کر اس طرف اشارہ کیا ہے ۔ پنجاب میں ''دہی'' کی لسی بھی بنائی جاتی ہے اور پانی ملا کر بلوئے ہوئے دہی کو بھی لسی کہتے ہیں ۔ دودھ میں پانی ملا کر بنائے جانے والے مشروب کو کچی لسی کہا جاتا ہے ۔

لطفی : لے پالک یا متبنوا کے معنی میں عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ ترکیبی لحاظ سے تو یہ عربی لفظ ہے ، جو ''لطف'' پر یائے معروف کے اضافے سے بنا ہے ، لیکن ان معنی میں عربی میں اس کا ثبوت نہیں ملا ۔ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔ مگر فارسی کتب لغت میں بھی اس کا سراغ نہیں ملا ۔ بظاہر یہ اہل اردو کا تصرف معلوم ہوتا ہے ۔ اس لیے اسے لے پالک کے معنی میں عربی کہنا درست نہیں ہے ۔

لفاظی : اس کا اندراج بھی عربی لفظ کے طور پر ہوا ہے ۔ بصورت موجودہ یہ عربی لفظ نہیں ہے ۔ عربی ''لفاظ'' پر بقاعدہ فارسی یائے

مصدری کے اضافے سے وضع ہوا ہے۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کی حیثیت سے شامل لغت کیا ہے۔

لق و دق : اسے بھی عربی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے۔ مگر یہ درست نہیں ہے۔ بقول غیاث یہ "لغ و دغ" کی مبدل صورت ہے۔ "برہان قاطع" میں "لق" کے معنی بالوں کے بغیر اور صاف بتائے ہیں۔ حاشیہ نگار نے اس کا متبادل "لغ" بتایا ہے۔ "لغ" کے معنی "برہان قاطع" ہی میں : "صاف و بےموی باشد۔ و صحرای خشک بے علف را نیز گویند" یعنی صاف اور بے بال اور بے سبزہ وگیاہ جنگل۔ یہی معنی فارسی کی دوسری کتب لغت میں مرقوم ہیں۔

گویا اصل "لغ" ہے اور اس کا مبدل "لق" ہے۔ اب رہا اس کا جزو ثانی یعنی "دق" اس کے ایک معنی "برہان قاطع" میں "سرِبے بو" یعنی بغیر بالوں کا سر بھی مذکور ہیں۔ حاشیہ نگار نے اس ضمن میں "دغ" اور "دک" سے رجوع کرنے کی ہدایت کی ہے۔ "دغ" کے معنی "برہانِ قاطع" ہی میں یوں مذکور ہیں۔ "زمین بے علف کہ ہرگز گیاہ دراں نرستہ باشد۔ و سری بے موی را نیز گویند کہ از کچلی ہمچو کون طاس بود و چار ضرب زدہ را نیز گفتہ اند و آں شخصی باشد کہ ریش و سبیل و ابرو و مژہ را پاک بتراشد۔ و مخفف داغ ہم ہست"

کم و بیش یہی معنی "دک" کے لکھے ہیں۔ دوسری کتب لغت مثلاً "لغات سعیدی" اور "فرہنگ عمید" میں بھی "دغ" کے معنی بے سبزہ و گیاہ زمین یا چٹیل میدان مذکور ہیں۔

ان شواہد سے ثابت ہے کہ اصلی ترکیب "لغ و دغ" ہے، جس کا مبدل "لق و دق" ہے اور یہ فارسی ترکیب ہے، عربی نہیں۔ پلیٹس نے بھی اس کا اندراج فارسی ترکیب کی حیثیت سے کیا ہے۔ اپنی ترکیبی ہیئت کے لحاظ سے بھی یہ فارسی ہے۔ عربی میں "لق" اور "دق" ان معنی میں نہیں ہیں۔ اس کے فارسی ہونے میں کوئی شبہہ نہیں ہے۔

لقات : دبلا کے معنی میں اسے عربی ظاہر کیا ہے اور اس کا فارسی مترادف ''لکات'' درج کیا ہے ۔ گویا مولف کے نزدیک ''لقات'' یا تو فارسی ''لکات'' کا معرب ہے یا فارسی ''لکات'' عربی ''لقات'' کا مفرس ہے ۔ مگر عربی ''لقات'' کا ثبوت نہیں ملا ۔ البتہ فارسی میں ''لکات اور لکاتہ'' موجود ہے اور اس کے معنی بقول عمید ''ہر چیز پست و زبون ، زن بد کار'' ہیں ۔ اہل اردو نے یہ لفظ لفظی اور معنوی تصرف کے ساتھ ''لقات'' کی صورت میں لاغر اور دبلے کے معنی میں اپنا لیا ۔ چنانچہ یہ لفظ اپنی موجودہ صورت اور معنویت کے لحاظ سے اردو قرار پائے گا ۔ چنانچہ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کا اندراج اردو لفظ کے طور پر کیا گیا ہے ، جو درست ہے ۔ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ، جو صحیح نہیں ہے ۔ اس کے عربی ہونے کا کوئی قرینہ ہی نہیں ہے ۔

لنج ، لُنجا ، لُنجہ : یہ تینوں الفاظ مبدلات کے طور پر فارسی الفاظ کے طور پر درج کیے گئے ہیں ۔ لنگڑے لولے کے معنی میں فارسی میں ''لنج'' کا ثبوت تو ملتا ہے ، مگر لنجا'' فارسی نہیں اردو ہے ۔ چنانچہ ''فرہنگ آصفیہ'' میں ''لنج'' بطور فارسی اور ''لنجا'' بطور اردو مرقوم ہے ۔ پلیٹس نے ان تینوں کو ہندی الفاظ کے طور پر شامل کیا ہے ۔ اکثر فارسی کتب لغت میں چونکہ ''لنج'' کے یہ معنی درج نہیں ہیں ، اس لیے پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ ''برہان قاطع'' میں ''لنج'' کے ایک معنی : ''شخصی کہ دست و پای او از کار افتادہ باشد'' بھی مذکور ہیں ۔ اس ضمن میں حاشیہ نگار نے ''منتہی الارب'' سے ''قطع اللہ اثرہ'' کی تشریح نقل کی ہے جس میں ''لنج'' ان معنی میں استعمال ہوا ہے ، جس سے ان معنی میں اس کا فارسی میں استعمال ثابت ہوتا ہے ۔ لیکن ''لنجا'' فارسی میں مستعمل نہیں ہے ۔ اسے مورد کہہ سکتے ہیں ۔ اس لیے مولف کو اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے الگ کرنا چاہیے تھا ۔

لنگڑا : اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر کیا گیا ہے یہ بدیہی طور پر اردو لفظ ہے ۔ فارسی میں ''لنگ'' ہے ۔ اس سے اردو والوں نے

"لنگڑا" بنا لیا ۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے ہندی لکھا ہے اور "فرہنگ آصفیہ" میں اردو ظاہر کیا گیا ہے ۔

لواحق : اسے "لاحق" کی جمع بتایا ہے ، یہ "لاحق" کی نہیں بلکہ "لاحقہ" کی جمع ہے ۔

لوازم ، لوازمہ : ان کا اندراج "لازم" کی جمع کے طور پر ہوا ہے ۔ عربی میں "لوازمہ" کا ثبوت تو نہیں ملتا ۔ البتہ "لوازم" جمع ہے "لازمہ" کی نہ کہ "لازم" کی ۔

پلیٹس نے "لوازمہ" کو "لوازم" کی تانیث قرار دیا ہے ۔ حالانکہ "لوازم" خود جمع مؤنث ہے ۔ "لازمہ" مؤنث ہے "لازم" کا اور اس کی جمع "لوازم" ہے ۔ "لوازمہ" اردو کا والوں کا تصرف ہے ۔

لیک ، لیکن : عربی الفاظ کے طور پر مندرج ہیں ۔ عربی "لکن" ہے ۔ اس کی مفرس صورت یا امالہ "لیکن" ہے اور "لیک" اس کا مخفف ہے ۔ بہرحال یہ دونوں فارسی ہیں ۔

(م)

ماخولیا : اس کا اندراج یونانی لفظ کے طور پر کیا گیا ہے ۔ اگر یہ اصلاً یونانی ہو تو بھی بصورت موجودہ یونانی نہیں ہے ۔ بشکل موجودہ یہ فارسی لفظ ہے جو "مالیخولیا" کا مخفف ہے ۔ خود "ماخولیا" کا مخفف "ماخول" بھی فارسی میں مروج ہے ۔ اس طرح "مالیخولیا" کا ایک اور مخفف "مالیخ" بھی فارسی میں رائج ہے ۔

مولف "بہار عجم" کے نزدیک صحیح لفظ "مالنخولیا" (بنون بعد از لام : malankholia) ہے اور "مالیخولیا" ۔ بہ تحتانی بجای نون (malikholia) غلط عوام ہے ۔

"برہان قاطع" کے حاشیہ نگار نے "مالیخولیا" (malikholia) کو "مالنخولیا" (malankholia) کا مصحف قرار دیا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ فارسی میں "مالیخولیا" (malikholia) اور "مالنخولیا" (malankholia) دونوں ہی رائج ہیں ۔ چنانچہ "مالنخولیا" (بنون بعداز لام) کا مخفف "مالنخ" (malankh) بھی مستعمل ہے ۔ عربی میں "ملنخولیا" (malankhalia) متداول ہے اور انگریزی میں melancholy ہے جو "مالنخولیا" (بنون بعداز لام) ہی کی ایک صورت ہے ۔ مگر اردو میں "مالیخولیا" بہ تحتانی بعد از لام مستعمل ہے ۔

سٹین گاس نے اسے melanos بمعنی سیاہ اور khale بمعنی خلط سے مرکب قرار دیا ہے ۔ یعنی خلط سیاہ یا خلط سودا ۔ چونکہ اسے سوداوی مرض سمجھا جاتا ہے ۔ اس لیے اس کا یہ نام رکھا گیا ۔

دزی نے اس کی لاطینی صورت melankholia اور یونانی صورت melaghxolia بتائی ہے ۔ اگر "دزی" کی تحقیق درست ہے تو یہ امر بدیہی ہے کہ "مالنخولیا" "ملنخولیا" اور melancholy کا ماخذ لاطینی

ہے اور مالیخولیا کا ماخذ یونانی ہے۔ ایسی صورت میں "مالیخولیا" کو نہ "مالخولیا" کی تصحیف ماننے کی ضرورت ہے اور نہ غلط العوام کہنے کا کوئی جواز ہے۔

ان حالات میں دونوں صورتیں صحیح قرار پاتی ہیں۔ یہ الگ بحث ہے کہ ان میں سے صحیح تر کونسی صورت ہے اور اگر اس کی اصل یونانی ہے تو لاطینی میں نون کے ساتھ کیوں ہے۔ اس کی ایک صورت یہ بھی ممکن ہے کہ عربی میں یونانی سے "مالیخولیا" اختیار کیا گیا ہو، جو بعد میں تصحیف سے "مالنخولیا" (بنون بعداز لام) ہو گیا ہو یہی مصحف صورت لاطینی میں وارد ہوئی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ "لاطینی" میں یہ عمل ہوا ہو اور لاطینی سے عربی میں یہ صورت درآمد ہوئی ہو۔

بہرحال یہ اصلاً یونانی ہو یا لاطینی، بصورت موجودہ فارسی لفظ ہے اور اس کا اندراج اسی حیثیت سے ہونا چاہیے۔

پلیٹس نے اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر کیا ہے، جو غلط ہے کیونکہ ماخولیا عربی میں مستعمل نہیں ہے۔ البتہ فارسی میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ "بہار عجم" میں ملا وحشی کا یہ شعر منقول ہے:

ماخولیا گر نیستم جویم چرا خونخوارۂ
کو قصد جان من کند من جان برای او دہم

اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ فارسی میں یہ لفظ مجازاً "مالیخولیا کے مریض" یعنی پاگل کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔

مادب: (muaddab). اس کا مروج املا "مؤدب" ہے۔ "مادب" رواج کے خلاف بھی ہے اور قاعدہ کے خلاف بھی۔

مالش کرنا: اس کے معنی صرف (To rub) درج کیے ہیں۔ یہ اس کے لغوی معنی ہیں۔ اردو میں یہ لفظ مجازاً ابکائی آنا، متلانا، کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" اور پلیٹس کی لغت میں یہ معنی مذکور ہیں۔ مگر مولف نے نظرانداز کر دیے ہیں۔

ماہواری : فارسی لفظ کی حیثیت سے بمعنی ماہانہ مرقوم ہے ۔ ان معنی میں فارسی میں ماہوار یا ماہوارہ ہے ، "ماہواری" اردو تصرف ہے ۔ یعنی بلا ضرورت یائے معروف کا اضافہ کر دیا ہے ۔ علاوہ بریں اردو میں یہ لفظ حیض کے معنی میں عام بول چال میں مستعمل ہے ۔ تعجب ہے کہ یہ معنی "فرہنگ آصفیہ" اور پلیٹس کی لغت میں بھی نظرانداز ہو گئے ہیں ۔

مایوسی : بطور عربی لفظ مندرج ہے ۔ بصورت موجودہ یہ عربی نہیں ۔ بلکہ فارسی ہے جو فارسی قاعدے کے مطابق عربی "مایوس" پر یائے مصدری کے اضافے سے وضع کیا گیا ہے ۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔

مبارک : اسے بھی عربی بتایا ہے ۔ یہ بھی مندرجہ بالا لفظ کی طرح بشکل موجودہ فارسی لفظ ہے ۔ پلیٹس نے اسے فارسی کے طور پر درج کیا ہے مگر "فرہنگ آصفیہ" میں اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ اپنی ترکیبی ساخت کے لحاظ سے تو یہ فارسی ہے ۔ مگر فارسی میں اس کا استعمال دیکھنے میں نہیں آیا ۔ اگر فارسی میں اس کے استعمال کا کوئی ثبوت نہ ملے تو پھر اردو لفظ قرار دیا جا سکتا ہے ۔ بصورت موجودہ یہ عربی ہرگز نہیں ہے ۔

مبہی : بمعنی شہوت انگیز عربی لفظ کے طور پر درج ہے :

پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کی حیثیت سے شامل کیا ہے اور "مبہّی" (mubaiyihi) کا بگاڑ بتایا ہے ۔ غیاث کے بقول بھی صحیح "مبہّی" ہے ، جو صفت معنوی ہے بمعنی پیدا کردہ قوت باہ ۔

بہرحال ان معنی میں یہ عربی نہیں ہے ۔ بصورت موجودہ اسے اردو لکھ سکتے ہیں ۔

متبرک : (mutabarrak) بفتح رائے مہملہ درج ہے ۔ صحیح بکسر رائے مشددہ mutabarrik ہے ۔

متزلزل : بفتح ہر دو زائے منقوطہ (mutazalzal) مرقوم ہے ۔ صحیح بفتح زائے اول و کسر زائے ثانی mutazalzal ہے ۔

متظلّم : اس کے معنی ان الفاظ میں بیان کیے ہیں :

"abscured, darkened, appressed, infured"

یہ "تظلّم" کا اسم فاعل ہے ۔ "تظلّم" کے معنی ہیں ظلم کی شکایت فریاد ۔ چنانچہ "متظلم" کے معنی فریادی ، داد خواہ ہوں گے ۔ پلیٹس نے اس کے معنی ظلم کا شاکی ہی لکھے ہیں ۔ عمید نے اس کے معنی "ستم دیدہ ، داد خواہ ، کسی کہ از دیگری شکایت کند" بیان کیے ہیں ۔

متعارف : بفتح رائے مہملہ (muta'araf) مندرج ہے ۔ صحیح لفظ بکسر رائے بے نقطہ muta'arif ہے ۔ عربی میں اس کے معنی ہیں ۔ ایک دوسرے کو پہچاننے والا مجازاً معروف اور متداول کے معنی میں مستعمل ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" ، "لغات سعیدی" ، "فرہنگ عمید" میں بھی بکسر رائے غیر منقوطہ ہے ۔

متعلم : بفتح لام مشدد (muta'allam) درج کرکے اس کے معنی :

"1. Being taught, learning.
2. (Subs) A scholar, disciple."

بیان کیے ہیں اور "علم" کا اسم مفعول قرار دیا ہے ۔

"علم" اس کا مادہ ضرور ہے ۔ مگر یہ اس کا اسم مفعول نہیں ہے ۔ "تعلّم" ثلاثی مزید کے باب "تفعّل" کا مصدر ہے ۔ اس باب کے مصادر متعدی نہیں ہوتے ۔ اس لیے ان سے اسم مفعول نہیں بنتا ۔ چنانچہ "تعلّم" سے بھی اسم مفعول نہیں آتا ۔ "تعلم کے معنی بکوشش سیکھنا ہیں ۔ صحیح لفظ "متعلم" بکسر لام مشدد اسم فاعل ہے ۔ جس کے معنی ہیں سیکھنے والا ، طالب علم ، دانش آموز مولف نے مشق ۲ میں جو معنی بیان کیے ہیں ان کا تعلق بھی "متعلم" بکسر لام مشدد muta'allim سے ہے ۔ یہی صحیح لفظ ہے ۔ سبھی

اہل لغت نے بکسر چہارم مشدد لکھا ہے -

متلاشی : عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور اس کے معنی یوں بیان کیے ہیں :

"An inquirer, searcher, adventurer".

عربی میں اس کے معنی ہیں :

پراگندہ ، مضمحل ، پریشان ، وغیرہ ۔

ڈھونڈنے والا کے معنی میں یہ ترکی لفظ "تلاش" سے عربی طرز پر اردو والوں نے بنا لیا ہے ۔ اس لیے یہ اردو ہوا ۔ ثقہ لوگ ایسے استعمال نہیں کرتے ۔ اس ضمن میں "فرہنگ آصفیہ" کا اندراج حسب ذیل ہے :

"اخیر معنی میں یہ لفظ تلاش سے ان لوگوں نے ، جن کو عربی و ترکی کی تمیز نہیں بنا لیا ہے ، جو غلط محض ہے ۔ کیونکہ عربی قاعدہ یہاں جاری نہیں ہو سکتا ۔ تلاشی کرنے والا البتہ تلاش کرنے والا بقاعدہ فارسی بن سکتا ہے"۔

چنانچہ یہ غلط العوام قرار پاتا ہے ۔ چونکہ یہ لفظ اردو میں مستعمل ہے ۔ اس لیے غلط العوام کی حیثیت ہی سے سہی ، شامل لغت تو کرنا چاہیے لیکن اردو لفظ کے طور پر ۔ اسے عربی ظاہر کرنا مغالطہ انگیز ہے ۔ اردو لفظ کی حیثیت سے درج کرکے اس اصل کی وضاحت کر دینی چاہیے ۔ یہی محفوظ و مناسب طریقہ ہے ۔

متنجن پلاؤ : (mutanjanpulao) فارسی لفظ کے طور پر درج ہے -

فارسی میں اس کا ثبوت نہیں ملا ۔ عربی میں البتہ "مطجن" ملتا ہے جس کے معنی کڑاہی میں بھونا ہوا ہے ۔ کیونکہ عربی میں "طاجن یا طیجن" کے معنی "کڑاہی" ہیں ۔ "المنجد" میں اسے یونانی الاصل قرار دیا ہے ۔ "صراح" سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے "صراح" میں "طاجن" کے معنی "تابہ" (کڑاہی) درج کرکے یہ وضاحت کی گئی ہے کہ یہ معرب ہے ۔ کیونکہ عربی میں طا اور جیم کا اجتماع نہیں ہوتا

بہرحال اسے عربی ''مطجن'' سے ماخوذ قرار دے سکتے ہیں ۔ مگر ''متنجن'' کی صورت میں فارسی میں اس کا استعمال محتاج ثبوت ہے ۔ البتہ اسے اردو کا تصرف کہا جا سکتا ہے ، کیونکہ اردو میں اس لفظ کا استعمال ثابت ہے ۔

مجرائی : اس کا اندراج عربی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے اور اس کے معنی یوں مرقوم ہیں :

"One who pays his respects a servant, minister, visit-ant and c".

عربی میں '' مجرائی'' کا سراغ نہیں ملتا ۔ البتہ ''بہار عجم'' میں سلام کرنے والا کے معنی میں مذکور ہے اور اس کی سند میں فقیراللہ آفرین لاہوری کا ایک شعر بھی درج ہے اور دوسرے معنی زر تنخواہ بتائے ہیں ۔ یہ لفظ ''مجریٰ'' سے بنایا گیا ہے ۔ عربی میں ''مجریٰ'' کے معنی ہیں ۔ جاری کیا ہوا ۔ اجرا شدہ ۔ اس کے دوسری معنی ہیں ''محسوب'' اس سے فارسی والوں نے مجازی معنی ''سلام'' بھی پیدا کیے ہیں ۔ چنانچہ ''بہار عجم'' میں ''مجریٰ'' کے معنی یوں بیان ہوئے ہیں :

'' ہر چیزے کہ از جمع چیزے محسوب شود و نوعی از سلام''۔ گویا فارسی میں ''مجریٰ'' یا ''مجرا'' سلام کے معنی میں مستعمل ہے ۔ اس سے ''مجرای'' سلام کرنے والا حسب قاعدہ بنا لیے گئے ہیں ۔ اس لیے ان معنی میں ''مجرائی'' فارسی ہوگا نہ کہ عربی ۔ اردو میں اس کے معنی میں اور اضافہ ہوا ہے ۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں یہ لفظ اردو کے لفظ کے طور پر مندرج ہے اور اس کے معنی حسب ذیل ہیں :

''۱۔ سلام کرنے والا ، سلامی ، مجرا بجا لانے والا ، کورنش کنندہ ، وہ شخص جو اپنے خداوند نعمت کا آداب بجا لایا ہو ۔

۲ ۔ وہ لوگ جو صرف سلام کرنے کی تنخواہ پاتے ہوں ۔ امتیازی ، یکے ، منصبدار ، درباری ۔

۳ ۔ کھاٹ جمع یا لگان ، منہائی ، کمی ۔

۲ - مرثیے کا سلام پڑھنے یا کہنے والا - مرثیہ خواں"۔

بعض فصحاء سلام کرنے والا کے معنی میں "مجرائی" کا استعمال غلط سمجھتے ہیں ۔ لیکن یہ الگ بحث ہے ۔ جس کا یہاں موقع نہیں ہے ۔ اگر اسے درج کیا تھا تو اردو میں متداول اس کے تمام معنوی پہلوں کا استقصا ہونا چاہیے تھا ۔

مجمر : بفتح میم اول و کسر میم دوم majmir مندرج ہے ۔ یہ تلفظ غلط ہے ۔ اس کا صحیح تلفظ بکسر میم اول و فتح میم ثانی mijmar ہے اور اس کے معنی انگیٹھی یا عود سوز ہیں ۔ مولف نے اس کے دوسرے معنی perfume یعنی خوشبو بتائے ہیں ۔ ان معنی میں یہ دوسرا لفظ "مجمر" بضم میم اول و فتح میم ثانی mujmar ۔ چنانچہ "صراح" میں مذکور ہے ۔ "مجمر" بالکسر ہوئے سوز ۔ مجمر بالضم ہوے سوختنی یعنی جلائی جانے والی خوشبو ، مثلاً عود ، صندل ، لوبان وغیرہ ۔ مولف نے دونوں لفظوں کو گڈ مڈ کرکے مغالطہ پیدا کر دیا ہے ۔

مجنس : (mujannus) عربی لفظ کے طور پر درج ہے اور اس کے معانی ان الفاظ میں بیان کیے ہیں :

1. "A mongrel, of mixed breed, a horse between an Arab and a tarki.

2. adj composed of different kinds".

اس لفظ کا ان معنی میں عربی ، فارسی اور اردو کی کسی مستند لغت میں سراغ نہیں ملا ۔ اس کے دوسرے معنی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عربی مصدر "تجنیس" کا اسم مفعول ہے ۔ لیکن اس صورت میں صحیح بفتح نون مشدد mujannas ہونا چاہیے ۔ بضم نون مشدد کوئی لفظ نہیں ہے ۔

مجورا : اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کرنے کے بعد "مزدور" کا بگاڑ قرار دیا ہے ۔ اس بگڑی ہوئی صورت میں یہ فارسی تو نہ ہوا ۔ یہ

لفظ اردو میں استعمال تو ہوتا ہے ۔ مگر جہلا کی زبان پر ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا ۔ اس کا مبدل "مجور" بھی استعمال ہوتا ہے ۔ پلیٹس نے "مجورا" اور مجور" دونوں شامل کیے ہیں ۔ مگر ہندی الفاظ کے طور پر ۔

مجوری : یہ بھی فارسی لفظ کی حیثیت سے شامل ہے ۔ "مجورا" کی طرح یہ بھی اردو لفظ ہے مگر عامیانہ ۔

مجہولی : اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر ہوا ہے ۔ بصورت موجودہ یہ فارسی لفظ ہے، جو "ی" "مجہول" پر یائے مصدری بڑھا کر تشکیل کیا گیا ہے ۔ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔ بہرصورت یہ عربی نہیں ہے ۔

مچھندر : اس کے معنی چوہا اور بیوقوف بتائے ہیں ۔

اس کے اور بھی متعدد معانی ہیں ۔ مثلاً اس کے لغوی معنی ہیں ۔ مونچھوں والا ۔ بندر نچانے والے کو بھی مچھندر کہتے ہیں ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کے معانی بدوضع ، واہی ، یاوہ ، مسخرہ اور دیوث بھی مذکور ہیں ۔ مگر مولف نے تمام معانی نظرانداز کر دیے ہیں ۔ نجانے کیوں ؟

محبت : بضم اول (muhabbat) مرقوم ہے ۔ صحیح تلفظ بالفتح mahabbat ہے ۔ سبھی اہل لغت نے بالفتح درج کیا ہے ۔ پلیٹس نے بالضم کو عامیانہ قرار دیا ہے ۔

محبوبی ، محتاجی ، محجوبی ، محرومی : ان کا اندراج عربی الفاظ کے طور پر ہوا ہے ۔ لیکن یہ تمام الفاظ اپنی موجودہ صورتوں میں فارسی الفاظ ہیں ، جو فارسی قاعدے کے مطابق یائے مصدری کے اضافے سے بنائے گئے ہیں ۔ عربی میں لہ یائے مصدری ہے اور نہ اس وزن پر اسمائے کیفیت آتے ہیں ۔

مخنثی : یہ بھی عربی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ عربی میں اس کے استعمال کا ثبوت نہیں ملا ۔ بظاہر یہ اردو والوں کا وضع کردہ ہے ۔جو

"محنت" پر یائے فاعلی کے اضافے سے بنا لیا گیا ہے ۔ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔ مگر فارسی میں بھی اس کا ثبوت نہیں ملا ۔

مختاری : اس کا اندراج بھی عربی لفظ کے طور پر کیا گیا ہے ۔ یہ بھی بصورت موجودہ فارسی لفظ ہے ۔

مُخلصی : اس کا بھی یہی حال ہے ، یہ بھی بشکل موجودہ فارسی ہے ، مگر عربی ظاہر کیا گیا ہے ۔

مُخمّر : بکسر میم ثانی (mukhmir) مرقوم ہے بمعنی خمیر شدہ ۔ ان معنی میں صحیح لفظ مُخمّر بفتح میم دوم مشدد ۔ (mukhammar) پلیٹس میں بھی اسی صورت میں مندرج ہے اور مخمِر (mukhmir) کو عامیانہ بتایا گیا ہے ۔ کیونکہ مخمّر (mukhammar) مصدر "تخمیر" (takhmir) سے اسم مفعول ہے ۔

مخمل : بالفتح عربی لفظ کی حیثیت سے مرقوم ہے ۔ عربی میں بضم اول و فتح سوم mukhmal ہے ۔ البتہ فارسی میں بفتح ہر دو میم makhmal ہے ۔ اس لیے اگر اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا تھا تو بالضم درج کرنا چاہیے تھا ۔ اگر بالفتح لکھا تھا تو فارسی ظاہر کرنا چاہیے تھا ۔ پلیٹس نے بالفتح بطور فارسی شامل کیا ہے اور یہ صراحت بھی کر دی ہے کہ عربی میں بضم اول ہے ۔

مداحی ۔ مدرسی : ان کا اندراج عربی الفاظ کی حیثیت سے کیا گیا ہے ۔ اپنی موجودہ صورتوں میں یہ فارسی الفاظ ہیں ، جو باقاعدہ فارسی یائے مصدری کے اضافے سے وضع ہوئے ہیں ۔ پلیٹس نے بجا طور پر ان کو فارسی الفاظ کی حیثیت سے شامل لغت کیا ہے ۔

مدیح : اس کے معنی قابل ستائش اور ستائش بیان کیے گئے ہیں ۔ اس کے معنی ستایش تو درست ہیں ۔ مگر قابل ستایش کے معنی میں اس کا ثبوت نہیں ملا ۔ عبید نے اس کے معنی ستایش بتائے ہیں "مفتاح اللغات" میں اس کے معنی یوں مذکور ہیں :

"تعریف اشعار قصیدہ وغیرہ جن میں تعریف ہو"

"المنجد" میں "مدیح" اور "امدوحہ" کے معنی "ما یمدح بہ" جس سے تعریف کی جائے۔ یعنی ستائش بتائے ہیں۔

مراد : بطور عربی لفظ درج ہے اور معنی خواہش ، ارادہ ، مقصد ، رجحان وغیرہ مذکور ہیں ۔ اردو اور فارسی میں یہ لفظ ان معانی میں بھی مستعمل ہے ۔ مگر اس کے لغوی معنی ہیں : ارادہ کیا گیا ، چاہا گیا ۔ کیونکہ یہ اسم مفعول ہے ۔ یہ تصوف کی اصطلاح بھی ۔ مراد اس درویش کو کہتے ہیں جس نے جذب الٰہی سے متصف ہونے کے بعد سلوک (درویشی) اختیار کیا ہو ۔ علاوہ بریں اردو میں منت اور نذر کے معنی میں بھی یہ لفظ مستعمل ہے ۔ علاوہ بریں مراد سے بننے والے متعدد مرکبات اور محاورات بھی ہیں مثلاً مراد آنا ، مراد پانا ، مراد پوری کرنا ، مراد دعویٰ ، مراد حاصل ہونا ، مراد دلی ، مراد رکھنا ، مراد لینا ، مراد مانگنا ، مراد ماننا ، مراد مند ، مراد ہونا ، مرادوں کے دن ، مرادی ۔ مؤلف نے نہ ان معنوی پہلوؤں سے اعتنا کیا اور نہ ان مرکبات و محاورات کو قابلِ اندراج سمجھا ۔ پلیٹس کی لغت اور "فرہنگ آصفیہ" میں ان کا اندراج ہوا ہے ۔

مراسم : اسے رسم یا مرسم ، کی جمع بتایا ہے ۔ یہ ان میں سے کسی کی جمع نہیں ہے ، البتہ "مرسوم" کی جمع ہے ۔"مرسوم" کی جمع 'مراسم' اور 'مراسیم' دو طرح آتی ہے ۔ "رسم" کی جمع "رسوم" ہے ۔

مرتبان : اسے عربی قرار دیا ہے ۔ کسی اور لغت سے اس کی تائید نہیں ہوتی ۔ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے اور "فرہنگ آصفیہ" میں اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ "فرہنگ عمید" میں بھی یہ فارسی لفظ کے طور پر شامل ہے ۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ لفظ فارسی میں مستعمل ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا ۔

مردانی : بطور فارسی لفظ مرقوم ہے اور اس کے معنی "A masculine woman" مذکور ہیں ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بصورت موجودہ فارسی نہیں ، بلکہ اردو لفظ ہے ۔ اردو والوں نے فارسی "مردانہ" کی تانیث ہائے تانیث کے اضافے سے وضع کر لی ہے ۔ اس لحاظ سے اس کے معنی مرد سے نسبت رکھنے والی ہیں ۔ مثلاً مردانی جوتی ، مردانی پوشاک ، وعلیٰ ہذالقیاس ۔ کنایتاً مرد نما عورت کو بھی کہتے ہیں ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ، جو درست ہے ۔ پلیٹس نے البتہ اسے فارسی ظاہر کیا ہے ، جو بوجوہ بالا غلط ہے ۔ فارسی میں "مردانی" کا وجود نہیں ہے ۔

مردوا : اسے بھی فارسی قرار دیا ہے ۔ یہ اردو قاعدے کے مطابق "مرد" کی تصغیر برائے تحقیر ہے ۔ اس لیے بصورت موجودہ یہ اردو لفظ ہے ، چنانچہ اس حیثیت سے اس کا اندراج ہونا چاہیے ۔ پلیٹس نے اسے ہندی ظاہر کیا ہے اور "فرہنگ آصفیہ" میں اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ فارسی میں "مرد" کی تصغیر "مردک" ہے ، "مردوا" نہیں ۔

مرسان : اس کو عربی لفظ کے طور پر درج کرکے "مسن" کا بگاڑ قرار دیا ہے ۔ اس بگڑی ہوئی صورت میں اسے عربی قرار دینا غلط ہے ۔ چنانچہ پلیٹس نے اس کا اندراج ہندی لفظ کے طور پر کیا ۔ دوسری کتب لغت میں یہ شامل ہی نہیں ۔

مرشدی : اسے بھی عربی ظاہر کیا ہے اور یہ بھی بصورت موجودہ عربی نہیں بلکہ فارسی ہے ۔ پلیٹس نے بھی اسے فارسی بتایا ہے ۔

مرصّع : اس کے معنی یوں بیان کیے گئے ہیں : "Covered with gold, set with jewels, (subs) Cloth or any texture so adorned" یہ معنی درست ہیں ، مگر یہ اس کے لغوی معنی ہیں ۔ یہ علم بیان کی ایک مشہور اصطلاح بھی ہے ۔ "مرصع" اس نظم یا نثر کو کہتے ہیں ، جس میں صنعت ترصیع استعمال کی گئی ہو یعنی ہر لفظ کے مقابل

دوسرا لفظ اسی وزن اور قافیہ کا ہو ۔ ان اصطلاحی معنی میں یہ لفظ عام استعمال ہوتا ہے ۔ مثلاً مرصع القلم یا غزل ۔ مولف نے یہ معنی نظر انداز کر دیے ہیں ۔

مُرغی : اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔ یہ اردو لفظ ہے ۔ فارسی میں "مرغ" مطلق پرندے کے معنی میں مستعمل ہے ۔ اردو والوں نے "مرغ" پر الف بڑھا کر "مرغا" بمعنی خروس وضع کیا اور حسب قاعدہ "مرغا" کا الف یائے معروف سے بدل کر اس کی تانیث بنا لی ۔ چنانچہ "مرغی" بمعنی ماکیان اردو لفظ ہے ۔ اسے فارسی کہنا بے خبری کی دلیل ہے ۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے ہندی اور مولف "فرہنگ آصفیہ" نے اسے اردو ظاہر کیا ہے ۔ بصورت موجودہ فارسی میں اس کا وجود ہی نہیں ہے ۔

مرمر : اس کا اندراج یونانی لفظ کے طور پر کیا ہے ۔ اگرچہ یہ لفظ یونانی الاصل ہے مگر موجودہ صورت میں یہ یونانی نہیں ہے ۔ یونانی میں اسے marmoras کہتے ہیں اور لاتینی میں marmor جرمن میں بھی marmor ہی کہتے ہیں ۔ لیکن عربی ، فارسی اور ترکی میں یہ مرمر کہلاتا ہے صوتی مشابہت کو مدنظر رکھا جائے تو لاتینی لہجہ قریب تر ہے ۔ پلیٹس نے اسے عربی اور فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے اور حمید نے فارسی لفظ کے طور پر ۔ اردو میں غالباً فارسی سے آیا ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر مناسب ہوتا ۔ البتہ اس کی اصل کی طرف اشارہ کیا جا سکتا تھا ۔

مریدی : اسے عربی ظاہر کیا ہے ۔ اسی قبیل کے دوسرے الفاظ کی طرح یہ بھی بشکل موجودہ فارسی لفظ ہے ، جس کی تشکیل عربی "مرید" پر فارسی قاعدے کے مطابق یائے مصدری کے اضافے سے ہوئی ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا ۔ پلیٹس نے ایسا ہی کیا ہے ۔

مزاخ : اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر کرکے اسے "مزح" سے ماخوذ قرار دیا ہے ۔ عربی میں "مزاخ" کون بولتا ہے کہ اسے عربی

قرار دیا جائے۔ اردو میں بھی یہ صرف جہلاء کی زبان پر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ "مزح" سے ماخوذ نہیں اور نہ "مزاح" کا بگاڑ یا تصحیف ہے، بلکہ یہ "مذاق" کا بگاڑ ہے۔ یہ مشاہدہ ہے کہ جہلاء قاف کو خائے معجمہ سے بدل لیتے ہیں اور ذال معجمہ کو زائے منقوط کے لہجے میں تو اکثر بولا جاتا ہے۔ اس لیے جہلا نے "مذاق" کو مزاخ بنا لیا۔ یاد رہے کہ اردو میں "مذاق" عموماً ہنسی، ٹھٹھے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ "فرہنگ آصفیہ" میں "مذاق" کے اردو معنی: "ہنسی، ٹھٹھا، ظرافت، تمسخر، مزاح، دل لگی، کھیل" مرقوم ہیں اور اسی مناسبت سے "مذاق سے" کے معنی: "ہنسی سے، ٹھٹھے سے، ظرافتاً، مزاحاً، دل لگی سے" اور "مذاقیہ" کے معنی: "مذاق کے طور پر، ہنسی سے، ٹھٹھے سے" مذکور ہیں۔ دوسرے اہل لغت نے بھی "مذاق" کے یہ معنی بتائے ہیں۔ اس لیے "مزاخ" کو "مذاق" کا مخرب سمجھنا خلاف قیاس نہیں ہے۔

مُساحقہ: بکسر حائے حطی (musahika) مرقوم ہے۔ عربی قاعدے کے مطابق اگر اسے باب مفاعلہ سے سمجھا جائے تو صحیح بفتح حائے حطی musahaqa ہونا چاہیے۔ "فرہنگ آصفیہ"، "فرہنگ عمید"، "لغات سعیدی"، "برہان قاطع"، "المنجد" اور "صراح" میں اس کا سراغ نہیں ملا۔ البتہ "فرہنگ عامرہ" میں "مساحقہ" حائے مفتوح کے ساتھ چپٹی لڑانا کے معنی میں مذکور ہے۔ اس لفظ کا عربی ہونا تو مشکوک ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ عربی طرز پر اردو یا فارسی والوں نے وضع کر لیا ہے۔ بہرحال صحیح بفتح حائے حطی ہے۔

مساس: بالکسر (misas) مندرج ہے۔ پلیٹس نے بھی بکسر اول لکھا ہے۔ لیکن صحیح بالفتح masas ہے۔ "فرہنگ آصفیہ"، "فرہنگ عمید"، "لغاتِ سعیدی" اور "المنجد" میں بالفتح ہی مرقوم ہے۔

مَسام: بطور واحد درج ہے اور اس کی جمع "مسامات" بتائی ہے۔ پلیٹس نے اسے "مسم" اسم ظرف مکان کی جمع بتایا ہے۔ غیاث نے

بھی ایسا ہی لکھا ہے اور غالباً پلیٹس نے بھی غیاث ہی سے نقل کیا ہے ۔ یہ دراصل "سُم" بمعنی سوراخ کی جمع ہے ۔ "فرہنگ عمید" اور "المنجد" سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ البتہ یہ جمع خلافِ قیاس ہے ، اس لیے بعض اہل لغت غلط فہمی کا شکار ہو گئے ۔

مستانی : (mastani) اس کا اندراج بطور فارسی لفظ کیا ہے ۔ یہ اردو لفظ ہے ، جو "مستانہ" سے اردو قاعدے کے مطابق مونث بنا لیا گیا ہے ۔ اس لیے اسے اردو لفظ کی حیثیت سے درج کرنا چاہیئے تھا ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اردو کے طور پر شامل ہے ۔

مسخری : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کر کے دکھنی قرار دیا ہے ۔ اگر یہ دکھنی لفظ ہے تو پھر عربی کیونکر ہوا ؟ ہو سکتا ہے دکنی میں بھی مستعمل ہو ۔ مگر اردو میں بھی یہ مستعمل ہے ، البتہ عامیانہ ہے ۔ ثقہ حضرات اسے استعمال نہیں کرتے ۔ اس لیے اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا ۔

مُسعَد : (mus'ad) اسے "سعد" کے اسم مفعول کے طور پر خوش ، خوش بخت وغیرہ کے معنی میں درج کیا ہے ۔ پلیٹس نے بھی اس کا اندراج ان ہی معنوں میں کیا ہے اور اسے "اسعد" کا اسم مفعول قرار دیا ہے ۔ یہ لفظ عربی اور فارسی کی کسی مستند لغت میں موجود نہیں ہے ۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ عربی میں یہ مستعمل نہیں ہے ۔ "المنجد" میں "اسعد" کے تحت اس کی پوری وضاحت موجود ہے ۔ "المنجد" کی عبارت حسب ذیل ہے :

"اسعدہ اللہ : جعلہ ، سعیداً فہو مسعود ولا یقال مسعد"

یعنی "اسعد" سے مفعول مسعود آتا ہے ۔ "مسعد" نہیں بولتے ۔ اس سے ثابت ہے کہ "مسعد" ان معنی میں غلط ہے اور اہل زبان کے رواج کے خلاف ہے ۔ اردو اور فارسی مین بھی "مسعد" مستعمل نہیں ہے ۔

مُسَکَّا : (musakka) عربی لفظ کے طور پر muzzle کے معنی میں مندرج ہے اور اسے عربی "مسک" سے ماخوذ قرار دیا ہے ۔ عربی میں

کہنا سراسر غلط ہے ۔ اس کا اندراج اردو کے عامیانہ لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا ۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے ہندی ظاہر کیا ہے اور ''فرہنگ آصفیہ'' میں گنوارو اردو بتایا گیا ہے ۔

مشایخی : (mashaikhi) ۔ اسے بھی عربی لفظ ظاہر کیا گیا ہے ۔ عربی میں یہ مستعمل نہیں ہے ۔ یہ فارسی قاعدے کے مطابق ''مشائخ'' پر یائے مصدری کے اضافے سے بنا ہے ۔ اس لیے پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔ مگر مجھے فارسی میں بھی اس کے استعمال کا ثبوت نہیں ملا ایسی صورت میں اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہوسکتا ہے ۔

مشقاب : (mushkab) یہ لفظ رکابی یا تھالی کے معنی میں ترکی لفظ کے طور پر شامل کیا گیا ہے ۔ ان معنی میں بائے موحدہ سے ''بشقاب'' (Bushqab) تو ''فرہنگ عمید'' میں موجود ہے ۔ مگر ''مشقاب'' کا ثبوت نہیں ملا ۔ اگر یہ ''بشقاب'' کا مبدل ہے تو اس کی صراحت ہوتی چاہیئے تھی ۔ مگر ایسا نہیں ہے ۔

مشین : (mushin) بھر اور ناکارہ کے معنی میں عربی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ اس لفظ کا کسی عربی اور فارسی لغت میں سراغ نہیں ملا ۔

مشیں : (mushaiyan) مالدار کے معنی میں بطور عربی لفظ مندرج ہے ۔ عربی میں اس کا ثبوت بھی نہیں ملا ۔ غالباً یہ ''شان'' سے اردو والوں نے عربی طرز پر وضع کر لیا ہے ۔

مصبر : (musabbar) ایلوا کے معنی میں عربی لفظ کے طور پر مرقوم ہے ۔ عربی میں اس کا ثبوت نہیں ملا ۔ عربی میں ان معنی میں ''صبر'' ملتا ہے ۔ غالباً اردو والوں نے اسی سے ''مصبر'' وضع کر لیا ہے ۔ اسی لیے پلیٹس نے اس کا اندراج ہندی لفظ کی حیثیت سے کیا ہے ۔

مصرف : (musrif) فضول خرچ کے معنی میں مرقوم ہے ۔

ان معنی میں صحیح لفظ سین مہملہ سے ''مسرف'' ہے ۔

''غیاث اللغات'' میں ''مصرف'' کے معنی صرف کنندہ یعنی خرچ کرنے والا مذکور ہیں ۔ مگر عربی میں ان معنی میں اس لفظ کا ثبوت

نہیں ملا ۔ بہرحال عربی میں اگر "مصرف" کا وجود مان بھی لیا جائے تو بھی اس کے معنی فضول خرچ نہیں ہے ۔ ان معنی میں "مسرف" ہی درست لفظ ہے ۔

مصطکی : یونانی لفظ کے طور پر مندرج ہے ۔ بصورت موجودہ یہ یونانی نہیں معرب ہے اور عربی میں الف مقصورہ سے "مصطکیٰ" مستعمل ہے ۔ مگر اردو اور فارسی میں یائے معروف سے بولتے ہیں ۔ اگر اسے فارسی کا تصرف سمجھا جائے تو اس لفظ کو مفرس کہہ سکتے ہیں ۔ بہرحال اس کا اندراج یونانی نہیں بلکہ عربی یا فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔ البتہ اس کی اصل کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے ۔

مضبوطی : بطور عربی لفظ مرقوم ہے ۔ بشکل موجودہ یہ فارسی ہے ۔ جو مضبوط پر یائے مصدری بڑھا کر بنایا گیا ہے ۔ پلیٹس نے اسے فارسی لکھا ہے اور "فرہنگ آصفیہ" میں اسے اُردو ظاہر کیا گیا ہے ۔

معافی : اس کا اندراج بطور عربی لفظ کیا گیا ہے اور اس کے معنی ان الفاظ میں مذکور ہیں :

> "adj. Exempt from rent and tax (land), s.f. A grant of land and c. from a sovereign, free of tax, immunity, exemption, remission, pardon, absolution".

ان میں کسی معنی میں بھی یہ لفظ عربی میں استعمال نہیں ہوتا ۔ بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ لفظ اس صورت میں اس صرفی حیثیت میں بھی عربی میں مستعمل نہیں ہے ۔ عربی میں "معافی" (muafi) اسم فاعل ہے ۔ یعنی درگزر کرنے والا اور "معافیٰ" (muafa) اسم مفعول ہے ۔ در گزر کیا ہوا ۔ فارسی اور اردو میں اس میں لفظی اور معنوی تصرف ہوا ہے ۔ اس لیے یہ لفظ اپنی موجودہ صورت ، حالت اور معنی کے لحاظ سے فارسی یا اردو لفظ کہلانے کا مستحق ہے ۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔

معبد : بکسر بائے موحدہ (mabid) مرقوم ہے ۔ عبادت گاہ کے معنی میں صحیح بفتح بائے موحدہ mabad ہے ۔ اسی کے تحت "معبِّد" (muabbid) پجاری کے معنی میں درج ہے ۔ ان معنی میں اس لفظ کا عربی میں ثبوت نہیں ملتا ۔ عربی میں "معبَّد" (muabbad) ذلیل ، خوار ، پامال ، ہموار ، بزرگ ، مکرم کے معنی میں ملتا ہے ۔ اگر "معبِّد" (muabbid) کو اسم فاعل سمجھا جائے تو بھی اس کے معنی پجاری یا پرستندہ متبادر نہیں ہوتے ۔ ان معنی میں "عابد" استعمال ہوتا ہے ۔

معزولی ، معماری ، معموری : ان کا اندراج عربی الفاظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ بصورت موجودہ یہ فارسی الفاظ ہیں جو بائے مصدری کے اضافے سے وضع کیے گئے ہیں ۔ اس لیے ان کا اندراج فارسی الفاظ کے طور پر ہونا چاہیئے ۔ پلیٹس نے ان کو فارسی ظاہر کیا ہے ۔

مَعُون : اس کے معنی مدد وغیرہ بتا کر اسے "معولت" کی جمع بھی ظاہر کیا ہے ۔ یہ جمع نہیں ہے ۔ معون ، معالہ ایک دوسرے کا بدل اور ہم معنی الفاظ ہیں ۔ چنانچہ "المنجد" یوں مرقوم ہے :

"المعالۃ و المعولۃ المعون : العون و المساعدۃ"۔

مَغرَب : بفتح رائے مہملہ (maghrab) اور بکسر رائے مہملہ مغرب (maghrib) دونوں طرح درج ہے اور اس کے معنی west اور sunset لکھے ہیں ۔

صحیح لفظ بکسر رائے مہملہ (maghrib) ہے ۔ رائے مفتوح سے درست نہیں ہے ۔ یہ اسم ظرف مکان ہے ۔ اس کے معنی ہیں "مکان غروب الشمس" یعنی سورج چھپنے کا مقام ۔ اس لیے اس کے معنی west تو درست ہو سکتے ہیں ۔ مگر sunset درست نہیں ۔ sunset کے لیے "غروب" کا لفظ آتا ہے ۔

مغرور : اس کا اندراج عربی لفظ کی حیثیت سے متکبر اور گھمنڈی کے معنی میں کیا گیا ہے ۔ اگرچہ یہ لفظ واقعی عربی ہے ۔ مگر عربی میں

اس کے یہ معنی نہیں ہیں ۔ عربی میں یہ فریفتہ یا فریب خوردہ کے معنی میں مستعمل ہے ۔ "تکبر" وغیرہ کے معنی اردو تصرف ہے ۔ اگر اسے عربی لفظ کے طور پر درج کرنا مقصود تھا تو اس کے لغوی معنی کے اندراج کے بعد اردو میں متداول معنی کا اظہار صراحت کے ساتھ ہونا چاہیئے تھا ۔ تاکہ غلط فہمی کا شائبہ نہ رہتا ۔

مغروری : اسے بھی بمعنی تکبر عربی لفظ کے طور پر شامل کیا ہے ۔ یہ تو بصورت موجودہ بناوٹ کے لحاظ سے بھی عربی لفظ نہیں رہا ۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے اور "فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو لفظ کی حیثیت سے درج کیا گیا ہے ۔

مغلانی : اسے فارسی لفظ ظاہر کیا گیا ہے ۔ یہ لفظ فارسی میں مستعمل نہیں ہے۔ یہ اردو قاعدے کے مطابق مغل کی تانیث ہے اور اسی پر بس نہیں بلکہ اردو والوں نے اس میں معنوی تصرف بھی کیا ہے ۔ اس لیے معنوی اور لفظی اعتبار سے بھی یہ اردو لفظ قرار پاتا ہے ۔ اس لیے پلیٹس نے اسے ہندی ظاہر کیا ہے اور "فرہنگ آصفیہ" میں اردو لفظ کے طور پر تحریر ہے ۔

مغناطیس : اس کا اندراج یونانی لفظ کی حیثیت سے کیا گیا ہے ۔ اگرچہ یہ یونانی الاصل ہے ۔ مگر بصورت موجودہ یہ معرب ہے ۔ اس لیے اسی حیثیت سے اس کا اندراج ہونا چاہیئے تھا ۔ چنانچہ پلیٹس کی لغت اور "فرہنگ عمید" میں یہ عربی لفظ کے طور پر شامل ہے ۔ اردو میں عموماً "مقناطیس" لکھتے اور بولتے ہیں ۔

مفسدی : (mufsidi) یہ بھی بصورت موجودہ ترکیبی لحاظ سے فارسی ہے۔ اس لیے پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔ فارسی میں بھی اس کے استعمال کا ثبوت نہیں ملا ۔ تاہم اردو میں مستعمل ہے ۔

مفلسی : اس کا بھی وہی حال ہے ۔ یعنی بشکل موجودہ یہ بھی فارسی ہے ۔ مگر مولف نے اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ۔

مفلوک : یہ بھی بطور عربی لفظ مذکور ہے ۔ مگر عربی میں اس کا سراغ نہیں ملتا ۔ یہ فارسی والوں کا ساختہ پرداختہ ہے ، جو انھوں نے "فلک" سے عربی طرز پر فلک زدہ یعنی بدبخت اور مفلس کے معنی میں وضع کر لیا ہے ۔ چنانچہ اس کی تشریح کرتے ہوئے عمید نے یہ وضاحت کی ہے :

"این کلمہ مانند مفلاک و فلاکت در فارسی ساختہ شدہ بشکل لغات عربی"۔

یعنی مفلاک اور فلاکت کی طرح یہ کلمہ بھی عربی الفاظ کی طرز پر فارسی میں وضع کیا گیا ہے ۔

"برہان قاطع" کے حاشیہ نگار نے "مفلاک" کے ضمن میں "فرہنگ رشیدی" کے حوالے سے لکھا ہے : "این کلمہ برساختہ ، ایرانیاست کہ ظ ۔ از ترکیب "فلک زدہ" فلاکت از آن مفلاک ساختہ اند و امروزہ بایں معنی مفلوک گویند" یعنی یہ کلمہ ایرانیوں کا بنایا ہوا ہے ۔ انھوں نے "فلک زدہ" کی ترکیب سے فلاکت اور اس سے مفلاک بنا لیا ہے ۔ آجکل اس معنی میں "مفلوک" بولتے ہیں ۔ ان شواہد کی بنا پر اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے تھا ۔ چنانچہ "فرہنگ عمید" اور پلیٹس کی لغت میں یہ بطور فارسی لفظ شامل ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اس غلطی کا اعادہ ہوا ہے ۔ یعنی اسے عربی ظاہر کیا گیا ہے ۔

مقابا ، مقابہ : اس کا اندراج بھی بطور عربی لفظ ہوا ہے ۔ فیلن نے اسے "مقعبہ" کی صورت میں عربی لفظ کے طور پر شامل کیا ہے ۔ مگر عربی میں مقابا ، مقابہ اور مقعبہ میں سے کسی صورت کا بھی ثبوت نہیں ملا ۔ پلیٹس نے مقابا اور مقابہ کو ہندی الفاظ کے طور پر درج کر کے ان کی اصل عربی لفظ "مقویٰ" قرار دی ہے ۔

مگر عربی لفظ میں ان معنی میں "مقویٰ" کا سراغ نہیں ملتا ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو ظاہر کیا گیا ہے ۔

مقرری : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کر کے اس کی تشریح یوں کی ہے :

"adj. Fixed, appointed. s.f. A fixed stipend, an appointment. adv. Certainly."

گویا یہ لفظ صفت ، اسم مونث اور متعلق فعل کے طور پر تین حیثیتوں سے مندرج ہے ۔ صفت کی حیثیت سے اس میں "ی" زائد ہے اور اسم کیفیت کی حیثیت سے یہ یائے مصدری کے اضافے سے بقاعدہ فارسی وضع کیا گیا ہے ۔ متعلق فعل کی حیثیت سے اس میں معنوی تصرف کیا گیا ہے ۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی صورت عربی میں متداول نہیں ہے ۔

پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔ مگر فارسی میں اس کے استعمال کا ثبوت نہیں ملتا - یہ سب اردو کے معنوی اور لفظی تصرفات ہیں - اس لیے اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیے -

"فرہنگ آصفیہ" میں اسے عربی کے طور پر شامل کرکے پورب سے مخصوص کیا ہے ۔ قطع نظر اس سے کہ یہ پورب میں مروج ہے یا نہیں ، بصورت و معنی موجودہ یہ عربی میں نہیں ہے ۔ اس لیے اسے اردو ہی سمجھا جائے گا اور اسی حیثیت سے اس کا اندراج ہونا چاہیئے۔

مقصورہ : اس کے معنی ان الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں :

"Restricted, abbreviated, diminished"-

یہ معنی درست ہیں ، مگر یہ معنی لغوی ہیں اور یہ لفظ متعدد اصطلاحی اور مجازی معنی میں بھی مستعمل ہے ، جو اردو کی حد تک لغوی معنی سے زیادہ مشہور اور مروج ہیں ۔ مثلاً اصطلاح صرف میں اس الف کو کہتے ہیں ۔ جو بشکل یا لکھا جاتا ہے ۔ مثلاً "ملغیٰ" میں - بالفاظ دیگر الف غیر ممدودہ کو الف مقصورہ کہتے ہیں ۔ حصار دار مکان ، چھوٹا مکان اور خلوت کاہ کو بھی مقصورہ کہتے ہیں ۔ مسجد میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ بھی مقصورہ کہلاتی ہے ۔ یہ تمام معانی نظرانداز کر دیے گئے ہیں -

خانہ نشین یا پردہ نشین عورت کو بھی مقصورہ کہتے ہیں ۔

مقناطیس : اس کا الدراج یونانی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔
جیسا کہ ''مغناطیس'' کے ضمن میں بتایا جا چکا ہے یہ بصورت موجودہ یونانی نہیں ہے ۔

یونانی میں maghnetes یا maghnetis ہے ، جس کا معرب مغنطیس یا مغناطیس ہے ۔ مقناطیس اسی مغناطیس کا مبدل ہے ۔ اس لیے بشکل موجودہ اس کا الدراج یونانی لفظ کے طور پر درست نہیں ہے ۔

مکاتبت : اس کے معنی خط کتابت بتائے ہیں ، جو درست ہیں ، مگر اس کا ایک اصطلاحی مفہوم بھی ہے ۔ اصطلاح میں ''مکاتبت'' غلام کا آقا سے اپنی قیمت ٹھہرا کر اور اسے ادا کر کے آزادی حاصل کرنا کے معنی میں مستعمل ہے ۔ یہ اصطلاح ان معنی میں اردو میں بھی مستعمل ہے ۔ اس لیے ان معنی کا اندراج بھی ہونا چاہیئے تھا ۔

مکّوک : (makkuk) ۔ اس کو عربی لفظ کے طور پر درج کر کے اس کے معنی ''قانون اسلام'' کے حوالے سے دو صاع کے برابر پیالہ بتائے ہیں ۔ پلیٹس نے اس کی مقدار ڈیڑھ صاع بتائی ہے ۔ ''المنجد'' سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ علاوہ ازاں یہ لفظ جولاہے کی نال کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ ''فرہنگ عمید'' ، ''غیاث اللغات'' اور ''برہان قاطع'' میں بھی یہ معنی مذکور ہیں ۔

ان معنی میں یہ لفظ ''المنجد'' میں ''ارمینیہ'' سے ماخوذ ظاہر کیا گیا ہے ۔ عربی میں ''پانی کا تشت'' کے معنی میں بھی یہ لفظ مستعمل ہے ۔ ''المنجد'' میں اس کے معنی ''طاس یشرب فیہ'' مرقوم ہیں ۔

ملاحد : اسے ''ملحد'' کی جمع بتایا گیا ہے ۔ ''ملحد'' کی جمع ''ملاحدہ'' اور ملحدون ہے ۔ ''ملاحد'' نہیں ۔

ملاّحی : عربی لفظ کے طور پر مرقوم ہے ۔ بشکل موجودہ یہ فارسی ہے ، جو ''ملاح'' پر یائے مصدری کے اضافے سے وجود میں آیا ہے ۔ اس کا

اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا ۔ پلیٹس نے فارسی کے طور پر درج کیا ہے ۔

ملازمی : عربی لفظ کے طور پر مذکور ہے ۔ قاعدے کے لحاظ سے بصورت موجودہ یہ فارسی لفظ ہے ، جو "ملازم" پر یائے مصدری بڑھا کر وضع کیا گیا ہے ، چنانچہ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔ مگر فارسی کیا اردو میں بھی اس کے استعمال کا ثبوت نہیں ملا ۔ ان معنی میں عموماً "ملازمت" استعمال کرتے ہیں ۔ اگر اس کے استعمال کی کوئی اکا دکا مثال مل جائے تو بھی اسے شاذ سمجھا جائے گا ۔ بہرحال بطور عربی لفظ اس کا اندراج درست نہیں ہے ۔

ملامتی : عربی لفظ کے طور پر شامل ہے اور اس کے معنی یوں مذکور ہیں :

"Reproached, reprehensible, blamable."

یہ اس کے لغوی اور لفظی معنی ہیں ۔ اصطلاح تصوف میں "ملامتی" اس فقیر کو کہتے ہیں جس کے افعال بظاہر خراب یا قابل ملامت ہوں ، لیکن حقیقت میں وہ نیک اور پارسا ہو ۔ یہ ظاہری افعال لوگوں کو خود سے متنفر کرنے کے لیے ہوتے ہیں ، تاکہ ان کی عبادت و ریاضت میں لوگ خلل اندازی نہ کر سکیں ۔ ایسے فقیروں کے فرقے کو "ملامتیہ" کہتے ہیں ۔ یہ معنی اردو میں بھی مشہور ہیں ، اس لیے ان کا اندراج ہونا چاہیئے تھا ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں ان کا ذکر موجود ہے ۔

مُلّان : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کرنے کے بعد دکھنی ظاہر کیا ہے ۔ اگر یہ دکھنی ہے تو عربی کیسے ہوا ۔ اس صورت میں اس کا اندراج دکنی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا ۔ یہ لفظ اردو میں نون غنہ کے ساتھ جہلا کی زبان پر ہے ۔

مُلَبَّب : brimful کے معنی میں بطور عربی لفظ مرقوم ہے ۔ اسے عربی مادہ "لب" سے اسم مفعول بتایا ہے ۔

عربی میں مادہ "لب" کا ان معنی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ عربی میں "لب" کنارہ کے معنی میں نہیں آتا ، بلکہ ان معنی میں یہ فارسی لفظ ہے اسی فارسی "لب" سے عربی طرز پر "ملبب" بمعنی لب ریز بنایا گیا ہے۔

اصولی طور پر یہ غلط لفظ ہے۔ بہرحال یہ ان معنی میں عربی میں مستعمل نہیں ہے۔ غیاث کے بقول ایسے الفاظ مسخروں کے وضع کردہ ہیں۔ ان کو ثقہ حضرات استعمال نہیں کرتے۔ البتہ اس کا اندراج فارسی کے غلط العوام لفظ کے طور پر کیا جا سکتا ہے۔ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے۔

ملکوت : بسکون لام (malkut) تحریر ہے۔ صحیح بفتح اول و دوم malakut ہے۔

ملمس : (malmas) اسے عربی لفظ کے طور پر درج کر کے دکھنی قرار دیا ہے اور "لمس" سے رجوع کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اگر یہ دکھنی لفظ ہے تو اسے عربی لفظ کی حیثیت سے درج کرنے کا کوئی جواز نہ تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کا دکنی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ عربی میں یہ لفظ لمس اور جائے لمس یعنی چھونے کا مقام کے معنی میں مستعمل ہے۔ چنانچہ "المنجد" میں مذکور ہے : "الملمس" : اللمس۔ موضع اللمس ، مولف نے اچھے بھلے عربی لفظ کو خواہ مخواہ دکنی کے سر منڈھ دیا ہے۔

ملنگ : (malang)۔ ہندی لفظ کے طور پر درج ہے۔ فیلن اور پلیٹس نے بھی اسے ہندی ظاہر کیا ہے ، مگر پلیٹس نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ یہ لفظ فارسی میں بھی مستعمل ہے۔ اکثر کتب لغت میں اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" میں بھی اسے فارسی ظاہر کیا گیا ہے۔ فارسی کی تمام کتب لغت میں اس کا

الدراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ ''فرہنگ عمید'' اور ''بہار عجم'' میں اس کی سند میں لبیبی کا یہ شعر منقول ہے :

زجاجست چوں آتشِ بیدرلگ
دل از بادۂ عشق مست و ملنگ

'' برہان قاطع'' میں مست و بیخود کے علاوہ ''لنگیدن'' مصدر سے صیغہ نہی کے معنی میں بھی مذکور ہے ۔ اس ضمن میں حاشیہ نگارنے ''رشیدی'' کے حوالے سے کاتبی کا یہ شعر نقل کیا ہے ، جس میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔

مثال کاتبی از سنگلاخ وادی فقر
ملنگ وار بپایان بر ایں طریق و ملنگ

ان شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فارسی لفظ ہے ۔ اس لیے اس کا الدراج اسی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔

ملولا : (malola) عربی لفظ کے طور پر بمعنی رنج ، افسوس وغیرہ مندرج ہے ۔ عربی میں اس کا ثبوت نہیں ملتا ۔ پلیٹس نے اسے بطور فارسی لفظ شامل کیا ہے اور عربی ''ملولۃ'' کا بگاڑ ہونے کا احتمال ظاہر کیا ہے ۔ عربی میں ''ملولہ'' تانیث ہے ''ملول'' کی ۔ گویا رنج و غم کے معنی میں نہیں ہے ۔ ان معنی میں عربی میں 'ملال' اور ''ملالت'' مستعمل ہیں ۔

یہ لفظ اردو والوں کا وضع کردہ ہے ۔ چنانچہ ''فرہنگ آصفیہ'' میں اس کا الدراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔

مَلہم : "malham" کو فارسی لفظ کے طور پر درج کر کے ''مرہم' کا بگاڑ قرار دیا گیا ہے ۔ فارسی کی کسی لغت میں ''ملہم'' کا سراغ' نہیں ملا ۔ البتہ اردو میں جہلا کو مرہم کی جگہ ''ملہم'' بلکہ ''ملم'' (mallam) بولتے سنا ہے ۔

پڑھے لکھے لوگ فارسی اور اردو میں "مرہم" ہی بولتے اور لکھتے ہیں ۔

مماس : بالفتح (mamass) مرقوم ہے اور اس کے معنی :

"Place of contact, tangent."

تحریر ہیں ۔

"مقام ربط" کے معنی میں "مماس" کا کوئی ثبوت نہیں ملا ۔ بلکہ عربی میں "مماس" بالفتح ہے ، بلکہ نہیں عربی میں مماس بالضم ہے ، اس کے لغوی معنی "بہم سائیدہ شدہ" یعنی آپس میں گھسا ہوا ہیں اور علم ہندسہ کی اصطلاح میں اس خط کو کہتے ہیں جو دوسرے خط کو کاٹے بغیر چھوتا ہوا گزر جائے ۔ گویا صحیح لفظ "مُماس" (mumass) بالضم ہے ۔ اس کے معنی tangent تو درست ہیں ، لیکن بالفتح کوئی لفظ نہیں ہے اور "مقام ربط" کے معنی میں بالفتح یا بالضم کوئی لفظ نہیں ہے ۔

منادی : بالفتح (manadi) کو "ندا" کی جمع قرار دے کر اس کے معنی اعلان بیان کیے ہیں اور "منادی" بالضم munadi کے معنی اعلان کنندہ بتائے ہیں ۔

عربی میں "منادی" ، بالفتح "نداء" کی جمع کے طور پر نہیں ملا ۔ عربی میں "منادی" بالضم (munadi) اعلان کنندہ یا بلانے والے کے معنی میں ہے اور "منادی" (munada) اسم مفعول جس کو بلایا گیا ہے ۔ قواعدہ میں اندائیہ جمع کے اس حصے کو کہتے ہیں جو نداء کے جواب میں ہو ۔ یعنی جس کو پکارا جائے ۔ فارسی میں یہی "منادی" بالضم مطلق نداء یا ڈھنڈورے کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ فارسی ہی کی تقلید میں اردو میں بھی اس کا استعمال عام ہے ۔ "بہار عجم" کا اس باب میں اندراج یہ ہے :

"منادی : بالضم و کسر دال ۔ آواز دہل بسبب وقوع امری نامرغوب برای تنبیہہ مردم کنند . . . . ."

"لغات سعیدی" میں بھی "منادی" بالضم کے معنی : "بلانے والا ، پکارنے والا ، ڈھنڈوریا ۔ مطلق ندا ، ڈھول کی آواز"۔

"فرہنگ آصفیہ" میں بھی "منادی بضم اول درج ہے اور اس کے معنی ڈھنڈورچی وغیرہ درج کرنے کے بعد وضاحت کی گئی ہے :

" لیکن فارسی والے ڈھنڈورے کے معنی میں استعمال کرتے . . . . ."

چونکہ یہ لفظ ڈھنڈورے کے معنی میں اردو میں بالفتح بھی مستعمل ہے ، اس لیے "فرہنگ آصفیہ" میں بالفتح "منادی" ڈھنڈورا وغیرہ کے معنی میں الگ اردو لفظ کی حیثیت سے مندرج ہے ۔

ان شواہد سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عربی میں بالفتح منادی نہیں ہے اور نہ یہ ندا کی جمع ہے ۔ عربی میں "منادی" بالضم و کسر دال اسم‌فاعل ہے بمعنی نداکنندہ ۔ مگر فارسی میں یہ لفظ ندا اور ڈھنڈورے کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ اسے فارسی کا معنوی تصرف سمجھنا چاہیئے ۔ البتہ اردو میں یہ لفظ ڈھنڈورے کے معنی میں بالفتح بھی مستعمل ہے ۔

اس لیے "منادی" بالضم ڈھنڈورے کے معنی میں فارسی لفظ سمجھا جائے گا اور اس مفہوم میں بالفتح منادی کو اردو تصور کیا جائے گا ۔ جیسا کہ "فرہنگ آصفیہ" میں کیا گیا ہے ۔

منصفی : اس کا اندراج بھی عربی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ یہ بھی بصورت موجودہ فارسی ہے ، جیسا کہ پلیٹس نے لکھا ہے ۔

موتاد : اسے عربی کے طور پر درج کرنے کے بعد "معتاد" کا بگاڑ کہا ہے ۔ "موتاد" کا عربی سے کیا تعلق ۔ البتہ جہلا "معتاد" کا تلفظ "موتاد" کریں تو الگ بات ہے ۔ لیکن اس سے یہ غلط تلفظ ایک مستقل لفظ نہیں بن جاتا ۔ بہرحال اگر درج کرنا ہی تھا تو اردو لفظ کے طور پر کرتے ۔

موسیقی : یہ لفظ یونانی لفظ کے طور پر شامل کیا گیا ہے ۔ اگرچہ یہ یونانی الاصل ہے ، مگر بصورت موجودہ معرب ہے۔ اس لیے اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر ہونا چاہیئے ۔ پلیٹس نے اسے عربی ظاہر کیا ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں بھی اسے معرب ہی ظاہر کیا گیا ہے ۔ مولف "فرہنگ آصفیہ" نے اس کی اصل " موسیقا " بیان کی ہے جو بقول مولف یونانی میں آواز کا مترادف ہے ۔ یہ درست نہیں ہے ۔ یونانی میں یہ لفظ mousike ہے ۔ جو لاتینی میں musica کی صورت میں مروج ہے ۔ یہ دراصل muse سے ، ماخوذ ہے ، جو یونانی علم الاصنام میں علم و ہنر کی دیویوں میں سے ایک ہے ۔

مولگیا : اس کے معنی سرخ یعنی مولگے کے رنگ کا بتاتے ہیں اردو میں یہ ہلکے سبز رنگ کے معنی میں مستعمل ہے ۔ ان معنی میں یہ "مولگی" یا "مولگ" سے ماخوذ ہے جو سبز رنگ کا ایک غلہ ہے ۔

پلیٹس نے "مولگیا" بمعنی سبز ماخوذ از "مولگ" اور "مولگیا" بمعنی سرخ ماخوذ از "مولگا" الگ الگ درج کیے ہیں ۔ غالباً پلیٹس نے سرخ کے معنی میں فیکسوئر کی تقلید میں درج کیا ہے ، ورنہ اردو میں یہ سبز رنگ کے معنی ہی میں مستعمل ہے ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں بمعنی سبز ہی مرقوم ہے ۔

مویز : داکھ یا کشمش کے معنی میں اسے ہندی لفظ ظاہر کیا ہے ۔ یہ ہندی نہیں بلکہ فارسی لفظ ہے ۔ پلیٹس کی لغت ، "فرہنگ آصفیہ" اور "فرہنگ عمید" میں اس کا اندراج فارسی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔

مہار : بالفتح mahar یا بالضم muhar فارسی لفظ کے طور پر مندرج ہے اور اس کے معنی ناک ، لگام اور اونٹ کی ناک میں ڈالی جانے والی لکڑی بتائے ہیں ۔

دراصل یہ عربی لفظ ہے ۔ عربی میں بالکسر mihar ہے ۔ عربی میں اس لکڑی کو جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے مہار اور اس کے ساتھ بندھی ہوئی رسی کو زمام کہتے ہیں ۔

"فرہنگ عمید" میں بکسر اول mihar ناک کی لکڑی اور اس سے بندھی رسی کے معنی میں مذکور ہے ۔ مگر فارسی میں بالفتح مہار اور اس کی مشبع صورت "ماہار" mahar دونوں مستعمل ہیں ۔ "برہان قاطع" میں "مہار" بروزن بہار اور "ماہار" بروزن ناہار دونوں طرح درج ہے ۔ "ماہار" کے ضمن میں حاشیہ نگار نے رشیدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ فارسی میں اونٹ کی ناک میں ڈالی جانے والی لکڑی سے بندھی ہوئی رسی کو "مہار" کہتے ہیں ۔ مگر عربی میں چوب بینی کو "مہار" بالکسر اور رسی کو زمام کہتے ہیں ۔

پلیٹس نے بالفتح کو معیاری اور بالضم کو بگڑا ہوا تلفظ قرار دیا ہے ۔ حاصل کلام یہ کہ اس کی اصل عربی "مہار" بالکسر ہے ، جو فارسی میں بالفتح "مہار" (mahar) اور بالا شباع "ماہار" mahar مستعمل ہوتا ہے اردو میں البتہ ناواقف لوگ بالضم "مہار" بھی بولتے ہیں ۔ اب اس لفظ کو جس حیثیت سے درج کیا جائے گا ۔ اس کے مطابق اس کا تلفظ درج کیا جائے گا ۔ بہتر صورت یہ ہے کہ اسے عربی لفظ کے طور پر شامل کرکے اس کا صحیح تلفظ اور معنی بیان کیے جائیں اور پھر فارسی اور اردو کے تصرفات کا ذکر کیا جائے تا کہ تمام پہلو سامنے آ سکیں ۔ مگر مولف نے اسے ہندی لفظ کے طور پر درج کرکے عربی اور فارسی میں مروج دونوں معنی لکھ دیے ۔ یاد رہے کہ مہار کو لگام (bridle) کے معنی میں استعمال نہیں کیا جاتا ۔

مہمیز : (mahmez) اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر ہوا ہے ۔ یہ درست ہے کہ یہ بصورت موجودہ فارسی لفظ ہے ۔ مگر فارسی میں بکسر ہر دومیم mihmiz مستعمل ہے ۔ "فرہنگ عمید" اور "برہان قاطع" سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ البتہ اردو میں بالفتح بھی بولتے ہیں ۔ مولف نے درج تو اردو صورت کی ہے اور ظاہر اسے فارسی کیا ہے ۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ اعراب کا خفیف سا فرق ہے ۔ اس لیے اس کو نظرانداز کرے اس کا اندراج اصل کے مطابق کیا گیا ہے ، تو اس صورت میں اسے عربی لفظ کی حیثیت سے شامل کرنا چاہیے تھا ، کیونکہ اصلاً یہ عربی لفظ ہے ۔ عربی مہمز mihmaz اور "مہماز"

(mihmaz) کی صورت میں مستعمل ہے ۔ اگر "مہمز" کو اصل سمجھا جائے تو "مہماز" اس کا اشباع اور اگر "مہماز" کو اصل خیال کیا جائے تو "مہمز" اس کا مخفف متصور ہوگا ۔ فارسی والوں نے "مہمز" پر یائے مجہول بڑھا کر یا "مہماز" کا امالہ کرکے "مہمیز" بنا لیا ۔ بہتر یہی تھا کہ اس کی اصل واضح کر دی جاتی تا کہ تمام پہلو کھل کر سامنے آ جاتے ۔

مہوسی : (muhawisi) عربی لفظ کے طور پر مرقوم ہے ۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کا صحیح تلفظ "مہوّسی" بہ تشدید واو muhawwasi ہے ۔ دوسرے یہ کہ یہ لفظ بصورت موجودہ عربی میں مستعمل نہیں ہے ۔ عربی میں مہوس (muhawwas) بمعنی خبطی، فاتر العقل استعمال ہوتا ہے ۔ فارسی والوں نے اسے ہوس ناک ، حریص اور آرزو مند کے معنی میں بھی استعمال کیا ہے ۔ بعد میں اس میں کیمیا گر کے معنی بھی شامل ہو گئے ۔ ان معنی میں زیادہ تر اردو میں مستعمل ہے ۔ "مہوسی" بقاعدہ فارسی "مہوس" پر یائے مصدری کے اضافے سے اسم کیفیت کیمیا گری کے معنی میں وضع کیا گیا ۔ اس میں لفظی اور معنوی دونوں طرح تصرف ہوا ہے ۔ اس لیے بصورت موجودہ اسے عربی نہیں کہہ سکتے "فرہنگ آصفیہ" میں "مہوس" کو مفرس بتایا گیا ہے اور مہوسی کو اردو لفظ کی حیثیت سے شامل کیا گیا ہے ۔ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔

(ن)

نارنجی : (naranji) اسے سنسکرت لفظ ظاہر کیا ہے اور معنی orange - coloured بتائے ہیں ۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس سے پہلے ''نارنج'' orange کے معنی میں فارسی لفظ کے طور پر درج ہے ۔ اگر ''نارنج'' کو فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے تو ''نارنجی'' بھی فارسی لفظ کی حیثیت سے تحریر ہونا چاہیئے تھا ، کیونکہ یہ ''نارنج'' ہی سے منسوب ہے ۔

اصلاً یہ ''نارنگ'' ہے اور اس کی معرب صورت ''نارنج'' ہے اور ''نارنج'' سے منسوب ''نارنجی'' ہے ۔

''نارنگ'' فارسی کے علاوہ سنسکرت میں بھی پایا جاتا ہے ۔ چونکہ سنسکرت اور فارسی متحد الاصل زبانیں ہیں ۔ اس لیے ان میں ایسا ہونا کوئی عجیب بات نہیں ہے ۔ بہرحال ''نارنگ'' کو تو سنسکرت قرار دینے کا جواز ہو سکتا ہے ۔ مگر ''نارنجی'' کو سنسکرت کہنے کا کوئی جواز موجود نہیں ہے ۔ کیونکہ یہ اس کی معرب صورت ''نارنج'' سے منسوب ہے ۔ چنانچہ بصورت موجودہ اس کا سنسکرت سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔

نارنگی : اس کا اندراج سنسکرت لفظ کے طور پر ہوا ہے ۔ پلیٹس نے اسے ہندی ظاہر کیا ہے اور ''فرہنگ آصفیہ'' میں اسے فارسی لفظ کے طور پر شامل کیا گیا ہے ۔

سنسکرت میں ''نارنگ'' کا سراغ تو ملتا ہے ، مگر ''نارنگی'' کا نہیں البتہ فارسی میں ''نارنگی'' موجود ہے ۔ ''برہان قاطع'' ''لغات سعیدی'' ''بہار عجم'' اور ''فرہنگ عمید'' میں بھی ''نارنگی'' مندرج ہے ۔

ظاہر ہے کہ یہ لفظ ''نارنگ'' پر یائے معروف کے اضافے سے بنا ہے ۔ مگر اس یائے معروف کی صرفی حیثیت کیا ہے ، اس سلسلے میں اکثر اہل لغت خاموش ہیں ۔ اگر کسی نے اس طرف کوئی اشارہ بھی کیا ہے تو وہ قابل قبول نہیں ۔ ''برہان قاطع'' کے حاشیہ نگار نے ''ہرمزد نامہ'' کے حوالے سے ''اا : نارنگ + ی (نسبت) لکھا ہے ۔ ایسی صورت میں ''نارنگی'' کے معنی ''نارنگ'' سے منسوب ہوں گے ۔ مگر ''نارنگی'' کے یہ معنی ''ہرمزد نامہ'' میں مذکور نہیں ۔ بلکہ اس کے معنی : ''میوہ نارنگی ہمان نارنج شیریں یا پرتقال است ولی کوچک تر . . . الخ''۔

البتہ ''برہان قاطع'' نے ان معنی کا ذکر کیا ہے ۔ بلکہ یوں کہیے کہ نارنگی کو تین معنی میں درج کیا ہے ۔ ''برہان قاطع'' کا اندراج حسب ذیل ہے :

''نارنگی : با کاف فارسی ، بروزن و معنی نارنجی است کہ رنگ مشہور و معروف باشد ۔ و میوہ ای ہم ہست کہ از نارنج کوچک تر و شیریں تر ۔ و بمعنی بے رنگی ہم ہست کہ عدم رنگ باشد'' ۔

یعنی نارنجی رنگ (orange-coloured) ، چھوٹا نارنج اور بے رنگی ۔ مگر ان تینوں صورتوں میں اس میں شامل یائے معروف کی نوعیت اور حیثیت الگ ہوگی ۔

نارنگ کے رنگ کے معنی میں یہ لفظ یائے نسبتی کے اضافے سے صفت نسبتی ہے اور ''بے رنگی'' کے معنی میں یہ یائے مصدری ہے جو ''نارنگ'' صفت بمعنی بے رنگ پر بڑھا کر اسم کیفیت بنایا گیا ہے ۔ مگر ''نارنگ'' سے چھوٹے پھل کے معنی میں اس نہ یائے نسبتی ہے اور نہ یائے مصدری ۔ البتہ یہ ''یائے تصغیر'' ہے ، جو فارسی میں نہیں ہوتی چونکہ فارسی میں یائے تصغیری کا وجود نہیں ہے ۔ اس لیے فارسی اہل لغت اس بارے میں خاموش ہیں ۔ اصل بات یہ ہے کہ ''نارنگی'' اردو یا ہندی لفظ ہے جو ''نارنگ'' پر یائے تصغیری بڑھا کر اسم مصغر بنایا گیا ہے ۔ اس کی تصدیق فارسی کی تمام کتب لغت سے ہوتی ہے ۔ کیونکہ

ہر لغت میں ''از نارنج کوچک تر'' مذکور ہے ۔ یہ لفظ ہندوستان سے فارسی شعراء و ادبا کے توسط سے فارسی میں مستعمل ہوا اور فارسی کتب لغت میں بھی شامل ہوا ۔ مگر فارسی والے چونکہ اس بائے تصغیری سے واقف نہیں اس لیے وہ اس کی کوئی توجیہ نہیں کر سکے۔ اگر کسی نے کوئی توجیہ کی بھی تو بے خبری کے باعث غلط توجیہ کی ۔

ناس : ''نسوار'' کے معنی میں سنسکرت لفظ کے طور پر درج ہے ۔ پلیٹس نے اسے ہندی کہا ہے ۔ فارسی میں بھی اس کا ثبوت ملتا ہے ۔ چنانچہ عمید نے اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور نسوار کا مترادف قرار دیا ہے اور اسوار کے معنی وہ چونا ملا ہوا تمباکو بتائے ہیں جو نچلے ہونٹ اور دانتوں کے درمیان رکھا جاتا ہے ۔

مگر اردو کی اکثر کتب لغت میں ناس یا نسوار اس تمبا کو کہتے ہیں جو چھینکیں لینے کے لیے ناک میں چڑھا لیا جاتا ہے ۔ اردو میں یہ لفظ دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔ مگر اصلاً اس کا تعلق ''ناک'' سے ہے ۔

''ناس'' کے اصلی معنی بھی ''ناک'' ہی ہیں ۔ سنسکرت میں ''ناک'' کو ''ناسا'' کہتے ہیں ، جو ہندی اور اردو میں ''ناس'' بولا جاتا ہے ۔ اردو میں اگرچہ اب اس کی جگہ ''ناک'' بولا جاتا ہے ، مگر پنجابی میں آج بھی ناک کے معنی میں ناس بولا جاتا ہے ۔ اردو یا ہندی سے یہ لفظ فارسی میں گیا ہے ۔ بہرحال ''ناس'' نسوار کے معنی میں ہو یا ناک کے معنی میں ، ہندی ہے موجود صورت میں سنسکرت نہیں ہے ۔

ناغہ : اس کا اندراج ترکی لفظ کے طور پر ہوا ہے ۔

پلیٹس نے اسے فارسی '' ناگاہ'' کا بگاڑ بتایا ہے اور اس کا اندراج ہندی لفظ کی حیثیت سے کیا ہے ۔

'' ناگاہ'' کی دراصل دو اشتقاقی صورتیں ہیں ، جن کو اہل لغت نے محفوظ کر دیا ہے ۔ ایک صورت تو ''نا+گاہ'' ہے ۔ اس صورت میں اس

کے معنی بے محل ، بے موقع اور بے وقت ہیں ۔ دوسری صورت نا + آگاہ = ''نا آگاہ'' ہے ، جس کی مخفف صورت ''ناگاہ'' ہے ۔ اس صورت میں اس کے معنی بے خبر ، غیر مترقب ۔ جس کی امید نہ ہو، ہیں ۔ دونوں صورتوں میں اس کا مخفف '' ناگہ'' ہے ، جو ''ناغہ'' کی اصل ہو سکتی ہے ۔ فارسی اور ترکی میں ''ناغہ'' کا ثبوت نہیں ملا ۔ اس لیے یہ ''ناگاہ'' سے ماخوذ ہو یا ''نا آگاہ'' سے موجودہ صورت اور معنی میں اسے اردو لفظ سمجھنا چاہیئے ۔

نجاری : دوردگری کے معنی میں اس لفظ کا اندراج عربی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ یہ بھی اپنی موجودہ صورت میں فارسی لفظ ہے، جو عربی ''نجار'' پر یائے مصدری کے اضافے سے بنایا گیا ہے ۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر شامل لغت کیا ہے ۔

نخّاس : اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر ہوا ہے اور اس کے معنی غلاموں اور مویشیوں کی منڈی بیان کیے ہیں ۔

جہاں تک عربی زبان کا تعلق ہے تو عربی میں اس کے معنی چارپایہ فروش یا چار پایوں کا دلال ہیں ۔ ''المنجد'' میں ''النخاس'' کے معنی یوں مرقوم ہیں : '' الکثیرالنخس ۔ بیاع الرقیق ۔ بیاع الاداب ۔ دلالھا '' آخری دونوں معنی کا تعلق ہمارے موضوع سے ہو سکتا ہے ۔ اور یہ معنی ہیں چار پائیوں کا بیوپاری اور دلال ۔

جہاں تک مویشیوں یا چارپایوں کی منڈی کا تعلق ہے تو ان معنی میں عربی میں '' النخاسۃ'' ہے ، جس کے معنی ''المنجد'' میں '' بیع الرقیق ۔ بیع الاداب '' مذکور ہیں یعنی چار پایوں کی خرید و فروخت ۔

عربی میں ''فعال'' کے وزن پر پیشہ ور یا کسی پیشے سے متعلق نام آتے ہیں ۔ مثلاً سراج ، قصار ، نداف ، حلاج ، وعلیٰ ہذالقیاس ، اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ''نخاس'' کے معنی چوپائے بیچنے والا درست ہیں ۔ ان معنی کی تائید ''مفتاح اللغات'' اور ''فرہنگ عمید'' سے

بھی ہوتی ہے ۔ "فرہنگ عمید" میں اس کے معنی : "بردہ فروش ، دلال یا فروشندۂ چہار پایاں" تحریر ہیں ۔

البتہ "بہار عجم" میں اس کے معنی میں غلاموں کی منڈی کا ذکر بھی ہے ۔ "بہار عجم" کی عبارت یوں ہے :

"کاروان اسپ و شتر وغیرآں ۔ حتیٰ کہ بر بردہ فروش لمز اطلاق کردہ اند ۔ و تحقیق آںست کہ بمعنی جائے فروختن بردہ است ۔ بمعنی بردہ فروش مستعمل ."

"بہار عجم" کے اس اندراج سے یہ تو ثابت ہو جاتا ہے کہ فارسی میں اس کے معنی غلاموں کی منڈی بھی ہیں ۔ مگر اس کی اصل کے متعلق مولف "بہار عجم" خاموش ہے ۔ عمید نے اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر کیا ہے ۔ "المنجد" کا اقتباس پہلے درج ہو چکا ہے ۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ عربی میں اس کے معنی بردہ فروش اور چہار پایہ فروش ہیں ، فارسی والوں نے اس کے معنی میں فروخت گاہ کے معنی کا اضافہ بھی کر لیا ۔ اسے فارسی کا تصرف کہہ سکتے ہیں ۔ اس لیے ان معنی میں اسے فارسی لفظ سمجھا جائے گا ۔ ان معنی میں اسے عربی لفظ قرار دینے کا کوئی جواز نہیں تاوقتیکہ اس کے عربی میں مروج معنی درج کر کے یہ صراحت نہ کی جائے کہ فارسی میں اس کے فلاں معنی ہیں ۔ مولف نے جو معنی درج کیے ہیں ، ان کا عربی سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ البتہ فارسی اور اردو میں ان معنی کا ثبوت ملتا ہے ۔ پلیٹس نے اس کے اصلی معنی درج کرنے کے بعد صراحت کی ہے کہ غلاموں کی منڈی وغیرہ کے معنی میں یہ اردو ہے ۔

لدافی : اس کا اندراج بھی عربی لفظ کے طور پر ہوا ہے ۔ یہ بھی بشکل موجودہ عربی نہیں بلکہ فارسی لفظ ہے ، جو عربی "لداف" پر یائے مصدری کے اضافے سے وضع کیا گیا ہے ۔ چنانچہ پلیٹس نے اسے بجا طور پر فارسی لفظ کی حیثیت سے شامل کیا ہے ۔

لرغا : اردو لفظ کی حیثیت سے مندرج ہے ۔ فیلن نے اسے فارسی قرار دیا ہے ۔ پلیٹس نے اسے "لرغا" اور "لرغہ" کی صورتوں میں ہندی لفظ

کے طور پر شامل کیا ہے اور اس کی اصل فارسی " لرگہ" قرار دی ہے ۔

" فرہنگ آصفیہ " میں "نرغا یا لرغہ" بطور اردو لفظ مرقوم ہے اور اس کی اصل یونانی "نرگ" بتائی گئی ہے ۔

عمید نے لرگ اور نرگہ کو فارسی لفظ کے طور پر شامل کیا ہے ۔ " لغات سعیدی" سے بھی عمید کی تائید ہوتی ہے ۔

" برہان قاطع" میں "ارگ" کے ضمن میں حاشیہ نگار نے لکھا ہے : "بایں معنی در فرہنگ وصاف "ارگہ" آمدہ و گفتہ ۔ "گویند ترکی است" " یعنی فرہنگ وصاف کے مطابق یہ ترکی لفظ ہے اور کاف عربی سے " نرکہ " (narka) ہے ۔ " لرگہ" کے ضمن میں برہان کے حاشیہ نگار کا بیان ہے کہ :

"مرحوم بہار در سبک شناسی (ج ۲ ص ۹۹) در زمرہ لغات مغولی کہ وارد فارسی شدہ نوشتہ اند ۔ "لرکہ بمعنی شکار جرگہ (در تاریخ سیستان کیرگہ ، بیا) کہ فارسی آں شکار رژہ کہ در بیہقی "شکار ژہ" بغلط چاپ شدہ است" در ترکی چغتائی "نارکہ" بمعنی حلقہ یا دائرہ است کہ بدور چیزی ایجاد کنند"۔

اس اقتباس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصلاً یہ ترکی لفظ ہے اور "ترکی" میں یہ نارکہ یا نرکہ ہے ، اس کے مبدلات نرک ، لرگہ ، یرگہ بھی ہیں ۔ فارسی میں عموماً لرگ یا لرگہ استعمال ہوتا ہے ۔ اردو میں کاف کو غین سے بدل کر "لرغہ" لکھتے اور بولتے ہیں ۔

نسبتی : اس کے معنی نمبر ۲ 'بیوی کا بھائی' بتائے ہیں ۔ ان معنی میں صرف نسبتی نہیں بلکہ "برادر نسبتی" استعمال ہوتا ہے ، گویا "نسبتی" مجازاً سسرالی رشتے کے لیے آتا ہے ۔ گویا یہ انگریزی in-law کا ترجمہ ہے ۔

لس یا ۔ لسوڑا : ان کو عربی بتایا ہے ۔ یہ ہندی الفاظ ہیں ۔ سبھی اہل لغت نے ان کو ہندی الفاظ کے طور پر درج کیا ہے ۔

لشیلا : intoxicating کے معنی میں بطور عربی لفظ مندرج ہے ۔ اگرچہ "لشہ" اصلاً عربی ہے ، مگر "لشیلا" اردو قاعدے کے مطابق صفت ہے ۔ چنانچہ بصورت موجودہ یہ اردو لفظ متصور ہوگا ۔

پلیٹس نے اسے ہندی ظاہر کیا ہے اور "فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو لفظ کے طور پر درج کیا گیا ہے ۔

لفاس : اس کے معنی بچے کی ولادت اور زچگی کے چالیس دن (چلہ) بتائے گئے ہیں ۔ مگر اس کے مشہور معنی بچے کی پیدائش کے بعد عورت کے اندام نہانی سے خارج ہونے والا خون ہیں ۔ حیض و لفاس مشہور ترکیب ہے جس میں یہ لفظ ان ہی معنی میں مستعمل ہے ۔ مگر مولف نے یہ معنی نظرانداز کر دیے ہیں ۔

لفر : نوکر اور فرد کے معنی میں بطور عربی لفظ مرقوم ہے ۔ عربی میں "لفر" جمع ہے "لافر" کی اور اس کے معنی تین سے دس تک آدمیوں کی جماعت ہیں ۔ گروہ اور قوم کے معنوں میں بھی مستعمل ہے ۔ جماعت کے فرد کو "نفرہ" کہتے ہیں ۔ فارسی میں البتہ ایک شخص کو "لفر" کہتے ہیں ۔ چنانچہ "فرہنگ عمید" میں ہے :

"مردم ، ہمہ مردم ، گروہِ مردم ، جماعتی از مردان سہ تا دہ ۔ در فارسی بیک شخص ہم اطلاق میشود" ۔

"بہار عجم" سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ چنانچہ "بہار عجم" کا اندراج یوں ہے : "گروہ مردم از سہ تادہ ۔ و فارسیاں بریک کس اطلاق کنند و نیز بمعنی چاکر"۔ یعنی تین سے دس اشخاص کا گروہ ۔

فارسی میں ایک شخص پر بھی اس کا اطلاق کرتے ہیں اور نوکر کے معنی میں بھی آتا ہے ۔

حاصل کلام یہ کہ ایک آدمی اور نوکر کے معنی میں یہ فارسی کا تصرف ہے ان لیے اس معنی میں اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور

پر ہونا چاہیئے ۔ اگر عربی لفظ کے طور پر اس کا اندراج کیا ہے تو اس کے اصلی معنی لکھنے کے بعد فارسی کے حوالے سے اس کے وہ معنی بیان کرنے ہونگے ، جو فارسی میں متداول ہیں ۔ عربی اور فارسی معانی کو گڈمڈ کر دینے سے مغالطہ پیدا ہوتا ہے ۔

نفری : اس کا اندراج عربی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے اور اس کے معنی یوں بیان کیے گئے ہیں :

"1. Service, profession, trade (particularly of groom).

2. A giant, demon."

پہلی بات تو یہ ہے کہ موجودہ صورت میں یہ لفظ عربی نہیں ہے اور نہ عربی میں مستعمل ہے ۔ قاعدے کے لحاظ سے اسے فارسی کہہ سکتے ہیں ، جیساکہ پلیٹس نے ظاہر کیا ہے ۔ مگر فارسی میں بھی ان معنی میں "نفری" کا ثبوت نہیں ملا ۔ البتہ فارسی میں "نفرین" کے مخفف کے طور پر اس کا اندراج "برہان قاطع" میں ہوا ہے ۔ گویا یہ لفظ اردو سے مخصوص ہے ۔ اردو میں اس کا استعمال عام ہے ۔ اس لیے اسے اردو لفظ سمجھنا چاہیئے ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو لفظ کے طور پر شامل کیا گیا ہے ۔ مگر اس کے معنی نمبر ۲ جن یا دیو کا ثبوت نہیں ملتا ۔ پلیٹس نے یہ معنی درج کیے ہیں ، مگر اغلب ہے کہ یہ شیکسپیئر کی تقلید میں درج کیے ہیں ۔ ورنہ ان معنی میں اس لفظ کے استعمال سے کم از کم میں باخبر نہیں ہوں ۔

"فرہنگ آصفیہ" میں بھی یہ معنی مذکور نہیں ہے ۔ مگر جن معنی میں یہ لفظ عام طور پر مستعمل ہے ، وہ معنی کسی لغت میں نظر نہیں آئے ۔ اردو میں نفری کسی ادارے میں کام کرنے والے لوگوں کی مجموعی تعداد (strength) کو کہتے ہیں ۔ مثلاً یوں بولتے ہیں کہ اس کارخانے کی نفری کتنی ہے ۔ اس منصوبے کے لیے کتنی نفری چاہیئے ۔ بیشتر یہ مزدوروں کی تعداد کے لیے استعمال ہوتا ہے ۔ تعجب کی بات ہے کہ یہ معنی تمام نے نہیں تو اکثر اہل لغت نے نظرانداز کر دیے ہیں غالباً اس کی وجہ نقل در نقل پر مدار ہے ۔

لاشی : اسے بھی عربی ظاہر کیا ہے - یہ بھی "لاش" سے بقاعدہ فارسی اسم کیفیت بنایا گیا ہے - اس لیے اسے فارسی لفظ سمجھنا چاہیئے - چنانچہ پلیٹس نے بجا طور پر اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کیا ہے -

لقالن : یہ عربی لفظ کے طور پر مذکور ہے ، حالانکہ عربی کیا فارسی بھی اس سے آشنا نہیں ہے - یہ محض اردو میں استعمال ہوتا ہے - "نقال" سے اردو قاعدے کے مطابق اسم مونث وضع کر لیا گیا ہے - اس لیے اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا - پلیٹس نے اسے ہندی لفظ کی حیثیت سے شامل کیا ہے -

لقالی : یہ بھی بشکل موجودہ عربی نہیں ہے ، بلکہ بقاعدہ فارسی اسم کیفیت بنایا گیا ہے - اس لیے اسے فارسی لفظ کے طور پر لکھنا چاہیئے تھا جیسا کہ پلیٹس نے کیا ہے ، مگر مولف نے اسے عربی ظاہر کیا ہے -

لقیہہ : (nakih) کمزور یا ضعیف کے معنی میں بطور عربی لفظ مندرج ہے - بادی النظر میں یہ عربی لفظ محسوس ہوتا ہے - مگر عربی میں اس کا ثبوت نہیں ملا - فارسی کی مستند کتب لغت میں بھی یہ موجود نہیں ہے - اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لفظ عربی اور فارسی میں مستعمل نہیں ہے - اس سے یہی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ عربی مادہ "لقہ" سے اردو والوں نے عربی طرز پر فعیل کے وزن پر بنا لیا ہے - جن اہل لغت نے اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے ، وہ اس کی ظاہری صورت سے دھوکا کھا گئے اور بعض اہل لغت نقل در نقل کے رویے کا شکار ہو گئے -

لکھاد : اس کا اندراج سنسکرت لفظ کے طور پر کر کے اسے موسیقی کے سات سروں میں سے پہلا سر قرار دیا ہے -

حقیقت یہ ہے کہ بصورت موجودہ نہ تو یہ پہلا سر ہے اور نہ سنسکرت لفظ ہے - یہ ہندی لفظ ہے اور سرگم کا ساتواں یعنی آخری اور سب سے بلند سر ہے - آواز کے تین درجوں یا گراموں میں سے

تیسرے اور بلند ترین درجہ یا گرام کا نام بھی ہے ۔ جیسے عموماً لکھاد گرام کہتے ہیں ۔ پہلے سر کا نام کھرج ہے ۔ یہ بھی ہندی لفظ ہے جو سنسکر شڑج کا ہندی روپ ہے ، اس لیے اس کا اختصار سا ہے ۔ اسی طرح لکھاد کی سنسکرت صورت "اشاد" ہے اور اختصار " نی " ہے ۔ ہندی میں سنسکرت کا شین ہندی میں "چھ" اور " کھ" سے بھی بدل جاتا ہے ، مثلاً لکشن سے لکھن یا لچھن ۔ لکشمن سے لکھمن یا لچھمن ۔ اسی طرح شڑج اور نشاد ہندی میں آکر کھرج اور لکھاد بن گئے ۔ پلیٹس نے اسے "نشاد" کا بگاڑ کر دیا ہے ۔ سرگم کا دوسرا سر جو "رکھب" کے نام سے مشہور ہے اس کی اصل بھی سنسکرت "رشب" ہے ، جو اس قاعدے کے مطابق شین کے کھ میں تبدیل ہونے سے بنا ہے ۔ اگرچہ پلیٹس نے "نشاد" کے معنی موسیقی کے سات سروں میں سے پہلا سر بتائے ہیں ، لیکن ساتھ ہی قوسین میں یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ زیادہ مناسب یہ ہے کہ اسے سرگم کا آخری یا بلند ترین سر سمجھا جائے ۔ یہی بات درست ہے ، پہلا سر غالباً شیکسپیئر کے اتباع میں لکھا گیا ہے ۔ بہرحال موسیقی سے واقف لوگ اسے آخری سر ہی مانتے ہیں ۔

نواسی : دوہتی کے معنی میں فارسی لفظ کے طور پر مندرج ہے ۔
بصورت موجودہ یہ اردو لفظ ہے ، جو اردو قاعدے سے "نواسہ" سے اسم مونث بنایا گیا ہے ۔ پلیٹس نے اسے ہندی ظاہر کیا ہے اور " فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو لفظ کے طور پر شامل کیا گیا ہے ۔

نواقل : (nawakil) اسے " نقل" کی جمع بتایا ہے ۔ "نقل" کی جمع "نقول" ہے ۔ یہ "نافلہ" کی جمع ہے ۔ پلیٹس نے درست لکھا ہے ۔

(و)

وجہا : (wajha) اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر کر کے معنی وظیفہ یا تنخواہ بتائے ہیں ۔ پلیٹس نے اسے فارسی قرار دیا ہے ۔ یہ لفظ نہ عربی میں استعمال ہوتا ہے اور نہ فارسی میں ۔ اردو میں بھی ان معنی میں "وجہ" مستعمل ہے ۔ چنانچہ " فرہنگ آصفیہ" میں وجہ کے ایک معنی "وسیلہ معاش ، جیسے تنخواہ ، زمین ، مشاہرہ وغیرہ" مرقوم ہیں۔
البتہ جہلا "وجہ" کا تلفظ "وجہا" (wajha) کرتے ہیں ۔ جسے مولف نے "وجہا" سمجھ کر ایک الگ لفظ کے طور پر درج کر دیا ۔ اگر اس صورت کے اندراج کا جواز تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس کو اردو لفظ کے طور پر شامل کرنا چاہیئے ۔ ایسی صورت میں اس کا عربی سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا ۔

خود مولف نے "وجہ" کے معنی بمبرہ (فارسی اور ہندی میں) "اجرت، تنخواہ اور دولت" بیان کیے ہیں ۔ ایسی صورت میں " وجہا " کے اندراج کی ضرورت نہ تھی ۔ بہرحال اگر درج کیا ہی تھا تو اردو لفظ کے طور پر درج کرنا چاہیئے تھا ، کیونکہ یہ صرف اردو میں مستعمل ہے اور وہ بھی جہلا کی زبان پر ۔

وَرْثہ : (warsa) بطور عربی لفظ درج ہے اور اس کے معنی : "Heritage ; a bequest" مذکور ہیں ۔

عربی میں "وَرْثہ" استعمال نہیں ہوتا ، بلکہ "وِرث ، وراثت ، اور تراث میت کے چھوڑے ہوئے مال کے معنی میں مستعمل ہیں یا پھر میراث بمعنی ترکہ میت استعمال ہوتا ہے ۔ "ورثہ" غالباً اردو والوں کا وضع کیا ہوا لفظ ہے ۔ پلیٹس نے اسے "وِرث" (wirs) سے ماخوذ فارسی لفظ بتایا ہے ۔ بہرحال یہ عربی نہیں ہے ، اگرچہ ظاہری شکل و صورت سے عربی نظر آتا ہے ۔

وزیری : وزیر کے عہدے یا وزارت کے معنی میں بطور عربی لفظ درج ہے ۔ ''وزیر'' تو عربی ہے ، مگر یہ بقاعدہ فارسی یائے مصدری کے اضافے سے اسم کیفیت بنایا ہے ۔ اس لیے جیسا کہ پلیٹس نے کیا ہے ، اسے فارسی کے طور پر درج کرنا چاہیئے ۔

وساطت : اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر کیا گیا ہے ۔ عربی میں اس کا سراغ نہیں ملا ۔ عربی میں ان معنی میں واسطہ اور وسیلہ مستعمل ہیں ۔ یہ فارسی یا اردو والوں کا وضع کردہ لفظ ہے ، جو وساطت کے وزن پر تراش لیا گیا ہے ۔ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔

وصلی : اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر کیا گیا ہے اور اس کے معنی یوں مندرج ہیں :

"s. f. Two pieces of paper & c. pasted together for the purpose of practising writing on. adj. copulative, conjunctive."

معنی اول میں یہ عربی میں مستعمل نہیں ہے ۔ فارسی یا اردو ہو سکتا ہے ، پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔ ان معنی میں ''لغات سعیدی'' میں بھی اسے فارسی لفظ کے طور پر شامل کیا گیا ہے ۔ اگرچہ فارسی میں اس کے استعمال کی سند نہیں ملی ۔ البتہ اردو میں اس کا استعمال ثابت و محقق ہے ۔ اس لیے ان معنی میں اس کا اندراج فارسی یا اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔ معنیٔ دوم میں اسے ''وصل'' سے صفت نسبتی سمجھا جا سکتا ہے ۔ جو قاعدے کے مطابق درست ہے ۔

وضاعت : فروتنی اور ذلت کے معنی میں بطور عربی لفظ مندرج ہے ۔

عربی میں اس کا ثبوت نہیں ملا ۔ یہ عربی طرز پر فارسی یا اردو والوں نے گھڑ لیا ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی یا اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔

وفائی : وفاداری کے معنی میں عربی لفظ کے طور پر شامل ہے ۔

بصورت و معنی مندرجہ یہ عربی نہیں ہے ۔ یہ اردو کے اس دور کی باقیات میں سے ہے ، جب سوچے سمجھے بغیر عربی کے ہر لفظ کے ساتھ یائے معروف کا اضافہ کر دیا جاتا تھا ۔ اردو میں اب اس کی جگہ "وفا" ہی استعمال ہوتا ہے ۔ اگر اس کا اندراج ضروری خیال کیا جائے تو اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔ پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کے طور پر شامل کیا ہے ۔ فارسی میں اس کا ثبوت نہیں ملا ۔

وقفیت : (wakfiat) عربی لفظ کے طور پر شامل ہے اور اس کے معنی لیک کاموں کی وصیتوں کے اندراج کی کتاب ، بتائے ہیں مگر عربی میں اس کا ثبوت نہیں ملتا ۔ یہ اردو یا فارسی والوں کا وضع کردہ ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج اردو یا فارسی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔ پلیٹس نے اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔

ولیک ، ولیکن : ان کا اندراج بھی عربی الفاظ کی حیثیت سے کیا گیا ہے ۔

عربی میں "وَلکن" (walakin) ہے ۔ جس کو فارسی والوں نے "ولیکن" اپنا لیا ، جس کا مخفف "ولیک" ہے ۔ اس لیے ان کا اندراج فارسی الفاظ کے طور پر ہونا چاہیئے تھا ۔

ہارون : عربی لفظ کے طور پر درج کر کے ''حرون'' کا بگاڑ بتایا ہے اور اس کے معنی بطور صفت : "Wicked, refractory, roguish,"

بیان کیے ہیں ۔ اور عبرانی لفظ کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی کا نام اور پانچویں عباسی خلیفہ ہارون رشید کا نام بیان کیے ہیں ۔

جہاں تک پہلے معنی کا تعلق ہے تو اس بگڑی ہوئی صورت کو عربی کہنا درست نہیں ہے ۔ عربی میں ''حرون'' کے معنی ''توسن'' یعنی شریر گھوڑا اور توسنی کردن یعنی شرارت کرنا ہیں (بحوالہ صراح)

جہاں تک ''ہارون'' عبرانی کا تعلق ہے تو معنی درست درج ہوئے ہیں مگر فارسی میں ہارون قاصد ، پاسبان ، نقیب اور دربان کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ ''برہان قاطع'' میں اس کے معنی فرومالدگی اور حیرت بھی بیان ہوئے ہیں اور اس سے بننے والا مصدر ''ہارولیدن'' بھی مرقوم ہے ۔ مولف نے یہ معنی لجانے کیوں نظرانداز کر دیے ۔

''فرہنگ آصفیہ'' میں ''سرکش ، نافرمان ، ڈھیٹ ، ہٹی ، ہٹیلا'' کے معنی میں ''ہارونی'' مذکور ہے اور ان معنی میں اس کا استعمال عورتوں سے مخصوص قرار دیا ہے ۔ مگر مولف نے '' ہارونی'' درج ہی نہیں کیا ۔ بہرحال بدمعاش کے معنی میں عربی لفظ کے طور پر اس کا اندراج درست نہیں ہے ۔

ہتھر : (hatthar) بمعنی جلدی ، بے صبری کو عربی لفظ ظاہر کیا ہے حالانکہ یہ صریحاً ہندی لفظ ہے ، ممکن ہے یہ سہو طباعت ہو ۔

ہذیان : بسکون ذال معجمہ (hazian) عربی لفظ کے طور پر مرقوم ہے ۔ عربی میں یہ بفتح ہاو ذال (hazayan) ہے ۔ البتہ اردو میں بسکون دوم بولتے ہیں ۔ ظاہر ہے مولف نے اردو تلفظ درج کیا ہے ۔ چونکہ اسے عربی لفظ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے ، اس لیے بہتر تھا کہ پہلے اس کا صحیح تلفظ درج کیا جاتا اور پھر یہ صراحت کی جاتی کہ اردو میں بسکون حرف ثانی مستعمل ہے ۔

ہراول : بفتح ہاو واو (harawal) مرقوم ہے ۔ اس کا صحیح تلفظ بفتح یا کسر اول و ضم چہارم hirawul یا harawul ہے۔ ''فرہنگ آصفیہ'' میں بھی یہی تلفظ درج ہے ۔

ہرکانا ۔ ہرکنا : ان کا اندراج عربی الفاظ کی حیثیت سے ہوا ہے ۔ ان کے معنی جلانا ، جلنا ، جھلسانا ، جھلسنا اور روکنا اور رکنا مذکور ہیں ۔ معنی اول میں عربی حرق معنی دوم میں حرکت کی بگڑی ہوئی صورتیں قرار دی گئی ہیں ۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اگریہ مذکورہ عربی الفاظ کی بگڑی ہوئی صورتیں ہیں تو بھی یہ بصورت موجودہ عربی نہیں ، بلکہ اردو کے جعلی مصادر ہیں ۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان معنوں میں کسی اور لغت میں ان کا سراغ نہیں ملتا ۔ اگر یہ واقعی حرکت کا بگاڑ ہوتا تو اس کے معنی حرکت کرنا ہوتے نہ کہ روکنا ، منع کرنا وغیرہ ۔ معلوم ہوتا ہے ۔ مولف کو اس سلسلے میں غلط فہمی ہوئی ہے ۔ ان کا اندراج اردو الفاظ کے طور پر ہونا چاہیئے ۔

ہلاکت : اسے عربی لفظ ظاہر کیا ہے ۔ بصورت موجودہ یہ عربی نہیں بلکہ فارسی لفظ ہے ، جو ''ہلاک'' سے عربی طرز پر وضع کر لیا گیا ہے ۔ چنانچہ ''فرہنگ عمید'' میں مذکور ہے :

'' این کلمہ در فارسی ساختہ شدہ ، در عربی استعمال نمی شود''۔

پلیٹس نے بھی اسے فارسی ظاہر کیا ہے، مگر عربی "هلاكة" کا بدل قرار دیا ہے۔ مگر یہ غلط ہے، عربی میں "ہلاکہ" نہیں ہے البتہ "هلكه" ملتا ہے، جس کی ایک صورت "ہلکت" ہو سکتی ہے۔ بہرحال "ہلاکت" کا اندراج فارسی کی حیثیت سے ہونا چاہیئے۔

ہلاکو: اس کا اندراج بھی عربی لفظ کی حیثیت سے ہوا ہے۔ پلیٹس نے اسے ہندی ظاہر کیا ہے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ عربی لفظ "ہلاک" سے بنا ہے۔ اگر ایسا ہو تو یہ اپنی بناوٹ کے لحاظ سے اردو لفظ قرار پائے گا۔ اردو قاعدے کے مطابق واو معروف صفت اور فاعلیت کے معنی پیدا کرتا ہے۔ پلیٹس نے اسی نظریے کے تحت اسے ہندی ظاہر کیا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ "ہلاک" سے ماخوذ نہیں بلکہ بدنام زمانہ منگول حکم ران اور فاتح "ہلاکو خان" اس سے مراد ہے۔ چونکہ وہ بہت ظالم و جابر اور قتل و غارت کا دلدادہ تھا، اس لیے کنایتاً "ہلاکو" قاتل، ظالم، غارت گر اور سفاک کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ یہ محض اتفاق ہے کہ عربی میں "ہلاک" پایا جاتا ہے، جو اس سے صوتی اور معنوی مشابہت کا حامل ہے۔ "ہلاکو" ترکی لفظ ہے۔ ترکی میں یہ ہولاکو یا ہُلاکو یعنی بضم اول مستعمل ہے۔ اردو میں بالفتح مستعمل ہے۔ اس لیے یا تو اس کا اندراج ترکی لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے، یا پھر اردو لفظ کے طور پر۔ اس کو عربی بتانا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

ہلکان: اسے بھی عربی ظاہر کیا گیا ہے۔ عربی میں اس کا سراغ نہیں ملتا۔ فارسی میں بھی یہ لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ یہ اردو والوں کا وضع کردہ ہے۔ اس لیے اسے اردو لفظ کے طور پر درج کرنا چاہیئے تھا۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو ہی ظاہر کیا گیا ہے۔

ہمزہ: اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور اس کے معنی یوں بیان کیے ہیں: "The orthographical mark (ء)."

یہ تشریح ناقص ہے۔ عربی میں الف متحرک کو ہمزہ اور ساکن کو

الف کہتے ہیں ۔ چنانچہ ''فرہنگ عمید'' کے آغاز میں ''دستور زبان فارسی'' کے زیر عنوان الف اور ہمزہ کا فرق یوں بیان کیا گیا ہے :

'' فرق میان ہمز و الف آنست کہ ہمزہ قبول حرکت می کنند و الف ساکن است ۔ ہمزہ در زبان فارسی فقط در اول کلمہ در می آید و در وسط و آخر کلمہ نمی آید ۔ کلماتی کہ دارای ہمزۂ وسط یا آخر میباشند از زبان عربی گرفتہ شدہ مثل یأس ، ماہ ''

اردو میں ایسی کوئی تفریق نہیں ہے ۔ اردو میں جو الف عمودی لکیر '' ا '' کی شکل میں مرقوم ہو وہ الف کہلاتا ہے ، قطع نظر اس سے کہ وہ ساکن ہے یا متحرک ۔ وہ کلمے کے شروع میں آئے یا وسط یا آخر میں ۔ مثلاً اب ، جان ، دانا ۔ ان تینوں میں الف ہی سمجھا اور کہا جائے گا ۔ البتہ عین کے منہ (ء) کی صورت میں لکھا جائے تو اسے ہمزہ کہیں گے ۔ یہ اردو میں حروف علت کے بدل کے طور پر وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں دو یا زیادہ حروف علت کے اجتماع سے تلفظ میں گرانی پیدا ہو جائے ۔ ایسی صورت میں پہلی یائے تحتانیہ یا واو کو ہمزہ سے بدل دیتے ہیں ۔ مثلاً تضبیع کو تضئیع ، داوود سے داؤد لکھا جاتا ہے ۔ یہ تو ہوا عربی الفاظ کا حل ۔ اگر ان کو عربی کے رسم الخط کے مطابق تضبیع یا داوود بھی لکھا جائے تو غلط نہ ہوگا، لیکن خالص اردو الفاظ میں بہرحال ایسی صورت میں ہمزہ ہی لکھا جائے گا ۔ مثلاً آئے ، آئی ، جاؤ ، کاؤ ، و علیٰ ہذالقیاس ۔ ایسے تمام الفاظ میں اس کی آواز الف کی آواز ہوگی ۔ چنانچہ یہ محض کتابت کی علامت نہیں بلکہ حروف ہجا میں شامل ہے ۔

ہمیانی : بفتح اول (hamyani) مرقوم ہے اور اسے فارسی لفظ ظاہر کیا ہے ۔ فارسی میں ہمیان بالفتح مروج ہے ۔ اس کی متبادل صورتیں فارسی میں '' الیان ، امیان ، ہامیان ، آمیان اور ہنبان'' ہیں ۔ عربی میں بالکسر ہمیان (himyan) ہے ، جو فارسی ''ہمیان'' بالفتح کا معرب ہے ۔ ''ہمیانی'' میں ''ی'' زائد ہے جو اردو کا تصرف ہے ۔ اس لیے بصورت موجودہ اسے اردو لفظ سمجھا جائے گا اور اسی حیثیت سے

اس کا اندراج ہوگا ۔ چنانچہ ”فرہنگ آصفیہ“ میں اسے اردو لفظ کے طور پر شامل کیا گیا ہے ، جو درست ہے ۔

پلیٹس نے ”ہمیان“ بالکسر کو عربی بتایا ہے اور ”ہمیانی“ بالکسر کو فارسی ظاہر کیا ہے ۔ پلیٹس کے اندراج سے غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے ۔ اس لیے فارسی کی چند مستند کتب لغت کا حوالہ درج کرنا مناسب ہوگا ۔

”فرہنگ عمید“ میں ”ہمیان“ (بفتح ہاو سکون میم) فارسی لفظ کے طور پر درج ہے اور یہ صراحت بھی ہے کہ ”بعربی ہمیان میگویند“ ، ”بکسرہا“ ، ”بہار عجم“ کا اندراج حسب ذیل ہے :

”ہمیان : بالتحریک و بالسکون ۔ نوعی از کیسہ کہ درم و دینار دراں گذارند ۔ ہمیان بالکسر معربہ......“

”برہان قاطع“ میں ”ہمیان“ بر وزن الیان مذکور ہے اور اس کے حاشیے میں ”منتہی الارب“ کے حوالے سے ہمیان بالکسر کو معرب قرار دیا گیا ہے ۔ فارسی اور عربی میں ”ہمیانی“ کا کوئی ذکر نہیں ہے ۔

ہندنی : اس کے معنی ”an Indian woman“ بتائے ہیں ۔ اردو میں ”ہندنی“ تانیث ہے ”ہندو“ کی اور ”ہندو“ کے معنی Indian نہیں بلکہ ایک خاص مذہب کے ماننے والے کو کہتے ہیں ۔ Indian کے معنی میں اردو میں ہندوستانی استعمال ہوتا ہے اور اس کی تانیث ہندوستانن ہے ۔ گویا Indian یا ہندوستانن ہندوستان کی باشندہ ہر عورت کو کہہ سکتے ہیں خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی یا کسی اور مذہب سے متعلق ۔ مگر ”ہندنی“ صرف ہندومت سے تعلق رکھنے والی عورت کو کہیں گے ۔

ہودج ۔ ہودہ : یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کے بدل کے طور پر عربی الفاظ کی حیثیت سے مندرج ہیں ۔ اگر ان دونوں کو عربی سمجھا جائے

تو پھر یہ متبادل یا ہم معنی الفاظ نہیں ہیں ، کیونکہ عربی میں ''ہودج'' کجاوہ کو کہتے ہیں اور ''ہودہ'' اونٹ کے کوہان کو ۔ کجاوہ یا عماری کے معنی میں ''ہودہ'' اردو لفظ ہے اور اس کا صحیح املا ''ہودا'' ہے ۔ '' فرہنگ آصفیہ'' میں بھی ''ہودا'' مذکور ہے اور اردو لفظ کی حیثیت سے ۔ مولف '' فرہنگ آصفیہ'' کی رائے میں یہ عربی ''حوضہ'' کا بگاڑ ہے ، جو قرین قیاس ہے بہرحال ''ہودج'' اور ''ہودہ'' کا الگ الگ اندراج عربی اور اردو الفاظ کے طور پر ہونا چاہیئے تھا ۔

ہیأت : اس کا صحیح املا ہیئتہ یا ہیئت ہے ۔ ہیئات اس کی جمع ہے ۔ علم نجوم یا فلکیات کے معنی میں ''علم الہیئت'' ہے ، جس کا مخفف ہیئت ہے ۔

(ی)

یکالگت : اس کا الدراج فارسی لفظ کے طور پر ہوا ہے۔ فارسی میں "یکا گی" ہے ۔ "یگانگت" اردو والوں نے عربی طرز پر وضع کر لیا ہے۔ اس لیے اس کا الدراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے ۔ "فرہنگ آصفیہ" میں اسے اردو لفظ ہی ظاہر کیا گیا ہے ۔

ضمیمه

(الف)

آزما : اس کے معنی tried, proved بتائے ہیں ، گویا مولف کے خیال میں یہ اسم مفعول ہے ۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے ۔ یہ مصدر آزمودن سے اس کا صیغہ ہے ، جو حسب قاعدہ اسم کے ساتھ مل کر اسے اسم فاعل ترکیبی بنا دیتا ہے ۔ بالفاظ دیگر یہ ترکیب میں اسم فاعل یا صفت فاعلی کے معنی دیتا ہے ۔ مثلاً قوت آزما ، طبع آزما ۔ چنانچہ اس کے معنی جانچنے والا ، امتحان لینے والا ہیں ۔ اس لیے انگریزی میں trying یا proving کہنا چاہیئے ۔

اژدہام : عربی لفظ کے طور پر مندرج ہے ۔ یہ غلط املا ہے ۔ عربی میں اس کا صحیح املا ''ازدحام'' ہے ۔ اردو میں بعض لوگ البتہ بے خبری کے سبب ''اژدہام'' کہتے ہیں ، جو سند نہیں ۔ اگر اسے اردو کے غلط العوام املا کے طور پر قبول کر لیا جائے تو بھی اسے عربی تو کسی صورت میں بھی نہیں کہا جا سکتا ہے ۔

استرا : اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کرکے دکھنی قرار دیا ہے ۔

اس کا دکنی سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ فارسی میں صحیح املا ''استرہ'' ہے ۔ اردو میں بعض لوگ اسے الف کشیدہ سے ''استرا'' بھی لکھتے ہیں اس لیے یہ اردو کا تصرف ہوا ۔

افسنتین : (afsantin) اسے یونانی قرار دیا ہے ۔ بصورت موجودہ یہ یونانی نہیں بلکہ معرب ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر ہونا چاہیئے ۔ اسٹینگاس نے اس کی اصل یونانی apsinthion بتائی ہے ۔

افلاسی : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کرکے دکھنی قرار دیا ہے ۔ اگر یہ دکنی لفظ ہے تو اسے عربی لفظ کی حیثیت سے درج کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اردو کے قدیم دور کی باقیات میں سے ہے ۔ جب ہر لفظ کے ساتھ یائے معروف بڑھانے کا رواج تھا ۔ انکساری ، کساہلی ، تقرری ، اسی دور کی یادگار ہیں ۔ اب اردو میں بھی ''افلاس'' ہی مروج ہے ۔ تاہم یہ دکنی سے مخصوص نہیں ہے ۔

اگر اس کا اندراج ضروری سمجھا گیا تھا تو اسے اردو کے قدیم اور متروک لفظ کی حیثیت سے درج کرکے بتایا جا سکتا تھا کہ اس کی اصل ''افلاس'' ہے ۔

النغوزہ : اس کا اندراج بھی عربی لفظ کے طور پر ہوا ہے ۔ یہ لفظ پہلے آ چکا ہے اور اس پر تفصیل کے ساتھ بحث ہو چکی ہے ۔

انا الیہ راجعون : یہ قرآن مجید کی ایک آیت کا دوسرا ٹکڑا ہے ۔ اردو میں بھی اس طرح کوئی نہیں بولتا یا لکھتا ۔ بلکہ پوری آیت : انا للہ و انا الیہ راجعون'' کسی کی موت یا نقصان کے موقع پر بولتے یا لکھتے ہیں ۔ ادھوری آیت کوئی استعمال نہیں کرتا ۔ مولف نے نہ پوری آیت درج کی اور نہ اس کا محل استعمال بتایا ۔

(ب)

بھکاری : اسے دکنی قرار دیا ہے ۔ اس میں دکنی کی کوئی تخصیص نہیں ہے ۔ اردو میں سبھی یہ لفظ اسی صورت میں استعمال کرتے ہیں ۔

(پ)

پائی تابہ : اس کے معنی short stocking بتائے ہیں ۔ اردو میں اس کے معنی چمڑے وغیرہ کا وہ باریک تلا ہیں ، جو جوتی کے اندر کی طرف ڈالتے ہیں ۔

پیٹ مزوورا : سنسکرت اور فارسی لفظ کے طور پر درج کرکے دکنی قرار دیا گیا ہے ۔ بصورت موجودہ یہ نہ سنسکرت ہے اور نہ فارسی ۔ دراصل یہ پیٹ مزدور ہے جو اردو پیٹ اور فارسی مزدور سے مرکب ہے ۔ یعنی پیٹ یا روزی کی خاطر مزدوری کرنے والا ۔ اسے اردو کا جاہلانہ تلفظ کہہ سکتے ہیں ۔ دکنی کی کوئی تخصیص نہیں ہے ۔ چنانچہ اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا ۔

(ج)

جان پچھان : اسے بھی سنسکرت فارسی کے طور پر درج کرکے دکھنی قرار دیا ہے ۔ مگر اس میں سے کوئی بات نہیں ہے ۔ اس کا کوئی جز نہ سنسکرت ہے اور نہ فارسی ۔ یہ خالص اردو لفظ ہے ۔ جو جان (جاننا) اور پہچان سے مرکب ہے ۔ ''پہچان'' کو بعض گو ''پچھان'' بھی بولتے ہیں ۔ اس میں دکنی کی بھی کوئی تخصیص نہیں ہے یہ خالص اردو ترکیب ہے ۔ اسی حیثیت سے اس کا اندراج ہونا چاہیئے تھا ۔

(ح)

حیاتی: اسے عربی بتایا ہے ۔ اگرچہ اس کی اصل ''حیات'' عربی ہے ، مگر بصورت موجودہ یہ عربی نہیں بلکہ اردو ہے ۔ اردو میں بھی اب ''حیات'' ہی مستعمل ہے ۔ یہ قدیم دور کی یادگار ہے ۔ جب خواہ مخواہ یائے معروف کا اضافہ کر دیتے تھے ۔ اب یہ متروک ہے ۔ بہرحال اس کا اندراج اردو لفظ کے طور پر ہونا چاہیئے ۔

(خ)

خدانی : (khudani) اسے فارسی کے طور پر درج کیا ہے اور اس کے معنی godess بتائے ہیں - بصورت موجودہ یہ فارسی نہیں ہے ۔ بلکہ اردو قاعدے کے مطابق فارسی ''خدا'' پر ''نی'' لاحقہ تانیث کے اضافے سے بنایا گیا ہے ۔ اردو میں اس کا استعمال میرے علم میں نہیں ہے اردو میں godess کے لیے ''دیوی'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے ۔ ہو سکتا

ہے کسی نے استعمال کیا ہو - بہر صورت اسے اردو لفظ کی حیثیت سے درج کرنا چاہیئے ، کیونکہ بشکل موجودہ یہ اردو لفظ ہے ۔

خدمت گارنی : اسے عربی فارسی کے طور پر درج کرکے دکھنی قرار دیا ہے ۔ یہ بھی بصورت موجودہ اردو لفظ ہے ، جو ''خدمت گار'' پر اردو لاحقہ تانیث ''نی'' بڑھا کر بنایا گیا ہے ۔ یہ بھی دکنی سے مخصوص نہیں ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج بھی اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا ۔

خرادی : اسے عربی ظاہر کیا ہے ۔ عربی میں ان معنی میں ''خراط'' ہے - بشکل موجودہ یہ اردو لفظ ہے ۔

خرخرانا : اسے عربی ہندی ظاہر کیا ہے ۔ یہ خالص اردو لفظ ہے ۔ چنانچہ اسے اردو لفظ ہی کی حیثیت سے درج کرنا چاہیئے تھا ۔ اس کا عربی سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔

خصی کرنا : اسے سنسکرت کے طور پر درج کرکے دکھنی قرار دیا ہے ۔ اس کا نہ سنسکرت سے کوئی تعلق ہے اور نہ دکنی سے ۔

یہ عربی ''خصی'' پر ''کرنا'' بڑھا کر اردو مصدر بنا لیا گیا ہے ۔ اس کا اندراج عربی اردو یا اردو لفظ کے طور پر ہونا چاہیئے تھا ۔ معلوم نہیں ، اس کا کونسا جزء مولف کو عربی دکھائی دیا ۔

خطیبی : اسے عربی ظاہر کیا ہے ۔ بصورت موجودہ یہ عربی نہیں ہے ۔ بلکہ فارسی قاعدے کے مطابق عربی''خطیب'' پر یائے مصدری کے اضافے سے بنا ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر ہوسکتا ہے ۔

(د)

دائی : اسے فارسی کے طور پر درج کرکے دکھنی لفظ قرار دیا ہے ۔ وہی بات ہے کہ اگر یہ دکنی لفظ ہے تو اسے فارسی لفظ کیوں ظاہر کیا گیا ۔

فارسی میں ''دایہ'' ہے ۔ اردو والوں نے '' دائی'' بنا لیا ۔ اس میں دکنی کی کوئی تخصیص نہیں ہے ۔ اردو میں دائی عام طور پر مستعمل ہے ۔ اس لیے اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا ۔

درلگی : اس کا اندراج فارسی لفظ کے طور پر ہوا ہے اور اس کے معنی (Delay) (تاخیر) بتائے ہیں ۔

''فرہنگ عمید'' میں ''درلگ'' کے معنی ''سستی و آہستگی و ثبات و آرام'' بیان کرکے اس کے تحت ''درلگی'' درج ہے اور اس کے معنی: توقف ، تاخیر ، سستی ، دیر'' بتائے ہیں اور سند میں فردوسی کا یہ شعر درج ہے :

درلگی نبودم براہِ اندکی
دو منزل ہمی کرد رخشم یکی

گویا عمید کے نزدیک ''درلگ اور درنگی'' ہم معنی الفاظ ہیں ۔ لیکن فردوسی کے شعر سے ''درلگی'' کے معنی سستی و تاخیر متبادر نہیں ہوتے ۔ بلکہ سست اور دیر کرنے والا ظاہر ہوتے ہیں ۔ اگر اس کے معنی سستی ہوتے تو شعر میں '' درلگی نکردم '' کہا جاتا ۔ یعنی میں نے سستی یا تاخیر نہ کی لیکن وہاں ''درلگی نبودم'' استعمال ہوا ہے ۔ جس کے معنی ہیں : ''میں سست نہ تھا'' ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ''درلگی'' کے معنی سست اور دیرکرنے والا ہیں ۔ ترکیبی لحاظ سے بھی یہ مفہوم قرین قیاس ہے ۔ ''درلگ'' بھی تاخیر و سستی پر یائے فارسی کے اضافے سے سست اور تاخیر کرنے والا کے معنی میں اسم فاعلی یا صفت فاعلی بنایا گیا ہے ۔

دلڑا : اسے بطور فارسی درج کرکے '' دکھنی'' قرار دیا ہے ۔ اگر یہ دکنی ہے تو فارسی کیسے ہوا ۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ فارسی میں ''ڑ'' (رائے ثقیلہ) کا وجود نہیں ہے ۔ ایسی صورت میں اسے فارسی کہنا عجیب بات ہے ۔ شاید اس لیے کہ ''دف'' فارسی میں مستعمل ہے -

"دف" فارسی ہے تو بھی بصورت موجودہ یہ فارسی نہیں ہے۔ فارسی "دف" پر "ڑا" لاحقہ تصغیر بالتحقیر بڑھا کر اسم مصغر بنایا گیا ہے۔ یہ اردو لفظ ہے۔ دکنی سے مخصوص نہیں ہے، اس لیے اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا۔

(س)

سنجاف : یہ لفظ پہلے آ چکا ہے اور وہیں اس پر مفصل بحث ہو چکی ہے۔ معلوم نہیں یہاں ضمیمے میں اسے کیوں شامل کیا گیا ہے۔ ضمیمے میں ان ہی الفاظ کا اندراج ہونا چاہیئے تھا، جو کسی وجہ سے اصل میں شامل ہونے سے رہ جاتے۔

سہنک : یہ لفظ بھی یہاں مکرر درج ہے۔ اس پر تفصیل سے بحث پہلے ہو چکی ہے۔

(ش)

شراف : اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر کرنے کے بعد اسے دکھنی قرار دیا ہے۔ اگر یہ دکنی ہے تو پھر عربی کیسے ہوا۔ یہ "صراف" کا بگاڑ ہے اور اس بگڑی ہوئی صورت میں اسے فارسی کہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

شولہ : (shola) بطور فارسی درج ہے اور اس کے معنی کھچڑی بتائے ہیں ان معنی میں صحیح لفظ "شلہ" ہے۔ چنانچہ غیاث کا بیان ہے کہ ناواقفان "شولہ" بولتے ہیں۔

(ض)

ضبطی : اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر ہوا ہے۔ عربی میں "ضبط" ہے۔ اردو والوں نے اس میں تصرف کرکے اس سے "ضبطی" بنا لیا۔ اس لیے بصورت موجودہ یہ اردو لفظ سمجھا جائے گا۔ چنانچہ اس کا اندراج بھی اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے۔

(غ)

غدود : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کرکے ''غدہ'' کی جمع بتایا ہے۔ ''غدہ'' واقعی عربی لفظ ہے۔ مگر عربی میں اس کی جمع ''غُدُد'' (ghudad) ہے بلا واو۔ ''غدود'' اردو والوں کا تصرف ہے اور اردو میں ''غدود'' بطور واحد مستعمل ہے۔ اس لیے اس کا اندراج بطور واحد اردو لفظ کی حیثیت سے ہونا چاہیئے تھا۔ البتہ اس کی اصلیت کی صراحت کی جا سکتی تھی۔

غربت : بطور عربی لفظ مرقوم ہے اور اس کے معنی عاجزی اور انکسار بیان کیے ہیں۔ عربی میں اس کے معنی پردیس۔ گھر یا وطن سے دوری ہیں۔ اردو میں یہ لفظ اپنے اصلی معنی کے ساتھ ساتھ عاجزی و انکسار کے علاوہ ناداری اور افلاس کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ یہ معنوی اضافہ اردو کا تصرف ہے۔ مولف نے نہ تو اس کے اصلی معنی درج کرنے کی زحمت کی اور نہ اردو میں متداول تمام معنوی پہلوؤں کا استقصا ضروری سمجھا۔ اس ادھوری تشریح سے غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر اس کے صرف اردو میں مروج معنی ہی لکھنے تھے تو پھر اس لفظ کو اردو لفظ کی حیثیت سے درج کیا جاتا۔ بہتر انداز یہ ہوتا کہ اسے عربی لفظ کے طور پر درج کرکے اس کے اصلی معنی بیان کیے جاتے اور پھر بالصراحت اردو میں رائج معانی کا ذکر کیا جاتا۔

غریب : اسے عربی لفظ کے طور پر درج کیا ہے اور اس کے معنی lowly (عاجز ، ہیچ میرز) بتائے ہیں۔ عربی میں یہ پردیسی ، وطن سے دور کے معنی میں مستعمل ہے اردو میں یہ لفظ ان یعنی اپنے اصلی معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور علاوہ بریں عاجزو بیچارا اور مفلس و نادار کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ اس لیے عربی لفظ کی حیثیت سے اندراج کی صورت میں اس کے اصلی معنی کا ذکر ضروری تھا۔ اس کے بعد اردو کے حوالے سے اردو میں رائج معنی بیان کیے جاتے مگر مولف نے نہ اردو سے انصاف کیا اور نہ عربی سے۔

غریبی : اس کا اندراج بھی عربی لفظ کے طور پر ہوا ہے اور معنی عاجزی و انکسار بیان ہوئے ہیں ۔

بصورت موجودہ اپنی بناوٹ کے لحاظ سے یہ فارسی ہے ۔ مگر جو معنی درج کیے ہیں ان کا تعلق صرف اردو سے ہے ۔ اس لیے اسے اردو لفظ کی حیثیت سے شامل کرنا چاہیئے تھا ۔

غلطی : یہ بھی بطور عربی لفظ مندرج ہے ۔ بصورت موجودہ یہ عربی نہیں ۔ بلکہ فارسی یا اردو ہے ۔ یہ لفظ پہلے آ چکا ہے اور وہیں اس پر مفصل بحث بھی ہو چکی ہے ۔ یہاں اس کا اندراج خلاف قاعدہ اور غیر ضروری ہے ۔

(ف)

فدویت : اس کا اندراج عربی لفظ کے طور پر کیا گیا ہے ۔ اس کا عربی میں وجود نہیں ہے ۔ یہ عربی طرز پر اردو والوں کا وضع کردہ ہے ۔ مفصل بحث ''فدوی'' کے تحت آ چکی ہے ۔

(ک)

کرنی : اسے فارسی لفظ کے طور پر درج کر کے دکھنی قرار دیا ہے ۔ بصورت موجودہ نہ یہ فارسی ہے اور نہ فارسی لفظ کی حیثیت سے اس کے اندراج کا کوئی جواز ہے ۔ اسے دکنی لفظ کی حیثیت سے شامل کرنا چاہیئے تھا ۔

کلفی : یہ لفظ بھی پہلے آ چکا ہے اور وہیں اس پر تفصیل سے گفتگو بھی ہو چکی ہے ۔ یہاں اس کا اندراج غیر ضروری اور خلاف قاعدہ ہے ۔

(م)

مزوری : اسے فارسی ظاہر کیا ہے ۔ بشکل موجودہ یہ فارسی نہیں ہے ۔ اردو میں جہلا کی زبان پر ہے ۔ یہ فارسی ''مزدوری'' کا بگاڑ ہے ۔ اس کا اندراج اردو لفظ کی حیثیت سے ہو سکتا تھا ۔

كتابيات

اردو لغت

۱ ۔ اردو انسائیکلو پیڈیا ، فیروز سنز لمیٹڈ ، لاہور

۲ ۔ اردو لغت (جلد اول تا ششم) مرتبہ اردو لغت بورڈ کراچی ۔

۳ ۔ اے ڈکشنری آف اردو ، کلاسیکل ہندی اینڈ انگلش از جان ٹی پلیٹس ۔

۴ ۔ جامع الامثال از وارث سرہندی ، مقتدرہ قومی زبان ، اسلام آباد ۔

۵ ۔ جامع اللغات از خواجہ عبدالمجید ۔

٦ ۔ ڈکشنری ۔ اردو ۔ انگلش از جان شیکسپیئر ۔

۷ ۔ سرمایہ زبان اردو از سید ضامن علی جلال لکھنؤی ۔

۸ ۔ علمی اردو لغت از وارث سرہندی ۔

۹ ۔ فرہنگ آصفیہ از مولوی سید احمد دہلوی، مرتبہ خورشید احمد خاں

۱۰ ۔ فرہنگ اثر از نواب مرزا جعفر علی خاں اثر لکھنؤی ۔

۱۱ ۔ فرہنگ کارواں : از فضل الہی عارف ۔

۱۲ ۔ فیروز اللغات از مولوی فیروز الدین ۔

۱۳ ۔ قاموس مترادفات اردو از وارث سرہندی ۔

۱۴ ۔ قائد اللغات از نشتر جالندھری ۔

۱۵ ۔ کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ ، جلد اول از جابر علی سید ۔

۱٦ ۔ کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ ، جلد دوم از وارث سرہندی ۔

۱۷ - مترادفات اردو از احسان دانش -
۱۸ - مصطلحات علوم و فنون عربیه از محی الدین غازی اجمیری -
۱۹ - معارف النغمات از ٹھاکر نواب علی خان -
۲۰ - نسیم اللغات از نسیم امروہوی -
۲۱ - نوراللغات از مولوی نور الحسن نیر لکھنؤی -
۲۲ نورلنگ موسیقی از اختر علی خان و ذاکر علی خان -
۲۳ - نیو ہندوستانی - انگلش ڈکشنری از ایس - ڈبلیو فیلن -

فارسی لغت

۲۴ - برہان قاطع از محمد حسین بن خلف تبریزی - مرتبہ دکتر محمد معین استاد دانش گاہ تہران -
۲۵ - بہار عجم از لالہ ٹیک چند بہار -
۲۶ - غلط ہای فاحش فرہنگ ہای فارسی از حسن عمید -
۲۷ - غیاث اللغات از ملا غیاث الدین -
۲۸ - فرہنگ عامرہ (فارسی - اردو) از محمد عبداللہ خان خویشگی -
۲۹ - فرہنگ عمید از حسن عمید -
۳۰ - لغات سعیدی (فارسی اردو) مولوی عبدالعزیز و مولوی محمد سعید و مولوی محمد منیر - بہ ترمیم و اضافہ مولوی شمس الحسن شمس بریلوی -
۳۱ - موید الفضلا از محمد لاد -

عربی لغت

۳۲ - المنجد - از لویس معلوف (الطبعۃ الخامسہ) مطبوعہ بیروت -
۳۳ - صراح از ابوالفضل محمد بن عمر بن خالد المدعو بہ جمال القریشی -
۳۴ - مفتاح اللغات (عربی - اردو) از مولوی ابوالفتح عزیزی -

انگریزی لغت

۳۵ - آکسفورڈ السٹریٹڈ انگلش ڈکشنری ۔
۳٦ - آکسفورڈ کنسائز انگلش ڈکشنری ۔
۳۷ - ایوری مینز پروناؤنسنگ ڈکشنری از ڈینیل جونز ۔
۳۸ - ٹولٹیتھ سنچری انگلش ڈکشنری ۔
۳۹ - علمی انگریزی - اردو ڈکشنری از وارث سرہندی ۔
۴۰ - لانگ مین ڈکشنری آف کن ٹمپریری انگلش از پال پراکٹر ۔
۴۱ - ویبسٹرز نیو کالجیئٹ انگلش ڈکشنری ۔